رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اولیائے
عظام کے ارشادات وواقعات کی روشنی میں
دُنیا سے لمبی اُمیدیں لگانے کی مذمت

اُردو ترجمہ: قصر الأمل

مؤلف
ابن ابی الدُنیاؒ

مترجمین
مولانا ثناء اللہ محمود — مولانا ثناء اللہ اکبر

دنیا سے امیدیں
کم لگائیں

دُنیا سے اُمیدیں کم لگائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اولیائے
عظام کے ارشادات و واقعات کی روشنی میں
دُنیا سے لمبی اُمیدیں لگانے کی مذمت

اُردو ترجمہ: قصر الامل

مؤلف
ابن ابی الدُنیاؒ

مترجمین
مولانا ثناء اللہ محمود　　مولانا ثناء اللہ اکبر

بیت العُلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۸۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب

دنیا سے امیدیں کم لگائیں

مؤلف

ابن ابی الدنیاؒ

مترجمین

مولانا ثناء اللہ محمود

مولانا ثناء اللہ اکبر

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

طباعت بارِ اول

جنوری ۲۰۱۰ء

ناشر

بیت العلوم

ہیڈ آفس: ۲۰۔ نابھہ روڈ چوک پرانی انارکلی۔ لاہور فون 7352483
برانچ: دکان نمبر ۱۴ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور فون 7235896
www.baitululoom.com

فہرست

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین ۔ والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔ وبعد ۔

یہ حافظ ابن ابی الدنیاؒ کی کتاب ''قصر الأمل'' کا ترجمہ ہے ۔ علامہ کا طریقہ کار کتابوں میں یہ رہا ہے کہ وہ موضوع کے مطابق پہلے صرف احادیث طیبہ اور اس کے بعد صحابہ کرام اور تابعین اور پھر دیگر حضرات کے اقوال نقل کردیتے ہیں مستقل بحث نہیں کرتے ۔

اس کتاب میں انہوں نے تین ابواب قائم کئے ہیں ۔ (۱) امیدوں کو کم کرنے کا بیان (۲) عمل میں جلدی کرنے کا بیان ۔ (۳) جلد بازی کی مذمت اور آخر میں تعمیرات اور اس کی مذمت کے دو ذیلی ابواب قائم کئے ہیں ۔

امام غزالیؒ نے بھی اسی کتاب کے منہج پر احیاء علوم الدین کو لکھا ہے ۔ اور تین بنیادی موضوعات پر اپنی کتاب کو چلایا ہے یعنی دنیا کی مذمت ، زہد اور فقر اور موت اور اس کے بعد کا تذکرہ ، امام غزالیؒ کی پوری کتاب میں اسی ''قصر الامل'' کی روح نظر آتی ہے ۔

انہوں نے اپنی کتاب میں امیدوں کے طویل ہونے کے بیان اور امیدوں کے کم کرنے کی فضیلت اس کا سبب ، اس کی کیفیت اور اس کے علاج پر تفصیلی گفتگو کی ہے ۔ جب کہ علامہ ابن ابی الدنیا کی اس کتاب میں محض استشہاد نظر آتا ہے اور ''احیاء'' کے سرسری مطالعے کے لئے اس کتاب پر نظر کرلینے سے وہ مقصد بھی پورا ہوجاتا ہے ۔

امام غزالیؒ کی اس بحث کا کچھ خلاصہ پیش خدمت ہے ۔

امام غزالیؒ نے امیدوں کے طویل ہونے کا جو سبب اور علاج پیش کیا ہے اس کی بنیادی فکر ابن ابی الدنیاؒ کی اس کتاب میں آپ کو نظر آجائے گی ۔

امام غزالیؒ نے بہت بہتر اور محکم طریقے سے اس پر بحث کی ہے اور امیدوں کے طویل ہونے کے دو سبب بیان کئے ہیں :

(۱) جہل (۲) دنیا کی محبت

دنیا کی محبت سے جب انسان مانوس ہو جائے اس کی خواہشات لذتوں اور وسائل سے جب دل لگ جائے تو دل پر اس کی جدائی بہت بھاری محسوس ہوتی ہے لہٰذا دنیا کی محبت موت کے بارے میں غور و فکر کرنے سے روک دیتی ہے اور موت ہی دنیا سے جدائی کا سبب ہے۔ اصول یہ ہیکہ جو شخص جس چیز کو ناپسند کرتا ہے اسے خود سے دور کر دیتا ہے اور انسان تو اپنی باطل تمناؤں میں گھرا رہتا ہے اس لئے صرف وہی تمنا کرتا ہے جو اس کی مراد کے موافق ہو۔ اس کی مراد کے موافق تمنا یہ ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ اسی لئے وہ ہمیشہ اس کا وہم کرتا اور اپنے دل میں زندگی کا حساب لگاتا رہتا ہے۔ اور دنیاوی مال اور اس کے وسائل کو گنتا رہتا ہے اور اپنے بیوی بچوں، رشتہ دار اقارب اور ملنے جلنے والوں اور اپنی سواریوں اور گھر وغیرہ کی سوچوں میں غلطاں رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا دل اسی فکر کے گرد گھومتا رہتا ہے اور وہ موت اور اس کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔

اور اگر اس کو کبھی موت کی یاد اور آخرت کا خیال آتا بھی ہے تو وہ ٹال مٹول کرتا ہے اور اپنے دل کو بہلاتا ہے کہ ابھی توبہ کر کے کیا کرے گا جب کچھ عمر زیادہ ہو جائے تب توبہ کر لینا۔ عمر بڑھ جانے کے بعد خیال آتا ہے تو بڑھاپے کی طرف اسے ٹال دیتا ہے بوڑھا ہونے کے بعد مختلف کاموں سے فراغت تک ٹال دیتا ہے کبھی بچوں کی شادیاں تو کبھی گھومنا پھرنا کبھی گھر وغیرہ کی تعمیر تو کبھی مخالفین کے خلاف محنت وغیرہ۔ بس وہ اسی ٹال مٹول میں زندگی گذارتا رہتا ہے ایک کے بعد دوسرا کام نکلتا رہتا ہے اور وہ ان میں مصروف ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ اچانک اسے موت آ پکڑتی ہے جس وقت میں اسے گمان تک نہیں ہوتا۔ (آج کل کی اچانک اموات اس کی بڑی واضح مثال ہیں) چنانچہ اس کی حسرت طویل ہو جاتی ہے۔ یہ یاد رہے کہ اکثر اہل جہنم اسی ٹال مٹول کی دہائی دے دے کر چیخا کریں گے۔

بے چارہ ٹال مٹول کرنے والا شخص یہ نہیں جانتا کہ جس بات کو وہ کل پر ٹال رہا ہے وہ کل بھی اس کے ساتھ ہوگی اور اس کا وہ بہانہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ قوت اور رسوخ حاصل کرتا جا رہا ہے۔ اور یہ اس گمان میں پڑا ہے کہ دنیا میں گھرے ہوئے شخص کو کوئی فراغت بھی ملتی ہے ہرگز نہیں دنیا کے متوالے کو فراغت کبھی نہیں ملتی۔

بہر حال ان تمام تمناؤں کی اصل اور جڑ دنیا کی محبت اور اس سے دل لگانا ہے۔اور بس۔

(۲) جہل یعنی جہالت یہ ہے انسان اپنی جوانی پر بھروسہ کر کے جوانی میں موت سے ہمکنار ہونے کو مستبعد سمجھتا ہے حالانکہ اس بے چارے کو یہ معلوم ہی نہیں کہ اس کے علاقے میں بوڑھوں کی تعداد محض دس فیصد یا کم وبیش ہوگی۔اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ لوگ کم ہیں اور جوانوں میں موت کا وقوع زیادہ ہوتا ہے حتی کہ کہا جاتا ہے کہ ایک بوڑھا تب مرتا ہے جب ہزار بچے اور جوان مر جاتے ہیں۔

اسی طرح انسان اپنی صحت کی وجہ سے موت کو مستبعد سمجھتا ہے اور اچانک موت آنے کے خیال کو بھی دور کرتا رہتا ہے اسے یہ ادراک نہیں ہو پاتا کہ ایسا ہونا واقع کے خلاف ہے اور مستبعد نہیں ہے۔ہر بیماری اچانک ہی ہوتی ہے اور بیمار ہونے کے بعد موت کوئی دور نہیں ہوتی (اور بعض بیماریوں کا پہلا جھٹکا ہی موت تک لے جاتا ہے روزمرہ کی ترقی اور تیز رفتاری میں اموات کا ریشو جوانوں میں بہت زیادہ بڑھ گیا ہے)

اگر یہ غافل ذرا سا سوچے اور جان لے کہ موت کا کوئی وقت مخصوص نہیں ہے نہ جوانوں میں نہ ادھیڑ عمروں میں نہ بوڑھوں میں۔سردی گرمی، خزاں یا بہار ہوں یا دن یا رات۔موت کو محسوس کیا جا سکتا ہے اور اس کی استعداد کو مانا جا سکتا ہے۔

لیکن ان باتوں سے جہالت اور دنیا کی محبت اس کو لمبی امیدوں کی طرف بلاتی ہیں اور موت کو قریب ماننے سے غافل کر دیتی ہیں۔وہ ہمیشہ موت کو اپنے سامنے دیکھتا ہے لیکن اپنی موت واقع ہونے کا اندازہ نہیں کر پاتا اسی طرح وہ ہمیشہ جنازوں کو کندھا دیتا ہے مگر خود کا جنازہ اٹھنے کا اس کو گمان نہیں ہوتا۔یہ عمل بار بار ہو رہا ہے اور اسے اس کی عادت ہوگئی ہے یعنی دوسروں کی اموات دیکھنے کی۔اپنی موت سے تو وہ واقف ہی نہیں نہ ہی مانوس ہے کیونکہ وہ ابھی تک آئی ہی نہیں۔

لیکن وہ آئے گی اور اچانک آجاتی ہے کسی نہ کسی کے بعد اس کا نمبر بھی لگنے والا ہے شاید اگلی بار ہی نمبر لگ جائے بہر حال محسوس کرنے کا راستہ یہ ہے وہ دوسرے پر خود کو قیاس کرے اور یقین کر لے کہ یہ ضرور ہوگا اور اس کا جنازہ بھی اٹھایا جائے گا اور اسے بھی قبر میں

دفن کیا جائے گا۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ یقین اور احساس اور اس کے ساتھ آخرت کے لئے عمل اور تیاری نصیب فرمادے۔آمین)

علاج:

جب آپ لمبی امیدوں کا سبب حب دنیا اور جہل کو پہچان چکے ہیں تو ان کا علاج بھی جان لیجئے۔

جہل کا علاج حاضر دل کے ساتھ صاف ستھری فکر کے ذریعے اور پاکیزہ دلوں سے حکمت بالغہ کے سماع کے ذریعے ہوسکتا ہے۔

حب دنیا کا علاج (یعنی اسے دل سے نکالنا) بہت سخت اور مشکل علاج ہے حب دنیا ایک خطرناک بیماری ہے جس کے علاج سے اگلے اور پچھلے لوگ عاجز ہوئے تھے اس کا علاج سوائے یوم آخرت پر کامل ایمان کے کچھ بھی نہیں۔

یعنی یوم آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور اس دن میں ملنے والے ثواب اور عذاب کے بارے میں مکمل یقین ہو جائے تو اس سے حب دنیا کو دل سے نکالا جاسکتا ہے اس لئے کہ بہت زیادہ اور کثیر چیز کی محبت ہی حقیر اور قلیل چیز کی محبت کو دل سے مٹا سکتی ہے۔

جب انسان دنیا کی کمتری اور آخرت کی برتری اور خوبصورتی کو دیکھے گا تو دنیا کی طرف التفات کرنے سے گریز کرے گا اگرچہ اسے مشرق سے مغرب تک کی دنیاوی بادشاہت کیوں نہ دے دی جائے۔اور ایسا کیوں نہ کرے گا جبکہ دنیا اس کی نظروں میں معمولی سی حقیری سی ختم ہو جانے والی چیز بن چکی ہوگی تو وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اسے دل میں کس طرح جگہ دے سکے گا؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دنیا کو ہماری نظروں میں ایسا کردے جیسا اس نے اپنے نیک بندوں کی نگاہ میں اسے بنادیا تھا۔

مگر لوگوں کی موت کو اپنے دل میں مرنے والے شخص کی طرح خود محسوس کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کو ایسے وقت میں کیسے موت آئی کہ جسکا انہیں گمان تک نہ تھا۔

لیکن بہر حال جو شخص مستعد ہوگا وہ کامیاب ہو جائے گا اور جو شخص لمبی امیدوں کے دھوکہ میں پڑے گا وہ خسارے میں جا پڑے گا۔

موت اور آخرت کا یقین لانے کا طریقہ:

موت کا یقین اور آخرت کا خوف دلانے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت یہ سوچے کہ بالآخر اسے مر جانا ہے اور پھر یہ کہ اسے قبر میں کس طرح کیڑے کھائیں گے اور ہڈیاں کس طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ سوچے کہ اس کے دائیں کو کیڑے پہلے کھائیں گے یا بائیں کو؟ اور اس کے جسم کا جو بھی حصہ ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور کیڑوں کی خوراک بنے گا اور اس کے پاس اپنا صرف وہ عمل اور علم رہے گا جو اس نے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے کیا یا حاصل کیا ہوگا۔ اسی طرح وہ عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال جواب آخرت، پل صراط، حساب کتاب، جنت جہنم کے بارے میں سوچا کرے اور قیامت اور یوم حشر کے ہولناک لمحات کو سوچے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے دل میں موت کی یاد کی تجدید ہوتی رہے گی جو اس کو موت اور یوم حشر کی تیاری کے لئے آمادہ کرتی رہے گی۔

لوگوں کی اقسام:

پھر لمبی امیدوں اور کوتاہ امیدی میں بھی چند مراتب ہیں۔ بعض تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو بقاء کی امید رکھتے ہیں اور اسے دائمی اور ہمیشہ کے لئے چاہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ان لوگوں کا ذکر ہے:

> ”(یہ لوگ وہ ہیں) جن کا ہر ایک خواہش رکھتا ہے کہ اس کی عمر ہزار برس ہو“ (البقرہ:۹۶)

بعض لوگ بڑھاپے تک زندہ رہنا چاہتے ہیں حالانکہ عمر کے اس حصہ کی خرابیوں اور مجبوریوں کو وہ دوسروں میں بڑے عرصہ سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔

اسی طرح ان میں سے بعض وہ ہیں جو ایک گھڑی میں زندہ رہنے کا یقین نہیں رکھتے۔ اور بعض وہ ہیں جنہیں موت اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑی نظر آ رہی ہوتی ہے جیسے کہ بس

ابھی آ رہی ہے اور یہ مر جائے گا۔

کوتاہ امیدی کا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کو عمل میں جلدی کرنے کی پڑ جاتی ہے اسی طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو کوتاہ امید ہونے کا دعویدار ہے (وہ عمل میں جلدی نہ کرنے کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے کہ) وہ جھوٹا ہے کیونکہ ایسا شخص بعض ایسے اسباب بھی اختیار کر کے رکھتا ہے جس کی ضرورت اسے سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں پڑنے والی ہوتی۔ یہ چیز بتاتی ہے کہ وہ لمبی امیدوں والا ہے۔ البتہ توفیق کی علامت یہ ہوتی ہے کہ موت اس کی آنکھوں کے سامنے رہے وہ اس سے ایک گھڑی کو بھی غافل نہ رہے اور اس موت کے لئے ہر وقت تیار رہے جو کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔

عمل میں جلدی:

عمل میں جلدی اختیار کرنے کے بارے میں امام غزالیؒ لکھتے ہیں جان لیجئے کہ اگر کسی شخص کے دو بھائی ہوں جو پردیس سے آنے والے ہوں ایک کو تو دوسرے ہی دن آنا ہو اور دوسرا ایک آدھ مہینے بعد آنے والا ہو تو یہ شخص تیاری اس کے استقبال کے لئے کرے گا جو کل ہی آنے والا ہے نہ کہ اس کے لئے جو ایک ماہ بعد آنے والا ہے۔

تیاری انتظار کے قریب الختم ہونے کا نتیجہ ہوتی ہے لہٰذا جو شخص موت کا ایک سال یا زائد عرصہ کے بعد منتظر ہو اس کا دل اس طویل مدت میں مشغول ہو جائے گا اور مدت کے بعد جو کچھ ہے اسے بھول جائے گا پھر وہ ہر دن پورے سال کا منتظر ہوگا ایک دن بھی کم کرنے کو تیار نہ ہوگا یہ بات اسے عمل میں جلدی کرنے سے روک دے گی۔ کیونکہ اسے اپنی زندگی میں ہمیشہ ایک سال کی گنجائش نظر آئے گی لہٰذا وہ عمل کو مؤخر کر دے گا۔

خوب عمارتیں بنانا، کوتاہ امید شخص کی صفات میں سے نہیں بلکہ یہ تو لمبی امیدوں والے شخص کی علامت ہے امام غزالی اس موقع پر ایک قاعدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہر وہ چیز جو کسی ضرورت کے پیش نظر بنائی جاتی ہے اس کو ضرورت کی حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ اور دنیاوی ضرورت کے بقدر چیز کا ہونا دین کا آلہ اور وسیلہ ہوتا ہے اور جو اس سے تجاوز کر جائے وہ دین کے خلاف ہوتا ہے۔ گھر کی ضرورت سردی، دھوپ اور بارش

سے بچنے کے لئے ہے اسی طرح تکلیف اور لوگوں کی نگاہوں سے بچنے (پردے) کے لئے ہے اس کا کم سے کم درجہ معلوم ہے لہٰذا اس سے جو چیز زائد ہوگی وہ فاضل ہوگی اور فاضل ہی تو دنیا ہے اور طالب (فاضل) دنیا اور اس کے لئے محنت کرنے والا زہد کی صفت سے بہت دور ہے۔[1]

(بہرحال آپ کو اسی قسم کے مضامین احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ وتابعین واولیائے کرام اس کتاب میں درج نظر آجائیں گے)

مؤلف کا تعارف:

یہ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان قریشی بغدادی ہیں جو ابن ابی الدنیا کے نام سے معروف تھے۔ تیسری صدی ہجری کے معروف علماء میں سے ہیں۔ ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۱ھ میں وفات ہوئی۔

بے شمار لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔ علم اور روایت میں ایک سمندر تھے جس کے ساتھ بیٹھنا چاہتے تو اس کو ایک لمحے میں ہنسا دیں یا اسی لمحے میں رلا دیں کیونکہ ان کے پاس روایات کا علم اتنا زیادہ تھا۔ کہ ہر موضوع پر بیان کرتے تھے۔

ان کی بے شمار تصانیف ہیں دو سو سے زائد ان کا شمار ہے۔ ان میں بڑے عبرت انگیز نصائح اور عجیب وغریب باتیں اور واقعات ہیں جیسا کہ امام ذھبیؒ نے اعتراف کیا ہے۔ لیکن ان کی چالیس سے زائد کتب ہی طبع ہو سکی ہیں۔

امام ذہبیؒ نے جو فہرست دی ہے ان میں دو مطبوعہ کتابیں ''الصمت وآداب اللسان'' اور ''الرقة والبکاء'' نامی کتابیں شامل نہیں اب وہ بھی طبع ہو چکی ہیں۔

موجودہ کتاب قصر الامل کا موجودہ نسخہ مخطوطہ صرف دمشق کی لائبریری مکتبہ ظاہریہ میں تین چھوٹی چھوٹی جلدوں میں موجود ہے۔ اس سے ملا کر یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔

اس کتاب کی ترتیب وتخریج محمد خیر رمضان یوسف نے کی ہے اور نسخوں کو ترتیب دینا اور بوسیدہ اوراق سے استفادے کی بڑی محنت شاقہ کی ہے اسی طرح احادیث، ناموں اور

---

[1] یہ پوری بحث دیکھنے کے لئے احیاء علوم الدین ۴/ ۲۶۴ تا ۴/ ۲۶۷ اور ۴/ ۳۴۱ ملاحظہ فرمائیں۔

مضامین کی الگ الگ فہرستیں بنائی ہیں جو یقیناً ایک محنت طلب اور قابل قدر کام ہے۔

اس کتاب کے ترجمے کی سعادت مولوی سلمان اکبر دام اقبالہ اور احقر کے حصہ میں آئی اور جگہ جگہ مناسب فوائد وتشریحات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ سب محض اللہ کی توفیق اور اس کے کرم سے ہے قارئین سے التماس ہے جہاں اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں وہیں مؤلف، محقق، مترجمین اور ان کے والدین اور اہل خانہ اور ناشر اور ان کے والدین کو بھی اپنی دعائے خیر میں یاد فرمائیں۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ثناء اللہ محمود

استاذ شعبہ تخصص جامعہ احتشامیہ کراچی

وگورنمنٹ اسلامیہ آرٹس کامرس کالج کراچی

یکم محرم الحرام ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۱ جنوری ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمان کو دنیا میں بیگانے کی طرح رہنا چاہیئے

(۱) ہمیں ہمارے شیخ ابو محمد جعفر بن احمد الحسین المعروف بالسراج البغدادی القاری[۱] نے دمشق سے آکر ہمیں بتایا (اور کہا) ہمیں ابو علی الحسن بن احمد بن ابراہیم بن شاذان البزار نے بتایا جبکہ ہم ماہ ربیع الاول ۴۲۳ھ میں ان سے پڑھ رہے تھے (اور انہوں نے کہا) ہمیں ابو جعفر عبداللہ بن اسماعیل بن ابراہیم بن عیسی بن منصور بن برید الھاشمی[۲] نے جمعہ کے دن نماز سے پہلے یکم جمادی الثانیہ ۳۲۴ھ منصور ابی جعفر کے شہر[۳] میں موجود اپنے گھر میں (ہمیں بتایا (اور کہا) ہم سے ابو بکر عبداللہ بن محمد عبید بن سفیان القرشی (جو ابن ابی الدنیا کے نام سے مشہور اور جانے پہچانے جاتے ہیں) نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے خالد بن خداش بن عجلانی المھلبی نے بیان کیا (اور کہا) ہم سے حماد بن زید نے لیث[۴] کے حوالے سے (اور انہوں نے) مجاہد کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا (فرمایا):

ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک طرف سے پکڑا اور فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! دنیا میں ایسے رہو جیسے کہ تم اجنبی ہو، اور جیسے تم کوئی راہ چلتا مسافر اور خود کو ان لوگوں میں سے سمجھو جو اپنی قبروں میں دفن ہو چکے ہیں۔[۵]

---

[۱] ان کی وفات ۵۰۰ھ میں ہوئی۔

[۲] یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ابن ابی الدنیا سے روایت کی ہے جیسا کہ تہذیب الکمال میں ہے۔ دیکھیں: تہذیب الکمال: ۷۵/۱۶

[۳] مراد بغداد ہے کیوں کہ اسے بنو عباس کے دوسرے خلیفہ عبداللہ بن محمد المعروف بابو جعفر المنصور وفات ۱۵۸ھ نے تعمیر کروایا تھا۔

[۴] مراد لیث بن ابی سلیم بن زنیم القرشی ہیں، ولادت ۱۳۸ھ یا ۱۴۳ھ ہے۔

[۵] قریب قریب انہی الفاظ سے بخاری نے نقل کیا ہے: کتاب الرقاق، باب قول النبی کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل: ۱۷۰/۷، اور ترمذی، الزھد، باب ماجاء فی قصر الامل: ۵۶۸-۵۶۷/۴ رقم: ۲۳۳۳، سنن ابن ماجہ: الزھد، باب مثل الدنیا: ۱۳۷۸/۸، رقم: ۴۱۱۴

زندگی میں موت کی تیاری کرلو:

مجاہد فرماتے ہیں: اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے مجاہد! جب تم صبح اٹھو تو شام کی باتیں مت کرو، اور جب شام ہو جائے تو صبح تک زندہ رہنے کی امید مت رکھو، اپنی زندگی ہی میں موت کا سامان لے چلو، صحت اور تندرستی کی حالت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو، کیوں کہ اے اللہ کے بندے! تجھے نہیں معلوم کہ صبح تیرا کیا نام ہوگا (زندہ یا مردہ)

(۲) ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں: ہم سے عمرو بن مجاہد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن عبدالرحمٰن الطفاوی نے اعمش کے حوالے سے (انہوں نے) مجاہد کے حوالے سے (انہوں نے) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

دو خطرناک عادتیں خواہش پوری کرنا اور لمبی امید:

(۳) فرمایا: ہم سے داؤد بن عمرو بن زہیر الضبی نے روایت کیا (اور کہا) ہم سے محمد بن الحسن الاسری نے روایت کیا (اور کہا) مجھ سے یمان بن حذیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام علی بن ابی حنظلہ کے حوالے سے (انہوں نے) اپنے والد کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سخت ترین چیزیں جن سے میں تمہارے بارے میں ڈرتا ہوں، وہ دو عادتیں ہیں: خواہشات کی پیروی اور لمبی امید۔ رہی خواہش کی پیروی تو وہ تو راہ حق سے ہٹا دیتی ہے۔ اور لمبی امیدیں دنیا کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

دین والے بنو دنیا والا مت بنو:

پھر فرمایا: دنیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی دے دیتے ہیں جس کو پسند کرتے ہیں۔ اور اس کو بھی دے دیتے ہیں جس سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو ایمان عطا فرماتے ہیں۔

سنو! کچھ لوگ دین کے لئے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ دنیا کے لئے لہٰذا تم ان لوگوں

میں سے بنو جو دین کے لئے ہیں، دنیا والے مت بننا۔

سنو! دنیا منہ پھیر کر جا چکی ہے اور آخرت تمہاری طرف رخ کیے چلی آتی ہے۔

سنو! تم ایسے دن میں ہو جس میں کام کرنا ہے حساب نہیں دینا۔

سنو! بہت جلد تم ایسے دن میں پہنچنے والے ہو جس میں حساب ہوگا عمل نہیں [۱]

رسول اکرمؐ کا دو باتوں سے امت پر خوف:

(۴) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین محمد الزعفرانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے معاویہ بن معاویہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن .... [۲] (اور کہا) ہم سے محمد بن المنکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا: فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خوف ناک چیزیں جن سے میں اپنی امت کے بارے میں ڈرتا ہوں وہ خواہش کی پیروی اور لمبی امیدیں ہیں۔

رہی خواہش کی پیروی تو وہ تو راہ حق سے ہٹا دیتی ہے اور لمبی امیدیں آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔

اور یہ دنیا تو منہ موڑ کر چلی جانے والی ہے جب کہ آخرت تو بس آنے ہی والی ہے، اور (خواہ دنیا ہو یا آخرت) دونوں کی اولادیں ہوتی ہیں، لہٰذا تم لوگ آخرت کی اولاد بنو، دنیا کی اولاد مت بنو، کیوں کہ آج تو تم ایسی جگہ پر ہو جہاں عمل کرنا ہے اور کل ایک ایسے گھر میں جانا ہے جہاں بدلہ ملے گا، وہاں کوئی عمل کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ [۳]

---

[۱] صحیح یہ ہے کہ یہ روایت حضرت علیؓ پر موقوف ہے، جیسا کہ اس کی تخریج نمبر ۴۹ کے ذیل میں آئے گی، لیکن یہاں ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے، اور ابن الجوزی نے العلل المتناهیہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: یہ آپؐ سے صحیح طریق سے ثابت نہیں ہے کیوں کہ علی بن ابی حنظلہ کوئی معروف شخصیت نہیں ہے، بلکہ اس کا باپ بھی جانا پہچانا نہیں ہے۔ اور یمان کو بھی دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیں العلل المتناهیہ: ۳۲۹/۲-۳۳۰ علاوہ ازیں حافظ عراقی نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین بشرح اسرار احیاء علوم الدین: ۲۳۷/۱۰

[۲] اس جگہ نسخہ میں نام واضح نہیں ہے۔

[۳] اس روایت کو حافظ عراقی نے نقل کیا ہے اور ضعیف قرار دیا ہے، دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین: ۲۳۷/۱۰ اور کنز العمال رقم: ۴۳۷۶۴، ۴۳۷۶۵ اور مشکاۃ المصابیح، رقم: ۵۲۱۴ بحوالہ شعب الایمان بیہقی

فائدہ: دنیا کی اولاد اور آخرت کی اولاد سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان سے تعلق رکھنے والے ہیں، یعنی اپنی آخرت بنانے کے لئے عمل کرتے ہیں اور دنیا سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتے۔ عمل کے گھر سے مراد دنیا اور بدلے کے گھر سے مراد آخرت ہے، یعنی دنیا میں جیسا عمل کیا ہوگا، ویسے ہی آخرت میں بدلہ ملے گا۔ ایک اور روایت ہے آپؐ نے فرمایا: ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے'' مطلب اس کا بھی یہی ہے کہ دنیا میں جو عمل کریں گے اس کا بدلہ آخرت میں جنت یا جہنم کی صورت میں مل جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خواہش رکھنے والو تم اللہ سے حیا نہیں کرتے؟

(۵) فرمایا: ہم سے ابواسحاق الأدمی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے سعد بن عبدالحمید بن جعفر نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن ثابت نے وازع بن نافع کے حوالے سے (انہوں نے) سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت ام المنذر رضی اللہ عنہا[۱] کے حوالے سے بیان کیا: فرماتی ہیں: ایک رات آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم اللہ سے حیا نہیں کرتے؟''

عرض کیا! اس کا کیا طریقہ ہوگا یا رسول اللہؐ!

فرمایا: ''تم ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جنہیں تم کھا نہیں سکتے، ایسی چیزوں کی خواہش کرتے ہو جو تم پا نہیں سکتے، اور ایسی تعمیرات کرتے ہو جنہیں تم آباد نہیں کر سکتے۔

فائدہ: مطلب یہ کہ ان کاموں کے کرنے والوں کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں۔ اور یہ مطلب نہیں کہ کھانے سے مراد مطلق کھانا ہو یا خواہش سے مراد عام خواہشات ہوں یا تعمیرات سے مراد عام تعمیرات ہوں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ تم لوگ ضرورت سے زائد چیزیں جمع کر لیتے ہو جن میں ہر قسم کی چیزیں ہوتی ہیں، کھانے پینے کی

---

[۱] یہ ام المنذر بنت قیس الانصاریہؓ ہیں، جناب نبی کریمؐ کی خالہ ہیں، دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ طبرانی نے ان کا نام سلمہ بنت قیس بتایا ہے، اور ترمذی ان کا نسب اس طرح بیان کرتے ہیں: ام منذر بنت قیس، بنو ماران بن النجار سے تعلق رکھنے والے سلیط بن قیس کی بہن۔ واللہ اعلم ان کی روایات ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہیں۔ دیکھیں تہذیب الکمال للمزی: ۳۵/۳۸۷۔۳۸۸

بھی اور دوسری بھی، اور ضرورت سے زائد ہونے کی وجہ سے سڑتی رہتی ہیں۔

اور خواہشات میں دونوں قسم کی خواہشات داخل ہیں، نا جائز بھی اور جائز بھی۔ نا جائز تو ظاہر ہے کہ یہ بے حیائی اور گناہ ہے اور جائز میں اختیاری اور غیر اختیاری دونوں قسم کی چیزیں داخل ہیں، وہ چیزیں حاصل کرنے کی قدرت ہو بھی تو بقدر ضرورت ہی رکھنی چاہئیں، اور جو غیر اختیاری ہیں ان کی آرزو اور خواہش میں گھلنے اور کڑھنے سے یہاں منع کیا جا رہا ہے کہ ''جو چیز تم حاصل نہیں کر سکتے اس کے پیچھے پڑ کر وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ؟''

رہیں تعمیرات تو اس سے مراد ہمیشہ کے لئے رہنا ہے، یعنی تم اپنے بنائے ہوئے بلند و بالا اور عالیشان گھروں میں ہمیشہ تو رہ نہیں سکتے، پھر اتنا وقت اور مال برباد کرنے کا کیا فائدہ؟ جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ تعمیر مکمل ہونے تک زندگی باقی بھی ہے یا نہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اسمیں ضرورت سے زائد کی ممانعت ہے، بقدر ضرورت کی نہیں، کیوں کہ سر چھپانے کو ایسا ٹھکانہ ہونا چاہئے جہاں انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ پردے عفت اور حفاظت کے ساتھ زندگی گذار سکے، چناں چہ قرآن کریم اور روایات میں ذاتی گھر کا بھی تذکرہ آیا ہے۔

اگر عقل ہے تو خود کو مُردوں میں شمار کر:

(۶) فرمایا: مجھ سے عباس بن جعفر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن المصفی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن حمید نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوبکر بن ابی مریم [۱] نے عطاء بن ابی رباح کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا: فرمایا: ''حضرت اسامہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایک مرتبہ ایک مہینے کی مدت کے لئے سو دینار میں ایک باندی خریدی (چناں چہ میں نے اس واقع کے بارے میں) آپ ؐ کو فرماتے سنا: کیا تمہیں تعجب نہیں ہوتا اسامہ پر کہ

---

[۱] یہ روایت ابونعیم نے حلیہ ۹۱/۶ میں بیان کی ہے اور کہا ہے کہ: عطاء اور ابی بکر کی روایت سے یہ حدیث غریب ہے، اس میں محمد بن حمیر کا تفرد ہے۔ حافظ عراقی کہتے ہیں: کہ یہ روایت ابن ابی الدنیا نے قصر الامل میں، طبرانی نے مسند شامیین میں، ابونعیم نے حلیۃ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین: ۲۳۷/۱۰-۲۳۸

انہوں نے ایک مہینے کے لئے خرید وفروخت کا معاملہ کیا ہے؟ اسامہ تو بہت لمبی امیدیں رکھنے والے ہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جب بھی میری پلک جھپکتی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری پلکیں (جھپکتے ہوئے) دوبارہ ملنے سے پہلے اللہ تعالیٰ میری روح قبض فرمالیں گے، میں جب بھی نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ دوبارہ نظریں جھکانے سے پہلے میری روح قبض کرلی جائے گی، اور جب بھی کوئی لقمہ منہ میں رکھتا ہوں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس لقمے کو نگلنے سے پہلے میری روح قبض کرلی جائے گی''

پھر فرمایا: ''اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! اگر تیرے اندر عقل ہے تو تو خود کو ان لوگوں میں سے سمجھ جو مر چکے ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی موت) وہ آنے ہی والی ہے اور تم کسی بھی طرح اس موت سے بچ نہیں سکتے۔ (یعنی زندوں کی طرح خواہش نہ کرو مردوں کی طرح قضا وقدر پر راضی رہو اپنے اندر رب کے سامنے محتاجی پیدا کرو۔ آنے والا لمحہ نہ جانے دنیا میں نصیب ہو یا نہ ہو۔ مترجم)

آئندہ زندگی سے ناامیدی پر اسوہ محمدی ﷺ:

(۷) فرماتے ہیں: مجھ سے عصمۃ بن الفضل نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن یحییٰ نے عبداللہ بن لھیعہ کے حوالے سے (انہوں نے) ابن ھبیرۃ (عبداللہ بن ھبیرۃ السبائی) کے حوالے سے (انہوں نے) حنش [1] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا: فرمایا: (کبھی ایسا ہوتا کہ) آپ ﷺ پانی بہاتے اور پھر مٹی سے ہاتھ رگڑ لیتے، میں عرض کرتا: یارسول اللہ! پانی تو قریب ہی ہے؟ آپ ﷺ فرماتے: لیکن مجھے کیا معلوم میں پانی تک پہنچنے تک زندہ بھی رہوں گا یا نہیں۔ [2]

---

[1] حنش بن عبداللہ بن عمرو (ایک روایت کے مطابق ابن علی) بن حنظلہ اسبائی ابورشد بن الصنعانی، دمشق کے علاقہ صنعاء سے تعلق تھا، مغرب کی طرف جہاد کی غرض سے گئے اور پھر افریقہ میں مقیم رہے۔ امام بخاری کے علاوہ ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت لی ہے، ۱۰۰ھ میں فات پائی، دیکھیں تہذیب الکمال: ۷/۴۲۹۔۴۳۱

[2] دیکھیں مسند احمد: ۱/۲۸۸ حافظ عراقی کہتے ہیں: امام ابن المبارک نے کتاب الزہد میں، ابن ابی الدنیا نے قصر الامل اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین بشرح اسرار احیاء علوم الدین: ۱۰/۲۳۸

فائدہ: یہاں پانی بہانے سے مراد استنجا یا رفع حاجت سے فراغت حاصل کرنا ہے، لیکن ادب واحترام کے پیش نظر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ انداز اختیار فرمایا کہ بجائے بیت الخلاء وغیرہ کا ذکر کرنے کے پانی بہانے کا ذکر کر دیا جو استنجا یا رفع حاجت دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔

''مٹی سے ہاتھ رگڑ لینے سے مراد تیمّم کرنا ہے، یعنی آپؐ حوائج ضروریہ سے فراغت کے بعد پانی کے ہوتے ہوئے بھی تیمّم فرمالیا کرتے تھے۔

اوراس کی وجہ خود آپؐ نے یہ بیان فرمائی: ''مجھے کیا معلوم میں پانی تک پہنچتے پہنچتے زندہ بھی رہوں گا یا نہیں''

یہ آپؐ کی اعلیٰ ترین تربیت کا ایک انداز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں موت کی تیاری اور دنیا کی بے وقعتی اتنی راسخ کردی جائے کہ وہ دنیا اوراس کی فانی لذتوں سے منہ موڑ کر آخرت اور ہمیشہ رہنے والی جنت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اوراس عمل کے نتیجے میں ایک ایسا مثالی معاشرہ وجود میں آئے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گذارتا ہوا اپنی منزل تک جا پہنچے، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

ایک صحابی کو لمبی امید کے عمل پر سرزنش:

(۸) فرماتے ہیں: ہم سے ابوالحسن الھیثم بن خالد البصری [۱] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ھیثم بن جمیل نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن المثنی بن انس [۲] نے حدیث بیان کی (اور کہا) مجھ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا اس نے اپنے جوتے کا تسمہ لوہے کا بنوا رکھا تھا، چناں چہ یہ دیکھ کر آپؐ نے

---

[۱] الھیثم بن خالد القرشی، ابوالحسن البغدادی، اصل کے لحاظ سے بصرہ کے ہیں، ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے پاس غریب احادیث تھیں، دیکھیں تہذیب الکمال: ۳۸۱/۳۰

[۲] عبداللہ بن المثنی بن عبداللہ بن انس بن مالک، امام بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایت کی ہے، دیکھیں: تہذیب الکمال: ۲۷/۱۶

فرمایا: ارے تم تو بڑی لمبی امیدوں والے ہو، تم نے اجر و ثواب سے لاپرواہی اختیار کر لی اور نیکیوں کو ناپسند کرنے لگے۔ اگر تم میں سے کسی شخص کا تسمہ ٹوٹ جائے اور وہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے تو اس کو رب کی طرف سے سلامتی، ہدایت اور رحمت ملے گی اور یہ اس کے لئے دنیا بھر سے زیادہ بہتر ہے۔[1]

فائدہ: اس شخص نے اپنے جوتے کا تسمہ لوہے کا بنا رکھا تھا، مطلب یہ تھا کہ تسمہ لوہے کا ہوگا تو کبھی ٹوٹے گا نہیں، یا اگر ٹوٹا تو کئی سالوں کے بعد، اور یہ کئی سالوں تک اس جوتے کو استعمال کر سکے گا، گویا یہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ کئی سال تک زندہ رہے گا حالانکہ موت کا کچھ پتہ نہیں کس وقت آجائے، اسی لئے آپؐ نے اس شخص کو تنبیہ فرمائی کہ اتنی لمبی زندگی کی امید نہ رکھو، بلکہ اگر تسمہ وغیرہ ٹوٹ جائے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لیا کرو، اس سے دنیاوی فائدہ تو یہ ہوگا کہ تمہارا نقصان پورا ہو جائے گا اور آخرت کا فائدہ یہ ہوگا کہ بے انتہاء اجر و ثواب سے نوازے جاؤ گے، اور یہ کسی بھی مسلمان کے لئے دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

امیدوں کے پیچھے موت لگی ہے:

(۹) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن سلام الجمحی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن سلمہ نے عبید اللہ بن ابی بکر بن انس کے حوالے سے (اور انہوں نے) اپنے دادا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ (انہوں نے) فرمایا: (ایک مرتبہ) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک انگلیوں کے پورے زمین پر رکھے اور فرمایا: ''یہ آدم علیہ السلام کا بیٹا (انسان) ہے۔ یہ اس کے پیچھے اس کی موت کا مقرر شدہ وقت ہے اور وہاں اس کی امید اور خواہش ہے۔ یہ فرماتے ہوئے آپؐ دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرماتے جا رہے تھے۔[2]

فائدہ: اس حدیث کی مزید وضاحت اگلی روایت سے معلوم ہوگی۔

---

[1] یہ روایت امام سیوطی نے الدر المنثور فی التفسیر بالماثور: ۱/۱۵۷ میں ابن ابی الدنیا اور دیلمی سے نقل کی ہے۔

[2] حضرت انسؓ کی یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد حضرات نے نقل کی ہے، چناں چہ امام بخاری نے کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ: ۷/۱۷۱پر، ترمذی نے ۴/۵۶۸ رقم ۲۳۳۴ کتاب الزھد، باب ماجاء فی قصر الامل، ابن ماجہ: ۲/ ۱۴۱۴ رقم ۴۲۳۲ کتاب الزھد، باب الامل والاجل اور امام احمد نے اپنی مسند: ۳/۱۳۵ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک نے ص ۸۵ پر نقل کی ہے۔

انسان اور اس کی موت کی عملی مثال:

(۱۰) فرماتے ہیں: ہم سے علی بن الجعد الجوھری نے حدیث بیان کی (اور کہا) مجھ سے علی بن علی الرفاعی ابو المتوکل الناجی[۱] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے فرمایا) جناب نبی کریم ﷺ نے تین لکڑیاں لیں اور ایک لکڑی کو اپنے سامنے زمین میں گاڑا، دوسری کو اس کے ایک طرف قریب ہی گاڑ دیا اور تیسری لکڑی ذرا دور کر کے گاڑ دی اور دریافت فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اسکے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کا مقررہ وقت اور وہ اس کی امید (خواہش، تمنا) آدم (علیہ السلام) کا بیٹا (یعنی انسان) اس کی طلب میں لگا رہتا ہے لیکن درمیان میں اس کا مقررہ وقت (موت) آ پہنچتا ہے۔[۲]

فائدہ: روایت نمبر ۹ اور ۱۰ اور اسی طرح روایت نمبر ۱۹ تک آنے والی روایات کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں لیکن مقصد ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ انسان کی خواہشات اور تمنائیں کبھی ختم نہیں ہوتیں، اگر دو چار پوری بھی ہو جائیں تو اتنی ہی اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ مزید سر اٹھا لیتی ہیں۔ لہٰذا انسان کو خواہشات اتنی ہی کرنی چاہئیں جو اس کے زندہ رہنے کے لئے کافی ہوں اور جن کا وہ بآسانی حساب بھی دے سکے، ورنہ پھر ان ہی خواہشات وتمناؤں کی تکمیل میں انسان مصروف رہے گا کہ اچانک موت اسے آ پکڑے گی اور اسے اتنا بھی موقع نہ ملے گا کہ آخرت کی کچھ تیاری ہی کر سکے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے فرمایا ہے۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی

---

[۱] یہ علی بن داؤد اور ایک روایت کے مطابق ابن داؤد، ابو المتوکل الناجی السامی البصری ہیں۔ بنو ناجیہ بن سامہ بن لؤی سے تعلق ہے، تابعی نہیں اور ثقہ ہیں، ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۱۰۸ھ میں وفات ہوئی، دیکھیں تہذیب الکمال: ۳۲۵/۲۰ اور سیر اعلام النبلاء: ۹۰۸/۵

[۲] یہ روایت مرسل ہے، امام عراقی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ امام عبداللہ بن المبارک نے ایسی ہی ایک روایت کتاب الزھد ۷۶ پر نقل کی ہے۔ دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین شرح اسرار احیاء علوم الدین: ۲۳۸/۱، اور اس کے بعد والی روایت کی سند اگرچہ حسن ہے لیکن مرفوع ہے۔

بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے۔

(۱۱) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوہریرۃ الصیرفی [۱] نے حدیث بیان کی (اور کہا) مجھ سے حرمی ابن عمارۃ نے علی بن علی الرفاعی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا ہم سے ابوالمتوکل نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا اور انہوں نے آپ ﷺ سے یہی روایت بیان فرمائی۔[۲]

موت اور زندگی کی ایک اور عملی مثال:

(۱۲) فرمایا: مجھ سے احمد بن اسحاق بن عیسیٰ الاھوازی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے خلاد بن یحیٰ نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے بشیر بن المہاجر نے عبداللہ بن بریدہ کے حوالے سے (اور انہوں نے) اپنے والد حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (انہوں نے) فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے دو پتھر لیے اور ان کو آہستگی سے پھینکا پھر (قریب والے کے بارے میں) فرمایا یہ موت ہے، اور (دور والے کے بارے میں فرمایا) یہ خواہشات اور امیدیں۔[۳]

---

۱ ان کا نام محمد بن فراس ہے۔

۲ حافظ عراقی فرماتے ہیں: امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے قصر الامل میں نقل کیا ہے۔ الفاظ ابن ابی الدنیا کے ہیں: علاوہ ازیں یہی روایت رامھر مزی نے امثال میں ابوالمتوکل الناجی عن ابی سعید الخدریؓ کی سند کے ساتھ بیان کی ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔ دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین: ۲۳۸/۱۰

۳ ہمیں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہیں ملی، البتہ امام بخاری نے حضرت انسؓ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ: جناب نبی کریمؐ نے لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ خواہش ہے۔ اور یہ اس کا مقررہ وقت۔۔۔ الجامع الصحیح، الرقاق باب فی الامل وطولہ: ۱۷۱/۷ اور امام احمد نے ۲۶۵/۳ پر حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے، فرمایا آپؐ نے تین پتھر لئے، پہلے ایک پتھر کو رکھا، پھر اس کے سامنے دوسرے پتھر کو رکھا اور تیسرے کو ذرا دور پھینک کر فرمایا: یہ انسان ہے، یہ اس کی موت اور دور والے کے بارے میں فرمایا یہ اس کی خواہش۔

انسان کی ایک طرف ننانوے اموات دوسری طرف بڑھاپا:

(۱۳) فرمایا: مجھ سے محمد بن فراس الضبعی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوقتیبہ [۱] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوالعوام (عمران بن داؤد القطان) نے قتادہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) مطرف کے حوالے سے (انہوں نے) اپنے والد عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا (اور انہوں نے) جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کیا فرمایا: آدم علیہ السلام کے بیٹے کی مثال ایسی ہے کہ اس کی ایک طرف ننانوے اموات ہیں، اگر یہ کسی موت سے بچ بھی جائے تو بڑھاپے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔[۲]

فائدہ: یعنی انسان کو ہر طرف سے موت نے گھیرا ہوا ہے، موت انسان کے پیچھے لگی رہتی ہے اور انسان خواہشات کے پیچھے لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، لیکن پھر بھی خواہشات اس کے ساتھ لگی رہتی ہیں، حتی کہ موت آ جاتی ہے اور خواہشات پوری نہیں ہوتیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انسان کی حرص بڑھاپے سے بھی نہیں جاتی:

(۱۴) فرماتے ہیں: ہم سے ابوخیثمہ (زہیر بن حرب بن شداد الحرشی) نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے جریر (بن عبدالحمید بن قرط الضبی ابوعبداللہ) نے اعمش کے حوالے سے اور (انہوں نے) ابراہیم التیمی (ابن یزید بن قیس النخعی) کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) ابوعائشہ حارث بن سوید التیمی الکوفی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے فرمایا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ مختلف قسم کے

---

[۱] ابوقتیبہ: پورا نام اس طرح ہے مسلم بن قتیبہ الشعیری الخراسانی الفریابی، بصرہ میں رہے۔ ۲۰۰ھ کے بعد وفات ہوئی۔

[۲] اس سند سے ابونعیم اور ترمذی میں بھی یہ روایت موجود ہے، البتہ ترمذی نے اپنی جامع میں دو جگہ یہ حدیث نقل کی ہے: (۱) کتاب القدر: ۳۵۵/۴، رقم: ۲۱۵۰ اور فرمایا ہے کہ یہ حسن غریب ہے ہم یہ روایت اسی سند سے جانتے ہیں (۲) صفۃ القیامۃ: ۶۳۶/۴ رقم: ۲۴۵۶ اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح لیکن غریب ہے۔ ابونعیم نے حلیہ ۲۱۱/۲ پر نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں عمران کا قتادہ سے تفرد ہے۔ علاوہ ازیں ابونعیم اور ترمذی کی پہلی روایت میں حدیث کے آخر میں ''حتی یموت'' یہاں تک کہ اسے موت آ جائے کے الفاظ کا اضافہ ہے، جیسے ترمذی کی دوسری روایت میں تسعۃ وتسعون ننانوے کا اضافہ ہے۔

حادثات اور موت (کے اسباب) اس کو گھیرے ہوئے ہیں اور پل پڑنے کے لیے تیار ہیں، ان چیزوں کے پیچھے بڑھاپا ہے، اور بڑھاپے کے بعد امید اور خواہش (اب دیکھو) انسان امیدوں اور خواہشات میں لگا رہتا ہے حالاں کہ یہ اموات اس کو گھیرے ہوئے ہیں، جوان کی زد میں آ جائے اسے اچک لیتی ہیں۔ اگر بچ رہے تو بڑھاپا آ پکڑتا ہے اور پھر بھی وہ امیدوں اور خواہشات کے پیچھے لگا رہتا ہے۔[1]

لکیروں کے ذریعے ایک مثال:

(۱۵) فرماتے ہیں: ہم سے ابوخیثمہ نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن سعید القطان نے سفیان ثوری نے کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) ہم سے ہمارے والد سعید بن مسروق الثوری نے ابویعلی (المنذر بن یعلی الثوری الکوفی) نے ربیع بن خثیم کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، فرمایا: جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک چوکور خط کھینچا (مربع بنایا) پھر اس کے بیچ میں ایک لکیر کھینچی اور اس لکیر کے ایک جانب کچھ اور لکیریں کھینچیں اور پھر اس مربع سے باہر ایک لکیر کھینچی اور دریافت فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کیا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول جانتے ہوں گے۔

آپؐ نے فرمایا: (چوکور کے اندر والی لکیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ انسان ہے، (پھر مربع طرف کی اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اور یہ اس کا مقررہ وقت ہے (یعنی موت) جو اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، (اور قریب کی دوسری لکیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) یہ واقعات و حادثات ہیں جو اسے اچکنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر ایک سے بچ جائے تو دوسرا اچک لیتا ہے، (اور مربع سے باہر والی لکیر کے بارے میں فرمایا) اور یہ اسکی امیدیں اور خواہش ہے۔[2]

---

[1] دیکھیں: احیاء علوم الدین: ۶۶۰/۴

[2] دیکھیں: صحیح البخاری، الرقاق، باب فی الامل وطولہ: ۱۷۱/۷، سنن ترمذی، صفۃ القیامۃ: ۶۳۵/۴، رقم: ۲۴۵۴، سنن ابن ماجہ، الزھد، باب الامل والاجل: ۱۴۱۴/۲، رقم: ۴۲۳۱

موت تعاقب میں ہے:

(۱۶) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین [۱] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالملک بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشون [۲] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابن ابی الزناد [۳] نے عمر بن عبدالعزیز بن وھیب [۴] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) خارجہ بن زید بن ثابت کے حوالے سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، فرمایا: ایک دن آپ تشریف فرما ہوئے، اور ایک دائرہ کھینچا اور فرمایا یہ دنیا ہے، پھر اس کے پیچھے ایک اور دائرہ بنایا اور فرمایا: یہ موت ہے، پھر اس دوسرے دائرے کے پیچھے ایک اور دائرہ بنایا اور فرمایا: یہ امید اور خواہش ہے، پھر ہاتھ مبارک سے پہلے دائرے پر نشان لگاتے ہوئے فرمایا: یہ انسان ہے اور اس کا نفس امیدوں اور خواہشات کا طلب گار رہتا ہے، حالاں کہ موت پیچھے لگی ہے۔

موت انسان اور امیدوں کے درمیان آجاتی ہے:

(۱۷) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن ابی عتاب الاعین البغدادی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن بکار [۵] نے سعید بن بشیر کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) قتادہ کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان، موت اور امید کا خاکہ بنایا، (اس طرح کہ) انسان کے خاکے کے ایک جانب موت کا خاکہ کھینچا اور سامنے امید (خواہش) کا (اور فرمایا) انسان ابھی اپنی امیدوں اور خواہشات ہی میں لگا ہوتا ہے کہ موت اسے اچک لیتی ہے۔

---

[۱] ابن ابی الدنیا کے شیخ اور استاذ ہیں پورا نام اس طرح ہے: ابوجعفر محمد بن الحسین بن ابی شیخ البرجلانی، ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ دیکھیں: سیر اعلام النبلاء: ۱۱/۱۱۲۔

[۲] اپنے زمانے میں مدینہ منورہ کے مفتی تھے لیکن حدیث میں اتنے مصروف نہ تھے، ۲۱۲ھ میں وفات ہوئی۔ دیکھیں تہذیب الکمال: ۱۸/۳۵۸۔

[۳] نام عبدالرحمن کنیت ابومحمد المدنی اور ابوالزناد کا نام ذکوان تھا، حدیث میں ضعیف ہیں، امام نسائی نے فرمایا ہے کہ ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ ۱۷۴ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب الکمال: ۱۷/۹۵

[۴] حضرت زید بن ثابتؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، تہذیب التہذیب لابن حجر: ۴/۳۰۰ اور تہذیب الکمال: ۲۱/۴۴۷

[۵] محمد بن بکار بن بلال العاملی ابوعبداللہ، ۲۱۶ھ میں وفات ہوئی۔

فائدہ: یہ روایت بھی اسی سلسلے کی دیگر روایات کے ہم معنی ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔ البتہ یہ یاد رہے کہ عربی نسخے میں لفظ ''مثل'' تھا جس کا ترجمہ ہم نے خاکہ کھینچنے سے کیا ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپؐ نے باقاعدہ انسان موت اور امید کے خاکے کھینچے تھے جسے عام طور پر اسکیچ (Scatch) بنانا کہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد سیدھی سیدھی لکیریں کھینچنا ہے۔ جیسا کہ بعض دیگر روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپؐ خود ارشاد فرمائیں ''اشد الناس عذابا یوما القیامة المصورون ''(الحدیث) ترجمہ: ''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب مصوروں کو ہوگا'' اور پھر خود ہی تصویری خاکے بنائیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک) واللہ اعلم بالصواب۔

حرص اور خواہشات بوڑھی نہیں ہوتیں:

(۱۸) فرماتے ہیں: ہم سے ابوخثیمہ نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہمیں وکیع [۱] نے بتایا (اور کہا) ہم سے شعبہ نے قتادہ کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں باقی رہتی ہیں: حرص اور خواہشات۔[۲]

(۱۹) فرماتے ہیں: ہم سے خلف بن ھشام نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو عوانہ (الوضاح ابن عبداللہ الیشکری البزاز) نے قتادة کے حوالے سے حدیث بیان کی (انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی (فرمایا) جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام کا بیٹا (یعنی انسان) بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں۔ (۱) مال کی حرص۔ (۲) لمبی عمر کی حرص۔[۳]

---

[۱] مراد وکیع بن الجراح الراؤاسی ابوسفیان ہیں، مشہور محدث ہیں۔

[۲] دیکھیں بیہقی کی الزھد الکبیر: ۱۸۹ رقم: ۴۵۴، انہی الفاظ کے ساتھ۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں: ابن ابی الدنیا نے قصر الامل میں یہ روایت صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے۔ اتحاف السادة المتقین: ۲۳۹/۱۰

[۳] امام بخاری نے حضرت انسؓ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں یھرم ابن آدم کے بجائے یکبر ابن آدم ویکبر معہ اثنان: حب المال وطول العمر کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ دیکھیں بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنہ فقد اعذر اللہ الیہ فی العمر: ۱۷۲/۷

علاوہ ازیں امام مسلم نے بھی ابن ابی الدنیا کے الفاظ سے صحیح مسلم کتاب الزکاة، باب کراھیة الحرص علی الدنیا: ۹۹/۳ پر نقل کی ہے۔ ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب صفة القیامہ: ۶۳۶/۴، رقم: ۲۴۵۵ اور ۲۳۳۹ پر نقل کی ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: یہاں ان دونوں چیزوں کا تذکرہ اس لئے فرمادیا کیونکہ لمبی امیدیں اور خواہشات ان ہی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ کسی چیز کے حصول کی خواہش ہوتو اس کے لئے وقت بھی درکار ہوتا ہے اور مال کی بھی ضرورت ہوتی۔ اور یہ پہلے بیان ہوگیا کہ خواہشات اور ضروریات بڑھتی ہی جاتی ہیں کم نہیں ہوتیں، لہٰذا خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اور امیدوں کو برلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ مال اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے جسے یہاں مال اور عمر کی حرص سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امت مسلمہ یقین اور زہد سے کامیاب ہوگی:

(۲۰) فرماتے ہیں: ہم سے سلمہ بن شبیب نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے مروان بن محمد نے ابن لھیعہ[۱] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) عمرو بن شعیب[۲] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) اپنے والد یعنی عمرو بن شعیب کے دادا[۳] کے حوالے سے بیان کیا اور فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت کے ابتدائی لوگ یقین اور زہد کی برکت سے نجات پا گئے اور آخری لوگ کنجوسی اور خواہشات کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔[۴]

فائدہ: یعنی جیسے جیسے زمانہ نبوت سے دوری ہوتی جائے گی، یہ صفات لوگوں میں بڑھتی جائیں گی، پہلے لوگوں میں یہ صفات مفقود تھیں، وہ لوگ زمانہ نبوت سے قرب کی برکت سے سادگی اور سچائی کے خوگر تھے اور دین پر عمل کرنے والے تھے اس لئے نجات پا

۱۔ عبداللہ بن لھیعہ، معروف شخصیت ہیں، محدثین انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں، ابو حاتم الرازی نے ذکر کیا ہے کہ ابن لھیعہ نے عمرو بن شعیب سے کچھ سماعت نہیں کی۔ دیکھیں: (المراسیل لابن ابی حاتم: ۱۱۴)

۲۔ پورا نام اس طرح ہے: عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

۳۔ اس سے مراد محمد بن عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ مدنی تابعی ہیں اور ثقہ ہیں، دیکھیں (تہذیب الکمال اور اس کا حاشیہ: ۲۵/ ۵۱۴، ۵۱۶)

۴۔ حدیث مرسل ہے، حافظ عراقی کہتے ہیں: ابن ابی الدنیا نے قصر الامل میں ابن لھیعہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت بیان کی ہے، علامہ زبیدی کہتے ہیں: اسی طرح ابو بکر بن لال نے مساوی الاخلاق میں اور خطیب نے کتاب البخلاء میں بیان کیا ہے۔

گئے، اور بعد والے لوگ ان خوبیوں سے کورے ہوتے گئے اور مذموم صفات اپنالیں جو انہیں تباہی کے گڑھے کی طرف لیے جاتی ہیں۔

خواہشات کے عبرت آمیز ایک سوتیس سال:

(۲۱) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن عباد بن موسیٰ[۱] نے روایت بیان کی اور کہا: اور ہم سے عبیداللہ بن محمد القرشی[۲] حماد بن سلمہ کے حوالے سے (اور انہوں نے) حمید[۳] کے حوالے سے ابوعثمان الھندی[۴] سے روایت کیا: فرمایا: میری عمر ایک سوتیس سال ہوگئی، میرے اندر ایسی کوئی چیز نہیں جس میں کمی نہ ہوئی ہو علاوہ میری خواہشات کے کیوں کہ وہ اسی طرح ہیں۔

جینے کی لگن خواہش کی بناء پر ہی ہے:

(۲۲) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن عباد نے روایت کیا (اور کہا) ہم سے غسان بن مالک نے روایت کیا اور کہا ہم سے حماد بن سلمہ نے داؤد بن ابی ھند کے حوالے سے اور حمید کے حوالے سے بیان کیا (ان دونوں حضرات نے) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ایک طرف ایک بوڑھا اپنا کھرپا لیے زمین سینچ رہا تھا۔ آپؑ نے اس کے لیے دعا فرمائی! اے اللہ! اس کی خواہشات ختم فرما دیجئے۔ چنانچہ اس بوڑھے نے کھرپا اپنے ہاتھ سے رکھ دیا اور ایک طرف لیٹ گیا۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آپؑ نے پھر دعا

---

[۱] پورا نام ابوجعفر العکلی البغدادی، لقب سندولا، مسندولہ بھی کہا جاتا تھا فن تاریخ میں امام تھے۔ ابراہیم بن عبداللہ بن الجنید کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان کی تعریف نہیں کی، میں نے عرض کیا کہ میں تو ان سے صرف قصے کہانیاں اور عربی سیکھتا ہوں تو انہوں نے مجھے اجازت دی۔ دیکھیں: (تہذیب الکمال: ۲۵/ ۴۴۳)

[۲] یعنی عبیداللہ بن محمد بن حفص التیمی العیشی القرشی، ابوعبدالرحمٰن ہیں۔

[۳] مراد حمید بن ابی حمید الطویل، ابوعبیدۃ الخزاعی البصری مولیٰ طلحۃ الطلحات ہیں۔ ۱۴۲ھ میں وفات ہوئی۔

[۴] عبدالرحمٰن بن مل بن عمرو الھندی الکوفی، بصرۃ میں رہے، جاہلیت کا زمانہ بھی پایا اور جناب رسول اکرمؐ کے مبارک دور میں اسلام قبول کیا، لیکن ملاقات نہ کر سکے۔ کوفہ میں رہتے تھے لیکن حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد بصرہ منتقل ہوگئے اور فرمایا کرتے تھے: میں بھلا ایسے شہر میں کیسے رہ سکتا ہوں، جہاں رسول اللہؐ کے نواسے کو شہید کیا گیا ہو۔ ۱۰۰ھ میں فات ہوئی۔ دیکھیں تہذیب الکمال: ۱۷/ ۴۲۴۔ ۴۳۰

مانگی: اے اللہ! اس کی خواہشات اس کو لوٹا دیجئے۔ چنانچہ وہ بوڑھا فوراً اٹھا اپنا کھرپا اٹھایا اور دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بوڑھے سے دریافت فرمایا: کیا ہوا؟ ابھی اچھے خاصے کام کر رہے تھے بیچ میں چھوڑ کیوں دیا تھا؟ بوڑھے نے جواب دیا! کام کرتے کرتے مجھے خیال آیا میں کب تک کام کرتا رہوں گا اتنا تو بوڑھا ہو چکا ہوں، لہٰذا یہ سوچ کر میں نے کھرپا رکھ دیا اور خود لیٹ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ جب تک موت نہیں آتی زندگی تو گذارنی ہی ہے اور زندگی گزارنے کے لیے کام بھی کرنا ہوگا لہٰذا میں نے دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا۔[۱]

بھول اور امیدیں انسان کو چلا رہی ہیں:

(۲۳) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سلیمان بن حرب نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن زید نے معمر بن برعمہ کے حوالے سے اور انہوں نے حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: اگر بھول اور امیدیں نہ ہوتیں تو مسلمان راستوں میں بھی نہ چل سکتے۔[۲]

یعنی انسان اپنے غم اور نقصانات بھول کر پھر سے کام میں جت جاتا ہے اور آئندہ کی امیدیں زندگی کی امید اسے راہ پر لگائے رکھتی ہے اگر وہ اپنوں کی اور گذشتہ لوگوں کی موت یاد رکھے تو کچھ کام نہ کرے۔

بھول اور امید نعمتیں ہیں:

(۲۴) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے داؤد بن المحبر نے عبدالواحد بن زید کے حوالے سے (اور انہوں نے) حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا: بھول اور امید انسان کے لئے دو عظیم نعمتیں ہیں۔[۳]

(اس طرح نعمتیں ہیں کہ اسے نقصان غم اور موت بھلا دیتی ہیں اور آئندہ زندگی کی امید

---

[۱] دیکھیں بیہقی کی الزھد الکبیر: ۲۳۵ اور تہذیب الکمال: ۱۷/ ۴۲۴۔ ۴۳۰۔

[۲] دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین بشرح اسرار احیاء علوم الدین: ۱۰/ ۲۴۰

[۳] دیکھیں حلیۃ ابی نعیم: ۶/ ۱۶۴

اسے کام پر اور محنت کرنے پر آمادہ کردیتی ہے اگر یہ نہ ہوتیں تو کاروبار زندگی معطل ہوجاتا)

موت سے غفلت بھی اللہ کا احسان ہے:

(۲۵) فرماتے ہیں: مجھ سے میرے شیخ محمد بن الحسین البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عمرو بن ابی رزین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حزم کے بھائی سہیل نے غالب القطائی کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) بکر بن عبداللہ المزنی نے بیان کیا، کہا: مطرف بن عبداللہ [۱] نے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری موت کب آئے گی تو میری عقل زائل ہوجاتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو موت سے غافل کر کے ان پر احسان کیا ہے۔ اگر غفلت نہ ہوتی تو لوگ زندگی گزار سکتے اور نہ بازار وغیرہ بنتے۔[۲]

انسان زندگی میں موت کو بھول کر اپنے کاروبار زندگی میں لگا رہتا ہے لیکن اسلام نے اس نعمت کے صحیح استعمال کا حکم دیا ہے کہ موت کو از خود یاد کرتا رہے اور آخرت کی تیاری بھی اس کے ساتھ ساتھ کرتا رہے۔

انسان میں حماقت کی صفت رکھی گئی ہے:

(۲۶) فرمایا: مجھ سے سریج بن یونس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان المعمری [۳] نے سفیان ثوریؒ کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ انسان کو احمق پیدا کیا گیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو زندگی دشوار ہوجاتی۔[۴]

---

[۱] حضرت عبداللہ بن الشخیرؓ (معروف صحابی) کے صاحبزادے ہیں، بصرہ کے رہنے والے تھے، اپنے والد کے علاوہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن کعب، حضرت ابوذر اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی۔ ۸۷ھ ولید بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں پھیلنے والے طاعون جارف میں انتقال فرمایا۔

دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۱۹۸/۲ اور صفۃ الصفوۃ ۲۲۲/۳

[۲] دیکھیں صفۃ الصفوۃ: ۲۲۴/۳۔۲۲۵۔ اور اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۰/۱۰

[۳] محمد بن حمید الیشکری ابوسفیان، المعمری بھی کہا جاتا تھا کیوں کہ آپ معمر بن راشد کی طرف سفر کر کے گئے تھے، امام بخاری نے بھی ان کے تقویٰ وعبادت کا ذکر کیا ہے، امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی روایات بیان کی ہیں۔ ۱۸۲ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱۰۹/۲۵

[۴] دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۰/۱۰

مطلب یہ ہے کہ اگر عقل مندی کی تمام تر صفات پر پیدا کیا جاتا تو کوئی بھی شخص دنیا میں ذرہ برابر بھی دل نہ لگا تا انہی صفات حمق کی وجہ سے وہ دنیا کو چاہتا ہے مگر جنہیں عقل و شعور کا استعمال آ جاتا ہے وہ نرے احمق ہو کر آخرت کو نہیں بھولتے۔اور انبیاء کرام کو عقل کی اعلیٰ صفات کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے۔اسی لئے وہ دنیا کو بے ثبات اور لاہی سمجھتے ہیں۔

دنیا کی عمر کم عقلی کی مناسبت سے ہے:

(۲۷) فرماتے ہیں: مجھ سے سریج بن یونس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سعید نے عبدالرحمٰن الجمحی[1] نے بیان کیا فرمایا: دنیا کی عمر اہل دنیا کی کم عقلی کی مناسبت سے رکھی گئی ہے۔[2]

(یعنی انسان اپنی کم عقلی کی بنیاد پر دنیا میں جتنا لگا رہتا ہے اور اس کی بقاء کو چاہتا ہے اس کی انہی خواہشات کے مطابق دنیا کی طویل عمر رکھی گئی ہے تاکہ احمق اپنی خواہشات پر جیتا رہے)

تین قابل تعجب انسانی عادات:

(۲۸) فرماتے ہیں: ہم سے خالد بن مرداس السراج نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن یحییٰ الابح نے اپنے والد کے حوالے سے اور انہوں نے سلیمان التیمی کے حوالے سے اور انہوں نے ابو عثمان الہندی کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا فرمایا: تین چیزیں مجھے عجیب لگتی ہیں اور ہنسی آتی ہے: (۱) دنیا کی امید رکھنے والا حالاں کہ موت اس کی تلاش میں لگی ہوتی ہے۔ (۲) وہ غافل جس سے غافل نہیں رہا جاتا۔ (۳) اور منہ پھاڑ کر ہنسنے والا جو یہ نہیں جانتا کہ اللہ اس سے راضی ہے یا ناراض۔

---

[1] ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد کے قاضی تھے۔ابن عدی نے کہا ہے: ان کی احادیث غریب اور حسن درجہ کی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ مستقیم ہوں گی، کبھی کبھی انہیں وہم ہو جاتا ہے لہٰذا موقوف کو مرفوعاً اور مرسل روایت کو موصولاً بھی بیان کر دیتے ہیں، لیکن جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتے۔ ۱۸۶ھ میں وفات پائی۔ تہذیب التہذیب: ۳۱۹/۳ اور تہذیب الکمال: ۵۲۸/۱۰

[2] دیکھیں اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۰/۱۰

تین خوفناک باتیں:

مزید فرمایا: اور تین چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے مجھے غم زدہ کر دیا حتیٰ کہ میں رونے لگا: (۱) جناب رسول اللہ ﷺ ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ساتھیوں کی جدائی۔ (۲) میدان حشر کا خوف۔ (۳) اور وہ وقت جب مجھے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، مجھے نہیں معلوم کہ میرے لیے جنت کا حکم ہوگا یا جہنم کا۔[۱]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو انسان کی تین غفلت والی عادات قابل تعجب لگیں اور مضحکہ خیز ہونے کی وجہ سے انہیں ہنسی آئی۔ میدان حشر اور رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونا بہت ہی خوف ناک باتیں ہیں جن پر رونا آنا ہی تھا۔

خدا پر اعتماد اور کم خواہشیں پسندیدہ عمل ہے:

(۳۰) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن بسطام نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن میمون[۲] نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابو عیینہ[۳] کے آزاد کردہ غلام واصل نے بیان کیا (اور کہا) مجھ سے بلحریش (یعنی بنو حریش بن کعب) ایک شخص صالح البراد نے بیان کیا: فرمایا: میں نے زرارہ بن اوفی[۴] کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا: کہ آپ کے ہاں (یعنی آخرت میں) کون سا عمل سب سے زیادہ کار آمد ہے؟ تو فرمایا: اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور امیدوں اور خواہشات کی کمی۔[۵] (چنانچہ جس طرح خواہشات پر لگے رہنا لمبی امیدیں باندھنا اور دنیاوی چیزوں پر بھروسہ کرنا بری بات ہے اسی طرح خدا پر بھروسہ (توکل) اور کم امیدیں رکھنا رب تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے)

---

[۱] دیکھیں: اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۰/۱۰ اور الذھب للامام احمد: ۹۰/۲ اور حلیۃ الاولیاء: ۲۰۶/۱

[۲] پورا نام اس طرح ہے: ابو ایوب یحییٰ بن میمون بن عطاء القرشی التمار۔

[۳] ابو عیینہ بن المہلب بن ابی صفرۃ کے آزاد کردہ غلام واصل۔ ابو عیینہ کا نام غررۃ تھا، ثقہ ہیں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور باقی حضرات نے علاوہ ترمذی کے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۴۰۹/۳۰۔۴۱۰

[۴] زرارۃ بن اوفی الحرشی، کنیت ابو حاجب تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مستند روایات بیان کی ہیں۔ فجر کی نماز بنو قشیہ کی مسجد میں پڑھی اور نماز میں آیت (فاذا نقر فی الناقور) (المدثر: ۸) ترجمہ: اور جب صور پھونکا جائے گا" پڑھی اور گر پڑے اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔ یہ واقعہ ۹۳ھ میں پیش آیا۔ صفۃ الصفوۃ: ۲۳۰/۳

[۵] دیکھیں: اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۰/۱۰

اللہ تعالیٰ سے حیا کرو:

(۳۱) فرماتے ہیں: مجھ سے احمد بن عبدالاعلی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوسعید التیمی نے مالک بن مغول کے حوالے سے (اور انہوں نے) حسن بصری کے حوالے سے حدیث بیان کی (انہوں نے) فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا تم سب یہ چاہتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں! یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا: اپنی امیدوں کو کم کر دو، اپنے آخری وقت کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھو، اور اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو کہ حیا کرنے حق ادا کر دو۔[1]

(تین اہم نصیحتیں ہیں یعنی دنیاوی امیدیں کم رکھنا، موت کا دھیان اور دنیاوی معاملات اور اعمال میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا۔ یعنی گناہ کرتے وقت رب تعالیٰ سے حیا آ جائے اور نیکی کا عمل چھوڑتے وقت بھی اس سے شرم محسوس ہو اور دنیا میں اس کے بندوں کی حق تلفی بھی حیا سے روک دے)

زہد کا صحیح مطلب امیدیں کم کرنا ہے:

(۳۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن العباس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے وکیع نے سفیان ثوری کے حوالے سے بیان کیا (اور فرمایا): دنیا میں زہد یہ نہیں کہ گھٹیا غذا کھائی جائے اور گھٹیا درجے کا لباس پہنا جائے (بلکہ) زہد یہ ہے کہ اپنی امیدوں (خواہشات) کو کم کر دیا جائے۔[2] (مطلب یہ ہے کہ بے کار اور کم قیمت کھانا اور لباس ہی اصل زہد نہیں بلکہ امیدیں کم کر دینا زہد ہے۔ یوں نہ ہو کہ لباس کم قیمت اور گھٹیا پہن کر دنیاوی خواہشات میں لگا رہے۔ بلکہ دنیاوی امیدوں اور حرص سے خود کو دور رکھنا اصل زہد ہے لہٰذا زاہد بننے کا مطلب یہ ہرگز نہ لیا جائے کہ موٹا جھوٹا کھانا اور پہننا ہی زہد ہے)

دنیا کی امید کے بالکل ترک کا حال:

(۳۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن العباس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد

---

[1] یہ روایت حضرت حسن بصری کے مراسیل میں سے ہے۔ زبیدی فرماتے ہیں: آخری حصہ امام احمد اور ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے اور طبرانی نے اوسط میں الحکم بن عمیر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

[2] امام بیہقی نے اس روایت کو الزھد الکبیر میں ۷۹۔۱۰۲۔۱۹۴ پر اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء: ۳۸۶/۶ پر بیان کیا ہے

بن معمر نے بیان کیا: مفضل بن فضالہ[1] نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ ان کی امیدوں (خواہشات) کو ختم کر دیا جائے، تو ان سے کھانا پینا چھوٹ گیا۔ پھر انہوں نے دوبارہ دعا مانگی کہ امیدوں کو لوٹا دیا جائے تو ان کو دوبارہ کھانے پینے کی خواہش پیدا ہونے لگی۔[2]

(دراصل دنیا اور اس کے ترک میں فرق کرنا تھوڑا سا مشکل ہے دنیا کی امیدوں کو بالکل ترک کیا جائے تو کھانا پینا بھی ترک ہو جاتا ہے لیکن اس میں توازن رکھا جائے کہ خود کو کھانے پینے اور لباس سے بالکل دور نہ کرے بلکہ توازن رکھے کہ کم کھائے اور ہلکا لباس پہنے اور اپنی دنیاوی امیدوں کو کم کر دے)

امیدیں کم کرنے کا آسان نسخہ:

(۳۴) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے رستم بن اسامہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سوید الکلبی[3] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے داؤد الطائی[4] نے روایت بیان کی فرمایا: میں نے عطوان بن عمرو التمیمی[5] سے پوچھا: امیدوں کو کیسے مختصر کیا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: (اپنی زندگی کو اتنا مختصر سمجھو کہ) جیسے سانس کے آنے جانے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے (اس سے خواہشات کم ہو جائیں گی)

رستم کہتے ہیں: یہ بات میں نے حضرت فضیل بن عیاض کو بتائی تو وہ رونے لگے اور فرمایا: وہ سانس کا ذکر کرتے ہیں اور اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ کہیں ان کی سانس کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے، عطوان تو موت سے بہت ڈرنے والے تھے۔[6]

---

[1] اس نام کے چار افراد ہیں، یہاں مراد مفضل ابن فضالہ بن عبید الرعینی القتبانی مصر کے قاضی ابو معاویہ المصوری ہیں آپ نہایت نیک اور متقی تھے آپ کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں، ایک جماعت نے ان سے روایت بیان کی ہے۔ ۱۸۱ھ میں وفات ہوئی۔ صفوۃ الصفوۃ: ۳۱۳/۴، تہذیب الکمال: ۴۱۵/۲۸

[2] صفۃ الصفوۃ: ۳۱۳/۴ تہذیب الکمال ۲۱۸/۲۸ حلیۃ الاولیاء ۳۲۱/۸۔ [3] پورا نام اس طرح ہے: ابو الولید سوید بن عمرو الکلبی الکوفی العابد۔ ثقہ ہیں۔ [4] ابو سلیمان داؤد بن نصیر الطائی، حدیث کی سماعت کی اور علم فقہ میں کمال حاصل کیا پھر عبادت میں مشغول ہو گئے، امام اعظم ابو حنیفہ کی صحبت میں رہے، تابعین کی ایک جماعت سے مسند روایات بیان کیں، مہدی کی خلافت میں ۱۶۵ھ میں انتقال ہوا صفۃ الصفوۃ: ۱۳۱/۳۔۱۴۶۔

[5] لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ محمد بن سماک کہتے ہیں: میں نے عطوان بن عمرو سے زیادہ موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے آپ کو قبروں کے درمیان بے ہوش پڑے دیکھا، کچھ ہی دیر بعد آپ کو ہوش آیا تو آپ شرمندہ ہو گئے اور کہنے لگے شاید تھکن کی شدت کی وجہ سے میں یہیں سو گیا تھا۔ صفۃ الصفوۃ: ۱۲۶/۳۔۱۲۷ [6] ابن الجوزی نے یہ واقعہ صفۃ الصفوۃ: ۱۲۷/۳ پر ذکر کیا ہے۔

(مطلب یہ ہے کہ عطوانؒ نے جو بات کہی سمجھانے کے لئے کہدی لیکن حضرت فضیلؒ تو مثال میں بھی زندگی کو اتنا سا وقت دینے کو تیار نہیں ہیں یعنی زندگی کی اتنی امید بھی نہ رکھو جتنا سانس آنے جانے کا وقت ہے)

(۳۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے رستم بن اسامہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن السماک[۱] نے بیان کیا فرمایا: میں نے عطوان بن عمرو سے زیادہ موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔[۲]

(غالباً اس سے مراد موت کے بعد حساب کتاب کے حوالے سے ڈرنا ہو کہ عطوانؒ باوجود اپنے زہد و عبادت کے (خود کو انکساری کے آخری مرتبہ پر ہونے کی وجہ سے) خود کو گنہگار سمجھتے ہوں۔

امیدوں پر تین علماء کی گفتگو:

(۳۶) فرماتے ہیں مجھ سے محمد بن عباد بن موسیٰ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبید اللہ بن محمد القرشی نے حماد بن سلمہ کے حوالے سے (اور انہوں نے) علی بن زید[۳] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ تین علماء جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: بتاؤ! تمہاری خواہشات کا کیا حال ہے؟ ایک نے جواب دیا: جب بھی نیا مہینہ آتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری زندگی کا آخری مہینہ ہے۔ باقی دونوں ساتھیوں نے کہا: واقعی یہ تو بڑی لمبی امید ہے۔

---

[۱] ابوالعباس محمد بن صبیح العجلی ابن السماک، نہایت متقی پرہیزگار تھے، وعظ و نصیحت کرنے والوں کے سردار تھے، ان سے امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن ایوب العابد اور دیگر حضرات نے روایات بیان کی ہیں۔ ابن جدعان نے انہیں صدوق کہا ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ کتب ستہ میں ان کی کوئی روایت ذکر نہیں کی گئی، ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھیں سیر اعلام النبلاء: ۸/۳۲۸۔۳۳۰ صفۃ الصفوۃ: ۳/۱۸۴۔۱۷۷۔

[۲] صفۃ الصفوۃ: ۳/۱۲۷

[۳] ابوالحسن علی بن زید بن جدعان البصری المکفوف، اصل میں مکی تھے، زبردست فقیہ اور عالم تھے، تشیع کی طرف میلان تھا۔ روایات میں قوی نہیں۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم نے ثابت البنانی کے ساتھ ملا کر ان کی روایات نقل کی ہیں۔ ۱۲۹ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب الکمال: ۲۰/۴۳۴۔۴۴۵

دوسرے سے پوچھا، اس نے کہا: جب بھی ایک ہفتہ گزرتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس نئے آنے والے ہفتے میں میری موت واقع ہو جائے گی۔ باقی دونوں ساتھیوں نے کہا، واقعی امید تو تمہاری بھی لمبی ہے۔

تیسرے ساتھی سے پوچھا بتاؤ! تمہاری امید کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اس شخص کی بھلا کیا امید ہوسکتی ہے جس کی جان بھی اس کے قبضہ میں نہ ہو۔[1]

(امید تو وہاں ہو جہاں خود کی کسی ہاتھ میں کچھ ہو جو زندگی اپنے اختیار میں نہیں اس کی امید کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے اور یہی امید کا حال ہے کہ دنیا کی امید اور زندگی کی امید کی ہی نہیں جاسکتی)

امیدیں مختصر کردینے کا صحیح مطلب:

(۳۷) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حمیدی[2] نے سفیان ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: مالک بن مغول[3] فرماتے ہیں: جس نے اپنی امیدوں کو مختصر کردیا، اس کی زندگی آسان ہوگئی۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: مراد کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے سے ہے۔

سونے کے بعد اٹھنے کی امید مت کرو:

(۳۸) فرماتے ہیں: ہم سے ابوعلی الجروی[4] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو حفص التنیسی قائم بن عبداللہ[5] ھشام بن یحییٰ الغسانی اپنے والد[6] کے حوالے سے بیان

[1] دیکھیں الزہد للحسن البصری: ۸۱ محمد عبدالرحیم محمد کی تحقیق کے ساتھ اور کتاب الزہد للامام عبداللہ ابن المبارک: ۸۵-۸۶، رقم: ۲۵۳

[2] پورا نام اس طرح ہے: ابوبکر عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ الحمیدی۔

[3] ابوعبداللہ مالک بن مغول بن عاصم البجلی الکوفی، علماء کے سردار تھے ابن معین اور امام احمد نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ عجلی کہتے ہیں کہ آپ نہایت نیک آدمی تھے۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے کہا: اللہ سے ڈرو۔ تو آپ ڈر کے مارے زمین پر لیٹ گئے۔ ۱۵۹ھ میں وفات پائی۔ سیر اعلام النبلاء: ۷/۱۷۴-۱۷۶

[4] ان کا نام حسن بن عبدالعزیز ہے اور جروی اپنے جد اعلیٰ "جری" کی طرف نسبت کی وجہ سے کہلاتے ہیں۔

[5] تنیس کی طرف نسبت ہے۔

[6] ابوعثمان یحییٰ بن یحییٰ بن قیس الغسانی الدمشقی، اہل دمشق کے سردار، عمر بن عبدالعزیز نے ان کو موصل کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ثقہ ہیں اور اہل شام کے فقیہہ اور قاری ہیں۔ ۱۳۵ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۳۲/۳۷-۴۱

کرتے ہیں (انہوں نے) فرمایا: میں جب بھی کبھی سوتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اب میں جاگ بھی پاؤں گا یا نہیں (اس لئے سونے سے پہلے پاک صاف ہو کر گناہوں کی معافی طلب کر کے سونا چاہئے حقیقت یہی ہے کہ سونے کے بعد اٹھنے کی امید کرنا بھی شاید توحید کے خلاف ہے۔ کس بل بوتے پر ہم یہ امید کرتے ہیں؟)

قمیص دھونے تک کے وقت کی امید نہیں:

(۳۹) فرماتے ہیں: ہم سے سعدویہ [۱] اور اسحاق بن ابراہیم نے ابومعاویہ [۲] کے حوالے سے (اور انہوں نے) ھشام [۳] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: کسی نے عرض کیا: اے ابوسعید! آپ نے اپنی قمیص نہیں دھوئی؟ فرمایا: موت اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔ [۴] (حضرت بصریؒ کا مطلب یہ تھا کہ جتنے وقت میں قمیص دھلے گی اتنے وقت کو عبادت میں کیوں نہ گذار دیا جائے موت تو اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے اس وقت میں آ گئی تو یہ وقت بغیر عبادت کے چلا جائے گا)

موت بہت زیادہ تیز رفتار ہے:

(۴۰) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق [۵] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان بن عینیہ نے ابوموسیٰ [۶] کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا: کہ ایک مرتبہ ان کے صاحب زادے نے کہا: ابا جان! یہ تیر ٹوٹ گیا ہے۔ پوچھا: کون سا؟ عرض کیا یہ والا (اور تیر دکھایا) حضرت حسن بصریؒ نے اس پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا: موت اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔ [۷]

---

[۱] ابوعثمان سعید بن سلیمان الضبی الواسطی المعروف بسعدویہ۔ ۲۲۵ھ میں وفات پائی۔

[۲] ھشیم بن بشیر بن القاسم السلمی ابومعاویہ ابن ابی خازم، بخاری کے رہنے والے تھے ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۳۰/۲۷۲۔۲۸۸۔

[۳] ابوعبداللہ ھشام بن حسان الازوی القردوسی البصری۔

[۴] دیکھیں بیہقی کی الزھد الکبیر: ۲۲۶، حلیہ الاولیاء: ۶/۲۷۰ اور اتحاف السادۃ المتقین: ۱۰/۲۴۱

[۵] اسحاق بن ابراہیم العزیز مراد ہیں۔ [۶] اسرائیل بن موسیٰ ابوموسیٰ البصری جو ہندوستان میں مقیم ہوگئے تھے۔ [۷] دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۲/۱۵۶

گذرتی اور آئندہ زندگی کی بہترین مثال:

(۴۱) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں یحییٰ بن یمان نے اشعث بن اسحاق[1] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حسن بصریؒ کے حوالے سے بیان کیا، فرماتے ہیں: موت تمہاری پیشانیوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے لپٹی جارہی ہے۔[2] (یہ انسانی زندگی کی بہت شاندار مثال ہے بالکل یوں کہ انسان ایک قالین (زندگی) پر چلتا جارہا ہے اور پیچھے وہ قالین لپٹی جارہی ہو کہ اب اس سابقہ زندگی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں رہا اور آئندہ زندگی پر چلنا یوں ہے کہ موت تو پیشانی سے بندھی ہے نہ جانے کب پکڑ لے تو باقی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں)

جلاد پیچھے کھڑا ہے:

(۴۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن عباد العکلی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسود بن عامر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن سلمہ نے حمید الطّویل کے حوالے سے بیان کیا: فرمایا: ایک مرتبہ بکر بن عبداللہ المزنی[3] کی ملاقات ابو جمیلہ[4] سے ہوئی تو فرمایا: اے ابو جمیلہ! کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرا حال اس شخص کی طرح ہے جس کی گردن جلاد کی تلوار کے سامنے تنی ہوئی ہو اور اس بات کا انتظار ہو کہ کب اس کی گردن اڑادی جائے۔[5] (یہ موت کے یقین اور دنیاوی زندگی سے ناامیدی کی بہترین مثال ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جلاد پیچھے ہے نہ جانے اسے کب اشارہ ہو جائے)

---

[1] اشعث بن اسحاق بن سعد بن مالک الاشعری القمی۔ یحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور امام احمد بن حنبل نے صالح الحدیث کہا ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۵۹/۳۔۲۶۰ [2] اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۱/۱۰

[3] جلیل القدر تابعی ہیں، جماعت نے ان سے روایت کی ہے، ثقہ اور ثبت ہیں، بہترین انسان تھے۔ ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۲۱۶/۴۔۲۱۹۔ [4] میسرۃ ابن یعقوب ابو جمیلہ الطھوی الکوفی، حضرت علیؓ کے علم بردار تھے، حضرت حسن بن علی، حضرت علی اور حضرت عثمانؓ سے روایت کی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۹۴/۲۹۔۱۹۷

[5] اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۱/۱۰

دوسروں کی زندگی سے سبق حاصل کرو:

(۴۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے قاسم بن عمرو بن محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سوید بن عمرو[1] نے بیان کیا (اور کہا) میں نے داؤد طائی ؒ کو فرماتے سنا (انہوں نے فرمایا) اگر مجھے یہ امید (یا خواہش) ہو کہ میں پورا مہینہ زندہ رہوں گا تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا، اور بھلا میں یہ سوچ بھی کیسے سکتا ہوں جب کہ صبح شام مجھے یہ دکھائی دے رہا ہے کہ مصائب و آلام، رنج و غم لوگوں کو گھیرے جا رہے ہیں[2]

لمبی امیدوں پر رب تعالیٰ کے حضور معافی مانگتے رہو:

(۴۴) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن حسین البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے قاسم بن ابی سعید نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابراہیم بن خازم بن سلمہ الفراء نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا عمر بن نضر الحارثی [3] فرما رہے تھے: ''میں اپنی لمبی امیدوں (خواہشوں) کی اللہ تعالیٰ کے حضور شکایت کرتا ہوں، اور اپنی بے انتہاء غفلت کا اللہ ہی کے حضور احتساب کرتا ہوں'' (یعنی امیدوں کی روک تھام اختیاری نہ ہو تو رب تعالیٰ سے مدد مانگو اس سے امیدوں کی شکایت کرو کہ یہ میرے پیچھے لگی ہیں اور میں غفلت کا مارا ان سے بچ نہیں پا رہا۔ اے رب تعالیٰ میری امداد کیجئے)

موت کے سفر کی مکمل تیاری رکھنی چاہئے:

(۴۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن العباس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ

---

[1] ابو الولید سوید بن عمرو الکلبی الکوفی العابد۔ ثقہ اور ثبت ہیں۔ مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۲/ ۲۶۳۔۲۶۵

[2] اتحاف السادۃ المتقین: ۱۰/ ۲۴۱

[3] کوفہ کے سب سے زیادہ عبادت گزار شخص تھے، روایات چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گئے تھے، نبی کریمؐ کی طرف نسبت کر کے مرسل روایات بیان کیں۔ ابن المبارک کہتے ہیں: جب محمد بن النضر کے سامنے موت کا ذکر ہوتا تو ان پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ صفۃ الصفوۃ: ۳/ ۱۵۹۔۱۶۰

بن المتوکل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مبارک[۱] نے حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا: بعض اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ پانی کا ایک ڈول اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے کہ اگر کہیں استنجاء کرنا پڑے تو بعد میں فوراً وضو کرسکیں۔ کیوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ استنجاء کے بعد پانی تلاش کررہے ہوں اور موت کا وقت آجائے۔[۲]

(اسلام نے اپنے عمل سے موت کی مکمل تیاری دکھائی ہے کہ کہیں کوتاہی نہ ہو جس طرح ہم دفاتر میں اچانک چیکنگ کے ڈر سے مکمل تیاری کر کے رکھتے ہیں۔ ایسے ہی موت بھی ہے)

لمبی امیدوں سے بچنے کی دعائے نبویؐ:

(۴۶) فرماتے ہیں: ہم سے ابو بلال الاشعری نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے جابر بن سلیمان نے ابوعمیر المکی[۳] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حوشب[۴] کے حوالے سے بیان کیا (فرمایا): جناب نبی کریم ﷺ ان الفاظ کے ساتھ (بھی) دعا مانگا کرتے تھے:

"اللھم انی اعوذبک من دنیا تمنع خیر الآخرۃ، و اعوذبک من حیاۃ تمنع خیر الممات، و اعوذبک من امل یمنع خیر العمل"

ترجمہ: "اے اللہ! میں ایسی دنیا سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں جو آخرت کی بھلائی مجھ تک نہ آنے دے، اور ایسی زندگی سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں جو موت کی بھلائی مجھ تک نہ آنے دے اور ایسی امید (خواہش) سے بچنے کے لئے آپ

---

۱ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مبارک بن فضالۃ العدوی ہیں۔ یہی حسن بصری سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۳ یا ۱۴ سال ان کی خدمت میں رہے۔

۲ کتاب الزھد میں ابن المبارک نے قریب قریب الفاظ سے یہی روایت بیان کی ہے۔ الزھد: ۹۹ رقم: ۲۹۳

۳ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مراد حارث بن عمیر ابوعمیر البصری ہیں۔ مکہ میں مقیم ہوگئے تھے۔ تہذیب التہذیب: ۱/ ۴۱۵

۵ معلوم ہوتا ہے کہ حوشب سے مراد حوشب بن مسلم الثقفی ہیں۔ مزی نے ذکر کیا ہے کہ عموماً حوشب کا تذکرہ بغیر نسبت کے ہوا ہے۔ تہذیب الکمال: ۷/ ۴۶۴۔ بہت عبادت گزار اور عارف کامل تھے، دنیا سے کنارہ کش تھے۔ حضرت حسن بصریؒ کے بڑے متبعین میں سے تھے۔ حلیۃ الاولیاء: ۶/ ۱۹۷۔ ۲۰۰

کی پناہ میں آتا ہوں جو نیک اعمال کرنے سے مجھے روکے‘‘

مال کی محبت اور حرص کبھی ختم نہیں ہوتیں:

(۴۷) فرماتے ہیں: مجھ سے حسن بن عبدالعزیز الجروی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ایوب ابن سوید نے یونس[1] کے حوالے سے (انہوں نے) زہری کے حوالے سے (اور انہوں نے) ابن المسیب اور ابو سلمہ[2] کے حوالے سے (اور ان دونوں نے) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی (انہوں نے فرمایا) جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’بوڑھے کا دل بھی دو چیزوں کے بارے میں میں جوان ہی رہتا ہے: مال کی محبت اور لمبی امید (خواہش) [3]

(اصل یہ ہے کہ اپنے دل کی خواہشات کو شروع ہی سے مارنے کی کوشش کی جائے خواہش کبھی خود نہیں مرتی انسان بوڑھا ہو جائے تب بھی خواہش کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتی ہے)

خواہشات بھری زندگی، موت تعاقب میں:

(۴۸) فرمایا: مجھ سے ابو محمد البزاز نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے مسلم بن ابراہیم نے ہمام بن یحییٰ (اور انہوں نے) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کے حوالے سے (اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: ’’ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ نے کچھ لکیریں کھینچیں اور ایک لکیر بقیہ لکیروں سے کچھ دور کر کے کھینچی اور فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو (ان لکیروں سے مراد) کون سی مثال (بیان کرنا) ہے؟ یہ لکیر اس شخص کی طرح ہے جو لمبی خواہشوں میں مشغول ہے، اور یہ دور والی لکیر اس کی خواہشیں ہیں، اب یہ انہی خواہشات تک پہنچنے میں مشغول ہوتا ہے کہ اسے موت آ لیتی ہے۔[4]

---

[1] مراد ابو یزید یونس بن یزید بن ابی النجاد الدیلی ہیں۔

[2] ابو سلمۃ بن عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزھری المدنی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔

[3] دیکھیں بخاری، الرقاق، باب من بلغ ستین سنۃ فقد اعذر اللہ الیہ فی العمر: ۷/۱۷۱ البتہ روایت میں مال کی محبت کے بجائے دنیا کی محبت کا ذکر ہے۔

[4] اسی سند سے امام بخاری نے یہ روایت بیان کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: آپ نے چند لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ (دور والی) لکیر انسان کی منصوبہ بندی ہے اور یہ (قریب والی) لکیر انسان کی موت ہے، انسان ابھی اپنی منصوبہ بندیوں میں ہی لگا ہوتا ہے کہ یہ (قریب والی) لکیر (یعنی موت) اس کو آ لیتی ہے۔

دو خطرناک چیزیں، خواہشات کی اتباع اور امید:

(۴۹) فرماتے ہیں: ہم سے یعقوب بن عبید نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں یزید ابن ھارون نے بتایا (اور کہا) ہمیں سفیان ثوری نے زبید الایامی [۱] کے حوالے سے اورانہوں نے مہاجر العامری کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دو چیزیں ایسی ہیں جن سے میں تم لوگوں کے بارے میں بہت خوف زدہ ہوں۔ (۱) خواہشات کی پیروی۔ (۲) اور لمبی امیدیں۔

خواہشات کی پیروی تو حق سے روک دیتی ہے، جب کہ لمبی امیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں، سنو! آخرت تمہاری طرف متوجہ ہو کر آ رہی ہے، سنو! دنیا تم سے منہ سے موڑ کر جا رہی ہے، (دنیا و آخرت) دونوں کی اولادیں ہوتی ہیں، تم آخرت کی اولاد بنو، دنیا کی اولاد مت بننا، کیوں کہ آج عمل کا وقت ہے حساب کتاب کا نہیں، اور کل حساب کتاب کا وقت ہو گا عمل کا نہیں ہے [۲] (مسلمان تو آخرت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے لہٰذا اس کے ہر عمل سے محسوس ہونا چاہئے کہ یہ عمل برائے آخرت ہے چاہے وہ خالص دنیاداری کا ہی عمل کیوں نہ ہو، مقصد اس کا جب آخرت ہو گا تو عمل کرنے والا آخرت کی اولاد ہی کہلائے گا)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا زاہدانہ خطبہ:

(۵۰) فرماتے ہیں: ہم سے ابو عبداللہ الازدی [۳] نے حسن بن محمد الخزاعی [۴] کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک شخص کے حوالے سے بیان کیا: حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا: یقیناً ہر سفر کے لئے سفری ساز و سامان ہوتا ہے، لہٰذا تم اپنے دنیا سے آخرت کی جانب سفر کے لئے تقویٰ کا ساز و سامان تیار رکھو، اور ایسے بن جاؤ جیسا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اپنا اجر و ثواب اور سزا و وعید کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے، اسے (نیک اعمال کی) رغبت بھی ہوتی ہے اور ڈرتا بھی ہے، اور ہرگز لمبی امیدوں میں مت پڑنا کیوں کہ اس سے

---

[۱] الایامی یا الیامی جیسا کہ دیگر نسخوں میں آیا ہے پورا نام اس طرح ہے: ابو عبدالرحمٰن (ابو عبداللہ بھی کہا جاتا ہے) زبید بن الحارث بن عبدالکریم۔

[۲] دیکھیں: الصحیح البخاری، الرقاق، باب فی الامل وطولہ: ۷/ ۱۷۰-۱۷۱ اور کتاب الزھد لا مام احمد: ۲/ ۴۷۔ اور حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ۱/ ۷۶

[۳] حلیہ میں ابو عبدالرحمٰن حاتم بن عبید اللہ الازدی ہے۔

[۴] حلیہ میں حسن کے بجائے حسین بن محمد الخزاعی تحریر ہے۔

تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور خود کو دشمنوں کے سامنے پیش کر دو گے، اللہ کی قسم! بھلا جس شخص کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ صبح کے بعد شام ہو گی بھی یا نہیں، یا شام کے بعد صبح ہو گی بھی یا نہیں، وہ کیسے لمبی لمبی امیدیں لگا سکتا ہے، اور بعض اوقات صبح شام کے درمیان ہی موت آجاتی ہے، میں نے کتنے ہی لوگوں کو دیکھا اور تم بھی دیکھ چکے ہو کہ لوگ دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہیں، اطمینان وسکون تو اسی کو مل سکتا ہے جسے اللہ کے عذاب سے نجات کا یقین ہو، اور وہی آدمی خوش ہو سکتا ہے جو قیامت کے ہولناک حالات سے محفوظ ہو، وہ شخص بھلا کیسے خوش ہو سکتا ہے جو ابھی ایک زخم کی مرہم پٹی سے فارغ نہ ہوا ہو کہ ایک اور چوٹ لگ جائے۔

میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسی بات کا حکم دوں جس پر میں خود عمل نہیں کرتا، اگر میں ایسا کروں تو مجھے اپنے سودے میں نقصان ہو جائے گا، اس دن میری بدحالی اور مسکینی کا اظہار ہو گا جس دن امیری اور غریبی کا پتہ چل جائے گا، اور میزان عدل قائم ہو گا۔ ایک ایسا معاملہ تمہارے حوالے کیا گیا ہے کہ اگر یہ معاملہ ستاروں کے حوالے کیا جاتا تو ان کی چمک ماند پڑ جاتی، اگر یہ معاملہ پہاڑوں کے حوالے کیا جاتا تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور اگر زمین کے حوالے کیا جاتا تو زمین پھٹ جاتی۔

کیا تم جانتے نہیں کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی جگہ نہیں؟ اور تم ان دونوں میں سے کسی ایک جگہ جانے والے ہو۔[۱] (اس معاملہ سے دین اور قرآن کی ترویج واشاعت و حفاظت کی ذمہ داری ہے جس کی طرف (پارہ ۲۲ رکوع ۶) میں اشارہ کیا گیا ہے)

اولیاء کرام کے خطوط کا منظر:

(۵۱) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم بن سعید الاصبہانی نے روایت بیان کی (اور کہا) محمد بن یوسف الاصفہانی [۲] (جو بہت عبادت گذار بزرگ تھے) نے اپنے کسی ساتھی کو لکھا:

۱۔ دیکھیں: اتحاف السادۃ المتقین: ۲۴۱/۱، احیاء علوم الدین: ۶۶۳/۴ اور حلیۃ الاولیاء: ۲۹۱/۵

۲۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن معدان الاصبہانی۔ ابن المبارک انہیں زاہدوں کا دولہا کہا کرتے تھے۔ لوگوں کے درمیان معروف نہ تھے، کہا کرتے تھے: کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مشہور ہو جاؤں اور لوگ مجھ سے محبت کرنے لگیں اور میں دین داری میں معروف ہو جاؤں۔ مصیصۃ نامی جگہ پر ایک جنازے کے ساتھ قبرستان گئے وہاں ابو اسحاق الفزاری اور مخلد بن الحسین کی قبریں دیکھیں، ان دونوں قبروں کے درمیان ایک قبر کی جگہ خالی تھی، فرمایا: اگر کوئی شخص مر جائے تو اسے یہاں دفن کیا جائے۔ ابھی بمشکل دس دن ہی گزرے ہوں گے کہ اسی جگہ آپ کی تدفین ہوئی۔ صفۃ الصفوۃ: ۱۸/۴۔۸۳

جس جس کی طرف سے تم ہمیں سلام بھیجتے ہو، ہماری طرف سے بھی ان سب کو سلام کہہ دینا، اور سنو! اپنی آخرت کے لئے ساز وسامان تیار رکھو، اپنی دنیا سے ایک طرف ہو جاؤ، موت کی تیاری کرلو، اور دنیا چھوڑ دینے کے قریب ہوتے جاؤ، اور یاد رکھو! موت کے بعد ایسے ایسے ہول ناک اور پریشان کن حالات پیش آتے ہیں کہ انبیاء بھی اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ والسلام۔[1] (اولیاء کرامؒ کے خطوط اور مزاج پرسی بھی آخرت کی تیاری کی نصیحت اور تدین اختیار کرنے کی وصیت اور باعمل بننے کی ترغیب پر مشتمل ہوا کرتی تھی مذکورہ خط بھی اسی کا ایک نمونہ ہے)

دنیا ایک خواب ہے:

(۵۲) فرماتے ہیں: ہم سے حسین بن عبدالرحمٰن نے قریش کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا: امابعد، دنیا خواب ہے اور آخرت بیداری، اور ان دونوں کے درمیان موت ہے، اور ہم اسی خواب وخیال میں مشغول ہیں۔ والسلام۔[2] (حقیقت یہی ہے کہ دنیا ایک خواب کی طرح ہے کہ جب دنیا سے زندگی گذار کر کوئی شخص اپنے اصل مسکن کی طرف لوٹے گا تو اسے دنیا کی زندگی ایک خواب کی طرح ہی لگے گی اس دنیا کو بالکل اسی طرح بقاء حاصل نہیں جس طرح خواب کو حاصل نہیں ہوتی)

دنیا کا غم بہت طویل ہے:

(۵۳) بیان کرتے ہیں: مجھ سے میرے بعض ساتھیوں نے روایت بیان کی (اور کہا) ایک شخص نے اپنے بھائی کو لکھا: دنیا کا غم بہت طویل ہے، جب کہ انسان کی موت بہت قریب ہے، ہر وقت کسی نہ کسی چیز میں کمی اور نقصان ہوتا رہتا ہے، اور بلا وآزمائش انسان کے جسم کی طرف بڑھتی رہتی ہے۔ والسلام۔[3]

(دنیا میں پڑنے کا بڑا نقصان یہی ہے کہ نہ ختم ہونے والے غموم وہموم شروع ہو جاتے ہیں کبھی کچھ تو کبھی کچھ، لہٰذا دنیا سے تعلق جتنا کم ہوگا اس شخص کی پریشانیاں اتنی ہی کم ہونگی)

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۲۳۵/۸۔۲۳۶ [2] احیاء علوم الدین: ۶۶۲/۴

[3] احیاء علوم الدین: ۶۶۲/۴

فکر سے معمور کچھ اشعار:

(۵۴) فرماتے ہیں: ابوبکر بن علی نے یہ اشعار سنائے:

قل للمؤمل ان الموت فی اثرک   ولیس یخفی علیک الامر من نظرک

ترجمہ: ''امیدیں اور خواہشات رکھنے والے سے کہہ دو کہ موت پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے۔اور یہ بات تو خود بھی جانتا ہے کہ''

فیمن مضی لک ان فکرت مفتکر   ومن یمت کل یوم فھو من نذرک

ترجمہ: ''تو کیا کرتا رہا ہے اگر تو سوچے تو۔اور روزانہ جو لوگ مرتے جارہے ہیں جو تجھے ڈرانے کے لئے کافی ہیں''

دار تسافر فیھا من غد سفرا   فلا تؤدب اذا سافرت من سفرک

ترجمہ: ''یہ ایسا گھر ہے جہاں سے کل تجھے بھی روانہ ہونا ہے لہٰذا جب تو سفر پر روانہ ہونے لگے تو کسی کو برا بھلا مت کہنا''

تضحی غدا سمرا للذاکرین کما   صار الذین مضوا بالامس من سمرک

ترجمہ: ''اگلی صبح تک تو بھی اسی طرح یاد کرنے والوں کے لئے ایک قصہ کہانی بن جائے جس طرح تجھ سے پہلے جانے والے تیری قصہ کہانیوں کا حصہ بنے''

دنیا کی بے ثباتی پر بہترین اشعار:

(۵۵) اور فرمایا: مجھے یہ اشعار سنائے:

نودی بصوت ایما صوت   ماأقرب الحی من الموت

ترجمہ: ''ایسی آواز سے پکارا گیا (جس کی بھی/جو بھی وہ آواز تھی) زندہ موت سے کتنا قریب ہے''

کان اھل الغی فی غیھم   قد أخذوا أمنا من الموت

ترجمہ: ''جیسے بغاوت کرنے والے سرکشی میں مشغول ہوں اور انہوں نے موت سے امن خرید لیا ہو''

کم مصبح یعمر بیتا لہ　　لم یمس الاخارب البیت

ترجمہ: ''کتنے ہی صبح کرنے والے ہوتے ہیں جو اپنے گھروں میں آباد ہوتے ہیں اور شام ہوتے ہوتے گھر کھنڈر ہو جاتا ہے''

ھذا وکم حی بکی میتا　　فأصبح الحی مع المیت

ترجمہ: ''یہ بھی اور یہ بھی سنو کہ کتنے ہی زندہ لوگ ایسے ہیں جو کسی میت پر رو رہے ہوتے ہیں حالاں کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ خود بھی میت کے ساتھیوں میں سے ہو جاتے ہیں''

اپنی نیت درست کر کے اسے عمل سے ثابت کرو:

(۵۶) فرماتے ہیں مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے بکر بن محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سکن بن اسماعیل نے حوشب کے حوالے سے اور انہوں نے ابو المتوکل الناجی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے کہا): سلیمان بن عبدالقیس[۱] نے مجھ سے کہا: اے ابوالمتوکل! میں نے جواب دیا: جی حاضر ہوں۔

فرمایا: ایسے اعمال کا اہتمام کرو جو تمہیں دنیا سے دور کر دیں، آخرت کی طرف متوجہ کریں اور اللہ کے قریب کر دیں۔

میں نے عرض کیا: ایسے اعمال کون سے ہیں اے عبداللہ!

فرمایا: اپنی توجہ دنیا سے کم کرتے جاؤ، اپنی نیت کی اصلاح کرو اور اپنے عمل کے ذریعے اپنی نیت کی تصدیق کرو۔

میں نے عرض کیا: کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ میں بآسانی ان اعمال کو اپنی زندگی میں لاسکوں؟ فرمایا: دنیا سے اپنی امیدیں کم کرلو، آخرت میں اپنی توجہ بڑھاؤ یہاں تک کہ دنیا سے تنگ دل ہو جاؤ اور آخرت کے بارے میں غم زدہ رہو، جب تم اس مقام تک پہنچ جاؤ گے تو تمہارے نزدیک موت سے زیادہ پسندیدہ اور زندگی سے زیادہ ناپسند اور کوئی چیز نہ رہے گی۔

---

[۱] سلیمان بن قیس الیشکری البصری۔ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید الازدی اور حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایات بیان کیں۔ حضرت جابرؓ کی صحبت میں رہے اور ان سے روایات سنیں اور لکھیں، اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی آزمائش کی وجہ سے حضرت جابرؓ سے پہلے انتقال ہوا۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ تہذیب الکمال: ۱۲/۵۵۔۵۶

میں نے کہا: اے عبداللہ! میں نہیں سمجھتا تھا آپ اتنی عمدہ نصیحت بھی کر سکتے ہیں! فرمایا: کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں جو میں عمدہ طریقے سے کر سکتا ہوں حالاں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ میں یہ خوبی نہ ہوتی، اور کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں جو میں عمدہ طریقے سے نہیں کر سکتا، حالاں کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھ میں یہ خوبی ہوتی، وہ کام جنہیں میں عمدہ طریقے سے کر سکتا ہوں اگر میں ان پر عمل نہ کروں تو مجھے بھلائی سے بے نیاز نہیں کر سکتے۔ اللہ کی قسم! اگر میری موت کے وقت اللہ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا آئے اور مجھے بتائے کہ تیرا ٹھکانہ جہنم ہے اور میری زندگی کی ایک ہی ساعت باقی ہے تو......[۱] اپنے آپ کو ہلاکت سے نہ بچا سکوں گا، اور نہ باقی ماندہ عمر میں اپنے نفس سے محنت کروا سکوں گا تا کہ موت کے وقت میرے لئے کچھ عذر کا باعث ہو۔ (آخرت پر توجہ اور دنیا سے بے رغبتی کا اولین اصول اپنی نیت کو درست کر کے اسے عمل سے ثابت کرنا ہے اسی سے آخرت پر توجہ مرکوز کرنے میں مدد ملتی ہے)

اپنی امیدیں ختم کر کے مقام ولایت تک پہنچا جا سکتا ہے:

(۵۷) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن العباس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن صالح الحناط نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابوعبداللہ محمد بن مرشد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے میرے بعض ساتھیوں نے بیان کیا: کہ وہ لوگ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں ایک منزل پر ٹھہرے تو ایک شخص ان کے پاس آیا، نہ اس کے پاس کوئی برتن وغیرہ تھا اور نہ کوئی چپل وغیرہ۔ اس نے آ کر پوچھا: کیا میں تمہیں کچھ پانی لا دوں؟ چنانچہ ان لوگوں نے اس کو برتن دے دیا، اس شخص نے انہیں پانی لا کر دیا، انہوں نے اس کو کچھ روٹی وغیرہ دی، اس نے کچھ دیر بعد وہ روٹی کھالی، پھر اپنا سر ڈھانک کر لیٹ گیا اور سو گیا۔

جس شخص نے اجنبی کو روٹی دی تھی وہ سمجھ گیا کہ اجنبی ابھی بھوکا ہوگا، اور وہ لوگ خود تو کھانا کھا ہی چکے تھے، لہٰذا اس نے دو روٹیاں لے کر بیچ میں کچھ گوشت رکھا اور اجنبی کے پاس آ کر اس کو جگایا اور کھانا کھانے کو کہا اس نے جواب دیا: مجھے بھوک نہیں۔ اس نے اصرار کیا۔ اجنبی نے پھر بھی انکار کر دیا۔ یہ دیکھ کر قافلے والے نے کہا (لگتا ہے) اہل

---

[۱] یہاں اصل عربی نسخے میں کچھ کلمات مٹے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے نسخے سے ملائے گئے لیکن وہ بھی پڑھے جانے کے قابل نہ تھے۔

ولایت ولایت میں کیسے پورے ہو جاتے ہیں؟ اجنبی نے پوچھا: غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اہل ولایت ولایت کے اعلیٰ مقامات تک کیسے پہنچ پائے۔ قافلے والے نے کہا: ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ اجنبی نے جواب دیا: اہل ولایت دنیا سے اپنی امیدیں ختم کر کے ولایت کے اعلیٰ مقامات تک پہنچتے ہیں۔ قافلے والے نے پوچھا: یہ لوگ دنیا سے اپنی امیدیں کیسے ختم کرتے ہیں؟ اجنبی نے جواب دیا: اپنے پاس چیزوں کو جمع کر کے نہیں رکھتے۔

قافلے والے نے پوچھا: وہ لوگ اپنے پاس کم چیزیں رکھنے پر کیسے قادر ہو جاتے ہیں؟ اجنبی نے کہا: وہ لوگ اسی وقت کوئی چیز لیتے ہیں جب انہیں اس چیز کی ضرورت ہو۔ قافلے والے نے پوچھا: پھر تو تمہارے نزدیک کسی کا دینا یا نہ دینا برابر ہوگا؟ اجنبی نے جواب دیا: اگر اہل ولایت ان دونوں میں سے کسی بھی چیز پر گندم کے دانے کے برابر بھی رغبت کا اظہار کریں تو ان سے مقام رضا چھن جاتا ہے۔

یہ کہہ کر وہ اجنبی مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گیا اور روٹیاں بھی نہ لیں۔ قافلے والے نے کہا: پھر میں نے اس شخص کو طواف کرتے ہوئے دیکھا، اس نے بھی مجھے دیکھا اور پہچان لیا پوچھا: تم وہی ہو نا دو روٹیوں والے؟ قافلے والے نے کہا: میں نے اس کو جواب دیا: ہاں میں وہی ہوں۔ اجنبی نے کہا: اللہ کی قسم! معاملہ ایسا ہی ہے جیسا میں نے کہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ ہجوم میں غائب ہو گیا اور پھر کبھی مجھے دکھائی نہ دیا۔

اگر موت کی حقیقت معلوم ہو جائے تو......

(۵۸) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن اسماعیل[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان بن عینیہ نے مسعر بن کدام یا کسی اور کے حوالے سے (اور انہوں نے) عون بن عبداللہ بن عتبہ[۲] کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: آج تک موت اپنی حقیقت کے مطابق

---

[۱] ابو یعقوب اسحاق بن اسماعیل الطالقانی، یتیم کے نام سے معروف تھے۔ ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔

[۲] ابو عبداللہ عون بن عبداللہ بن عتبہ الھذلی، عابد و زاہد ثقہ تھے امام بخاری کے علاوہ جماعت نے ان کی روایت نقل کی ہے۔ سفیان بن عینیہ نے ابو ھارون موسیٰ بن ابی عیسیٰ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: عون ہمیں احادیث سناتے اور آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ رہی ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں: ہم سے پہلے لوگ دنیا کو وقت دیتے تھے جو آخرت سے بچ رہتا اور تم لوگ آخرت کو وہ وقت دیتے ہو جو دنیا سے بچ رہتا ہے۔ صفۃ الصفوۃ: ۱۰۰/۳-۱۰۴ تہذیب الکمال: ۴۵۳/۲۲-۴۶۱

نازل نہیں ہوئی (ورنہ) کوئی شخص ایسا نہ ہوتا جو آنے والے کل کو اپنی زندگی میں شمار کرتا۔

کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں کہیں نہ کہیں پہنچنا ہوتا ہے لیکن وہ نہیں پہنچ پاتے۔

اور کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جو آنے والے کل کے امیدوار ہوتے ہیں لیکن انہیں کل نصیب نہیں ہوتی۔

اگر تم موت اور اس کی رفتار کو دیکھ لیتے تو خواہشات اور ان کے دھوکے سے نفرت کرنے لگتے۔[1]

(۵۹) فرماتے ہیں: ہم سے عبداللہ بن عیسیٰ الطفاوی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبیداللہ بن شمیط بن عجلان نے بیان کی (اور کہا) میں نے سنا میرے والد کہہ رہے تھے:[2] مومن اپنے آپ سے کہتا ہے: یہ زندگی تو تین ہی دن کی ہے، (گزشتہ کل) تو گزر گیا جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ اور آنے والے کل میں ایسی امیدیں اور خواہشات ہیں جنہیں شاید تم نہ پا سکو، اگر آنے والے کل تک تمہاری زندگی ہے تو آنے والا کل تمہارے حصے کا رزق لے کر آئے گا، کیوں کہ کل سے پہلے بھی ایک طویل دن (آج) اور رات بھی موجود ہے جس میں بہت سے لوگ آخرت کی طرف روانہ ہو جائیں گے، شاید تو بھی ان میں سے ایک ہو، ہر روز کے لئے اس دن کے اپنے ہی غم بہت ہیں۔

اور پھر تم نے اپنے کمزور دل پر سالوں اور زمانوں کے غم ڈال دیئے، تم نے مہنگے اور سستے کا غم اپنے دل پر مسلط کر لیا، سردیاں آنے سے پہلے سردیوں کا غم، اور گرمیاں آنے سے پہلے گرمیوں کا غم خود پر مسلط کر لیا ہے، دل میں آخرت کے لئے کیا چھوڑا ہے؟

آنے والا ہر روز تمہاری زندگی کا ایک دن اور کم کر دیتا ہے اور تجھے کوئی غم نہیں! آنے

---

[1] صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی: ۱۰۳/۳

[2] ابو عبداللہ (ابو ھمام بھی کہا جاتا ہے) شمیط بن عجلان، عالم و زاہد تھے، تابعین کی ایک جماعت سے روایت بیان کی۔ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے مومن کی قوت اس کے دل میں رکھی ہے اعضاء میں نہیں، تم نے دیکھا نہیں بوڑھا اور کمزور نہایت گرم دنوں کے روزے بھی رکھ لیتا ہے اور رات بھر نماز بھی پڑھ لیتا ہے، حالانکہ جوان یہ کام نہیں کر سکتا اور فرماتے: اے اللہ! ذرا سی دنیا کو ہمارے لیے کافی کر دیجئے جیسے زیادہ والوں کے لئے زیادہ کافی ہوتا ہے۔ صفۃ الصفوۃ: ۳۴۱/۳-۳۴۷

والا ہر روز تیرے حصے کا رزق پورا کرتا جا رہا ہے اور تجھے کوئی غم نہیں!

تجھے وہ سب کچھ دیا گیا جو تری ضروریات کے لیے کافی تھا، لیکن تو اس چیز کی تلاش میں ہے جو تجھے گمراہ کر دے۔

تو کم پر قناعت نہیں کرتا اور زیادہ سے تیرا پیٹ نہیں بھرتا! جاننے والا کیسے اپنی جہالت سے بے خبر رہ سکتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جتنی زندگی وہ گزار چکا ہے اس کا شکر ادا کرنا نہیں جانتا اور مزید طلب کے دھوکے میں مبتلا ہے۔

وہ شخص آخرت میں کامیاب ہونے والے اعمال کیسے کر سکتا جس نے نہ تو دنیا کی لذتوں سے منہ موڑا ہو اور نہ ضروریات پوری کی ہوں۔

یہ بات بہت ہی حیرت انگیز ہے کہ ایک شخص آخرت کی زندگی پر یقین تو رکھتا ہو لیکن اس کی تمام تر کوششیں چند دن کی زندگی کے لئے ہوں![1]

فائدہ: مذکورہ روایت قلم زریں سے لکھے جانے کے قابل ہے اسے بار بار پڑھا جائے اور ذہن میں بٹھا لیا جائے تو دنیا و آخرت کے درمیان موجود حجاب اٹھ سکتے ہیں اور انسان دنیا، آخرت اور ان کی حقیقتوں سے واقف ہو سکتا ہے۔

انسان موت کا اور مسافر روانگی کا منتظر ہے:

(۶۰) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے خلیل بن عمر بن ابراہیم نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا عبید اللہ بن شمیط بن عجلان کہہ رہے تھے، میرے والد نے فرمایا: ''تمہاری امیدیں (خواہشات) لمبی ہو گئیں ہیں، اسی لئے تم نے دنیا میں نئے نئے گھر بنا لئے ہیں، اپنی زندگیوں کو خوب عمدہ کر لیا ہے، تم مزے مزے کے کھانے کھاتے ہو، نرم نرم لباس پہنتے ہو، گویا تمہیں پیدا ہی دنیا کے لئے کیا گیا ہو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ موت تمہارے سامنے ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ موت کے فرشتے کو تمہاری زندگیوں کی ذمہ داری دی گئی ہے، کوئی اپنے مقررہ وقت سے ایک لمحہ بھی

[1] امام بیہقی نے اپنی الزھد الکبیر: ۱۹۶ میں قسم اول کی روایات نقل کی ہیں اور قسم ثانی کی روایات ابونعیم نے حلیہ: ۳/ ۱۲۹ میں نقل کی ہیں۔ جب کہ اس روایت کے تمام طرق ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ: ۳/ ۳۴۲-۳۴۳ میں نقل کئے ہیں۔

زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا''

پھر فرمایا: تم لوگ (اللہ تم پر رحم کرے) موت کی کم پروا کرنے والے اور موت سے سب سے زیادہ غافل رہنے والے مت بننا کیوں کہ زندہ انسان کو موت ہی کا انتظار ہوتا ہے اور مسافر کو روانگی کا۔

اولیاء کا امیدیں منقطع کر دینا:

(٦١) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے احمد بن سہل نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابو علقمہ المدنی [١] نے روایت بیان کی (اور کہا): صفوان ابن سلیم [٢] کی حتی الامکان کوشش ہوتی تھی کہ مسجد نبوی ﷺ سے نہ نکلیں، اگر کبھی انہیں مسجد سے باہر نکلنا پڑتا تو رونے لگتے اور فرماتے: مجھے خوف ہے کہ میں دوبارہ (زندہ) یہاں واپس بھی آپاؤں گا یا نہیں۔[٣]

ابو محمد حبیب رحؒ قطع اَمل کے بادشاہ:

(٦٢) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے شعیث بن محرز نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے اسماعیل بن زکریا (جو ابو محمد حبیب[٤]

---

[١] عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن ابی فروہ القرشی الاموی ابو علقمہ الفردی المدنی، حضرت عثمانؓ کی اولاد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ١٠٩ھ میں وفات پائی۔

[٢] ثقہ اور ثبت ہیں۔ عبادت گزاری اور تقویٰ میں مشہور تھے، امام احمد فرماتے ہیں: یہ وہ شخص ہے جس کی احادیث پڑھ کر بارش کی دعا مانگی جاسکتی ہے، اور ان کا ذکر کرنے سے آسمان سے پانی برستا ہے۔ انس بن عیاض کہتے ہیں: میں نے صفوان بن سلیم کو دیکھا ہے اگر ان سے کہا جاتا کہ کل قیامت کا دن ہے تو جتنی عبادت وہ کر چکے ہیں اس کے بعد ان کو مزید عبادت کی ضرورت نہ رہتی۔ جماعت نے ان سے روایات بیان کی ہیں۔ ١٣٢ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ١٣/١٨٤۔ ١٩١، صفۃ الصفوۃ: ٢/١٥٣۔ ١٥٦۔

[٣] صفۃ الصفوۃ: ٢/١٥٣۔

[٤] ہر وقت تاجروں اور دنیا داروں کے پاس بیٹھے رہتے؟ ایک دن حضرت حسن بصری کا وعظ سنا تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی، اسی وقت توبہ کر لی اور خود کو چالیس ہزار میں اللہ تعالیٰ سے خرید لیا، چار مرتبہ میں کل چالیس ہزار کا صدقہ دیا۔ دس ہزار شروع دن میں صدقہ کیے اور کہا اے اللہ میں اس کے بدلے خود کو آپ سے خریدتا ہوں۔ پھر دس ہزار اور دیئے اور کہا اے اللہ آپ نے مجھے جو توبہ کی توفیق دی یہ اس کے شکرانے کے طور پر دیتا ہوں پھر دس ہزار اور صدقہ کیے اور کہا اگر پہلی دو مرتبہ کا صدقہ قبول نہیں کیا یہ قبول کر لیجئے۔ پھر دس ہزار مزید صدقہ کیے اور کہا اے اللہ اگر آپ نے صدقہ قبول کر لیا ہے تو یہ اس کے شکرانے میں قبول فرما لیجئے۔ حلیۃ الاولیاء: ٦/٤٩۔ ١٥٥

کے پڑوسی تھے) نے بیان کیا اور کہا: جب شام ہوتی تو مجھے ابومحمد الحبیب کے رونے کی آواز سنائی دیتی، جب صبح ہوتی تب بھی ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی، چنانچہ میں ان کے گھر والوں کے پاس آیا اوران سے پوچھا: آخر کیا وجہ ہے کہ صبح ہو یا شام ابومحمد روتے ہی رہتے ہیں؟

ابومحمد کے گھر والوں نے مجھے بتایا: اللہ کی قسم! وہ بہت خوف زدہ رہتے ہیں کہ جب شام ہوتی ہے تو انہیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ نہ معلوم صبح تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں، اور صبح انہیں اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ نہ معلوم صبح تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں، اور صبح انہیں اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ نا معلوم شام تک میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں۔[1]

(ابومحمد حبیبؒ امیدیں ختم کر چکے تھے اس لئے انہیں زندگی ختم ہونے پر نہیں بلکہ اپنی بے مائیگی اور آخرت میں توشے کی کمی کے خوف نے رونے پر مجبور کر رکھا تھا)

روزانہ وصیت کرنے کا معمول:

(٦٣) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن العباس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو عبدالرحمٰن بن عائشہ[2] نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابوزکریا[3] نے روایت بیان کی (اور کہا): ابومحمد حبیب کی اہلیہ نے بتایا: وہ اکثر یوں کہا کرتے تھے کہ: اگر آج میرا انتقال ہو جائے تو فلاں شخص کو بلا بھیجنا تاکہ وہ آکر مجھے غسل دے، اور یوں کرنا اور یوں کرنا، وغیرہ وغیرہ' اہلیہ سے کسی نے پوچھا: کیا انہوں نے کوئی خواب دیکھا تھا جو وہ ایسی باتیں کرتے تھے؟ اہلیہ نے جواب دیا: نہیں بلکہ وہ روزانہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔[4]

فائدہ: یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں آج کل کی دنیا پرست مخلوق کے سامنے عام کیا جائے تو وہ اللہ کے ان بندوں کو پاگل کہنا شروع کردیں۔ کیونکہ احمق شخص عقلمند کو احمق سمجھتا ہے۔

---

[1] دیکھیں صفۃ الصفوۃ: ٣/٣٢٠ اور جامع العلوم والحکم: ٢/٢٦٣

[2] ابوعبدالرحمٰن عبیداللہ بن محمد بن حفص القرشی التیمی المعروف بالعیشی یا بالعائشی، ابن عائشہ کے نام سے بھی معروف ہیں، کیونکہ یہ عائشہ بنت طلحۃ بن عبداللہ کی اولاد سے ہیں۔

[3] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد اسماعیل بن زکریا ہیں۔

[4] صفۃ الصفوۃ: ٣/٣٢٠ اور جامع العلوم والحکم: ٢/٢٦٣

ابوزرعہ کا دنیا کی امید ختم کردینا:

(۶۴) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوعلی الجروی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو حفص التنیسی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے رجاء ابوالاشیم نے ابراہیم بن نشیط[1] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے کہا): ابوزرعہ[2] مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جو میں نے آج تک کسی کو نہیں بتائی، اور وہ یہ کہ ''مجھے اس مسجد میں آتے جاتے بیس سال ہوگئے لیکن یہاں سے نکلتے ہوئے کبھی ایک بار بھی میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ اس مسجد میں واپسی تک میں زندہ بھی رہ سکوں گا یا نہیں۔

زیاد نمیریؒ کا حال:

(۶۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عون بن عمارہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عمارۃ بن زاذان نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا زیاد النمیری[3] کہہ رہے تھے: اگر مجھے اپنی موت کے مقررہ وقت کے بارے میں معلوم ہوتا تو میں ہمیشہ حزن و ملال میں مبتلا رہتا یہاں تک کہ میری موت آجاتی، تو پھر اسوقت میرا کیا حال ہونا چاہئے جب کہ مجھے معلوم ہی نہیں کہ میری موت کب آئے گی، صبح یا شام؟ یہ کہتے ہی آپ کی آواز رندھ گئی اور آنکھیں بھر آئیں اور آپ مجلس سے تشریف لے گئے۔[4]

---

[1] ابوبکر ابراہیم بن نشیط بن یوسف الوعلانی، الخولانی بھی کہلاتے ہیں۔۱۶۳ھ میں وفات پائی۔

[2] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ یحییٰ بن ابی عمرو السیبانی ابوزرعۃ الشامی الحمصی ہیں۔ ابوعمرو کا نام زرعۃ ہے۔ سیبان حمیر قبیلے کی شاخ ہے۔ انہوں نے مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ قسطنطنیہ کے جہاد میں بھی شرکت کی۔ جیسا کہ ابراہیم بن نشیط کے ترجمہ میں گزرا ہے: تہذیب الکمال: ۲/۲۲۹، ۹۸ھ میں بھی قسطنطنیہ کے جہاد میں شرکت کی۔ ثقہ ہیں ۱۵۰ھ کے بعد وفات پائی، امام بخاری نے کتاب الادب میں ابوداوٗد نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۳۱/۳۷۷/ ۴۸۳ اور حلی، الاولیاء: ۶/۱۰۷۔۱۰۸

[3] زیاد بن عبداللہ النمیری البصری، حضرت انسؓ سے روایت کی۔ اور ان سے جابر جعفی وغیرہ نے روایت لی ہے۔ یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اگر کوئی ثقہ نمیری سے روایت کرے تو میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔ ترمذی نے ایک حدیث روایت کی ہے۔ ابونعیم کہتے ہیں: تہجد میں عبادت کرنے والے، روزہ دار اور عبادت کرنے والے تھے۔ حلیۃ الاولیاء: ۶/۲۶۷، تہذیب الکمال: ۹/۴۹۲

[4] حلیۃ الاولیاء: ۶/۲۶۷

(زیاد نمیری کا قول زندگی کے اچانک ختم ہو جانے کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو ہر وقت موت کا دھڑکا رہتا ہے چنانچہ امیدیں ختم کرنے والے اسی خوف میں مبتلا رہتے ہیں)

عبیداللہ بن شمیط کے والد کی خود کو پکار:

(٦٦) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو عمر الضریر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبیداللہ بن شمیط نے روایت بیان کی (اور کہا): میں نے سنا میرے والد صاحب کہہ رہے تھے: اے وہ شخص جو اپنی صحت کے دھوکے میں مبتلا ہے کیا تم نے کبھی صحت مند شخص کو مرتے نہیں دیکھا؟ اے وہ شخص جو طویل مہلت (لمبی زندگی) کے دھوکے میں مبتلا ہے کیا تو نے کبھی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسے اچانک موت آ جائے۔ اگر تو اپنی لمبی عمر میں غور وفکر کرتا تو تو ان لذتوں کو بھول جاتا جو تو حاصل کر چکا ہے۔ کیا تو اپنی صحت کے دھوکے میں مبتلا ہے یا اس مہلت کے وقت میں مزے کر رہا ہے؟ یا تو خود کو موت سے محفوظ سمجھنے لگا ہے؟ یا تم موت سے زیادہ بہادر ہو گئے ہو؟ اگر موت کا فرشتہ آ گیا تو نہ تیری مال داری اسے اپنا کام کرنے سے روک سکے گی اور نہ ہی تیرے دوست احباب اس کے راستے کی رکاوٹ بن سکیں گے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ موت کا وقت تکالیف، پریشانیوں اور گناہوں پر ندامت کا وقت ہے؟ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جو موت کے بعد زندگی کے لئے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائیں جو موت آنے سے پہلے اپنی نگرانی کرتا ہے[1]

(انسان کو کبھی صحت اور مال داری کے باعث بے فکری اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ یہی دو چیزیں انسان کو زندگی اور اس کی آسائشوں کا دھوکہ دیتی ہیں)

ایک پتھر پر لکھی عبرتناک عبارت:

(٦٧) فرماتے ہیں: ہمیں ابوعبداللہ محمد بن ادریس نے ابوزکریا التیمی کے حوالے سے بتایا (اور کہا): ایک مرتبہ اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مسجد حرام میں بیٹھا تھا کہ اس کے

---

[1] صفۃ الصفوۃ: ۳/۳۴۷

پاس ایک پتھر لایا گیا جس پر کچھ نقوش بنے ہوئے تھے جو دیکھنے میں کسی قسم کی تحریر لگتے تھے، چنانچہ کسی ایسے شخص کو تلاش کیا گیا جو اس تحریر کو پڑھ سکے، بالآخر وھب بن منبہ ملے، انہوں نے اس تحریر کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا: ''اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تیری زندگی کا وقت بہت کم ہے تو تو اپنی لمبی امیدوں اور خواہشوں کو چھوڑ کر زہد اختیار کرلے گا، اپنے نیک اعمال میں اضافے کی طرف متوجہ ہو جائے گا، اپنی حرص وہوس اور حیلے بہانوں کو کم کردے گا۔ (کیونکہ) اگر تیرے قدم ڈگمگا گئے تو تجھے کل ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا جبکہ تیرے گھر والے اور دوست احباب تجھے قبر کے حوالے کردیں گے۔ تجھ سے تیری قریبی اولاد بھی جدا ہو جائے گی۔ اور تیرے حسب نسب کا بھی خاتمہ ہو جائے گا، پھر اس کے بعد نہ تو دنیا کی طرف لوٹ کر آنے والا ہے اور نہ ہی تیری نیکیوں میں اضافہ ہوگا، چنانچہ ندامت اور شرمندگی سے پہلے ہی قیامت کے دن کی تیاری کرلے' میرا خیال ہے پھر انہوں نے کہا: یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک بہت رونے لگے۔[1]

(موت کا یقین، امیدوں سے چھٹکارا انسان کو یقیناً عابد وزاہد بنانے والا ہے۔ اور اس کا احساس خود بخود نہ ہو تو انسان پیدا کرلے)

ایک عبرت انگیز خط:

(۶۸) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن حمید بن عبدالرحمٰن بن یوسف الاصبہانی نے روایت بیان کی (اور کہا): مجھے اپنے دادا عبدالرحمٰن بن یوسف کے پاس ایک خط ملا جو محمد بن یوسف کی طرف سے لکھا گیا تھا، اس میں لکھا تھا: سلام علیک (تجھ پر سلامتی ہو)

میں تمہارے سامنے اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

امابعد! یہ بات یاد رکھو کہ میں تمہیں ڈرانے والا، تمہاری مہلت کے گھر (دنیا) سے تمہاری ہمیشہ کی رہائش گاہ اور بدلہ ملنے کی جگہ (آخرت) کی طرف پھیرنے والا ہوں، کیونکہ زمین کے اوپر چلنے پھرنے کے بعد تو اس کے اندر چلا جائے گا، تیرے پاس منکر اور نکیر آئیں گے، تجھے بٹھائیں گے اور ڈانٹ کر تجھ سے بات کریں گے، اگر اللہ تیرے ساتھ ہے تو پھر کوئی

[1] حلیۃ الاولیاء: ۶۹/۴

بات نہیں، نہ کوئی ڈر اور نہ خوف، اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر اللہ مجھے اور تجھے بھی اپنی پناہ میں رکھے کہ کہیں ہم موت کے وقت برے طریقے سے نہ پچھاڑے جائیں اور ہماری جگہیں (قبر) تنگ نہ ہو جائیں۔

پھر میدان حشر کی چیخ و پکار اور صور پھونکے جانے کی آواز تجھ تک پہنچ جائیں گی، تمام مخلوقات اپنے فیصلوں کے لیے اللہ الجبار کے سامنے موجود ہوں گی، زمین و آسمان اپنے اپنے رہنے والوں سے خالی ہو جائیں گی، راز فاش ہو جائیں گے، آگ دھکائی جائے گی، میزان عدل قائم کیا جائے گا، اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور گواہان تشریف لائیں گے:

"وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ"

(الزمر:۷۵)

ترجمہ: "ان کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے"

کتنے ہی لوگ اس دن پریشان ہوں گے اور چھپنے کی کوشش کریں گے، کتنے ہی لوگ ہلاک ہونے والے ہوں گے اور کتنے ہی نجات پانے والے، کتنے ہی عذاب پانے والے ہوں گے اور کتنے ہی رحمت کے مستحق ہوں گے، ہائے افسوس! اس دن میرا کیا حال ہوگا اور تیرا کیا حال ہوگا؟ اس دن میں ایسی چیزیں ہیں جو لذتوں کو ختم کر دیں گی، شہوتوں کو کھینچ نکالیں گی، امیدوں کو کم کر دیں گی، سونے والے جاگ جائیں گے اور غافلوں کو چونکا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان خطرے کے وقت میں میری اور تمہاری مدد فرمائیں، میرے اور تمہارے دل میں دنیا کو وہی مقام دیں جو مقام متقی لوگوں کے دل میں ہوتا ہے، کیونکہ ہمارا وجود اسی دل سے ہے اور اسی کا ٹھیک ہونا ہماری نجات کا باعث ہوگا۔[1]

(انسان کے لئے ان باتوں کا ادراک کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے ان باتوں کو ذہن میں کم از کم دھرائے۔ تاکہ لمبی امیدوں سے دھیان ہٹ جائے)

---

[1] دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۲۳۶/۸۔ احیاء علوم الدین: ۶۶۲/۴

اللہ کے حکم پر عمل کے لئے بیدار ہو جاؤ:

(۶۹) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن عبدالرحمٰن نے روایت بیان کی (اور کہا): کسی حکیم کا کہنا ہے کہ: اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے بیدار ہو جاؤ، ......[۱]

جو عبرت انگیز لمحات تم پر گزرتے ہیں انہیں یاد رکھا کرو، نیکی اور وعظ و نصیحت کی جو باتیں تم سنتے ہو انہیں بھی یاد رکھا کرو، وہ آیات اور احادیث جو وعیدوں پر مشتمل ہیں انہیں سن کر خوف سے کانپا کرو، ذکر و عظ سے عبرت حاصل کیا کرو، یہ سب چیزیں سننے کے بعد تمہارے دل میں دنیا سے نفرت اور اس کی مقتل سے پرہیز کا جذبہ پیدا ہونا چاہیے۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ ان اذکار و مواعید کی مدد سے اپنی امیدوں کو ختم کرلو کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو تمہارے دلوں کو سخت کر دیتی ہے، خوف کے ساتھ ساتھ مغفرت کی امید بھی رکھو۔ اپنے رہنے کے ٹھکانے پر اپنے سفر کی تیاری رکھو اور موت کے سفر پر جانے کے لئے ہر وقت تیار رہو، دنیا اور اس کے ساز و سامان کے چھوٹے جانے پر ہونے والی حسرتوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہو، دنیا سے نکل کر نہایت تنگ جگہ (قبر) جانے کے لیے تیار رہو، آنے والے دن کی ہولناکیوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہو، اپنے حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونے کے لیے تیار رہو، کیونکہ یہ تمام معاملات ایسے یقینی ہیں جیسے ہو چکے ہوں۔

لہٰذا اپنی باقی ماندہ زندگی میں ہی اس کے اختتام کی تیاری کرلو۔ بیماریاں آنے سے پہلے پہلے صحت کے دنوں میں ہی فائدہ اٹھالو، اللہ تعالیٰ سے ڈر کر چلو اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا سامان لے لو۔

دیکھنے والے نے مشاہدہ کر کے اپنی دلیل اختیار کرلی (یعنی سیدھا راستہ اختیار کرلیا) سننے والے نے سن کر عبرت پکڑ لی، دیکھنے والے نے دیکھ لیا اور غور و فکر کرنے والے نے غور و فکر بھی کرلیا۔ اپنے ....[۲] لذتوں کو اللہ تعالیٰ سے نہ چھپاؤ، کیوں کہ صحیح صحیح نقل کرنے والے آچکے اور دنیا کا دھوکہ طویل ہو گیا۔

---

[۱] یہاں اصل عربی نسخے میں حروف پڑھے جانے کے قابل نہ تھے۔

[۲] یہاں بھی اصل عربی نسخے میں کچھ حروف مٹے ہوئے تھے۔

(آخرت بالکل اسی طرح یقینی ہے جیسے آ چکی۔ موت اس طرح یقینی ہے جیسے آ چکی۔ پھر اب کیا بہانہ رہ گیا دنیا میں دل لگانے کا)

قیامت میں رسوا ہونے سے پہلے نفس کو قابو کرلو:

(۷۰) فرماتے ہیں: مجھ سے ابو علی الجروی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابو عبدالملک بن الفارسی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے خطاب بن عبدالدائم بن دینار نے روایت بیان کی (اور کہا): ابو عتبہ عباد الخواص [۱] نے ابو خالد الاحمر سلیمان بن حیان [۲] کے نام لکھا: امابعد! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی اور ہر اس چیز کو اچھا سمجھنے کی وصیت کرتا ہوں جو تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔

اپنے نفس کی نگرانی کرلو اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نفس کے کرتوتوں سے آگاہ کرے۔ نیک اعمال کے ذریعے موت کے وقت کی تیاری کرلو ورنہ پھر یہ چیزیں ہاتھ نہ آئیں گی اور صرف افسوس ہی افسوس رہ جائے گا۔

تعجب ہے کہ دل اچانک موت کے خطرے سے آگاہ ہے اور جانتا ہے کہ اس سے پہلے وہ کیا کیا خطائیں اور نافرمانیاں کر چکا ہے لیکن پھر بھی غافل ہے۔

کیا ان میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے جس پر رشک کیا جا سکے؟ کیا ان اعمال میں سے کوئی عمل ایسا بھی ہے جو سفر کے لئے زادراہ کا کام دے سکے؟ کیا ان میں سے کوئی عمل ایسا بھی ہے جس کا کوئی قابل سہارا بھی ہو؟ ذرا اپنے نامہ اعمال کو تو دیکھ! کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت و عافیت دیکھ کر کچھ خوشی بھی ہوئی؟

تم لوگ.......... بچو اللہ کی معرفت پر خواہشات کے غالب ہونے سے۔ حق بات تو یہ ہے کہ موت آنے پر تو انسان کو خوش ہونا چاہئے لیکن پھر بھی ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ

---

[۱] ابو عتبۃ الخواص عباد بن عباد الرملی الاسوقی، فارسی الاصل ہیں، شام کے فاضل ترین اور عبادت گزار ترین لوگوں میں سے تھے۔ وصایا، آداب وحکم اور امثال ومواعظ میں مشہور خط سفیان ثوری نے ان ہی کی طرف لکھا تھا۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۴/ ۱۳۴ اور حلیۃ الاولیاء: ۸/ ۲۸۱

[۲] جرجان میں پیدا ہوئے، پھر کوفہ میں مقیم ہوگئے۔ جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ ۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا، تہذیب الکمال: ۱۱/ ۳۹۴

تعالیٰ کی عطاؤں کی برکتوں کے طلب گار ہیں، سلامتی اور عافیت کا لطف وکرم وہ چیزیں ہیں جو ہم آخر میں مانگتے ہیں، کیونکہ نیک لوگوں نے موت کا.......... ہم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر کرلیا تھا.......... اکثر لوگوں میں رہا ہے۔ اس میں سے اسی چیز کی تعریف کی گئی ہے...... جو...... ہم اپنے بارے میں بھی نہیں جانتے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہم اسے پا بھی نہیں سکتے، ہم لوگ ابھی تک محفوظ ہیں اور اب تک ہمیں جو کچھ ملا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ہے۔[1]

(آخرت پر یقین رکھنے والا شخص ذرا اپنے اعمال کا جائزہ لے کہ وہ اعمال رب کی بارگاہ میں پیش کئے جانے کے قابل ہیں یا نہیں؟ ذرا سوچ سمجھ لیجئے)

ہمارے پیش روسب بارگاہ خداوندی پہنچ گئے:

(۱۷) فرماتے ہیں: ہم سے ابو عبدالرحمٰن النحوی عبداللہ بن محمد بن ھانی النیسابوری نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں مرحوم بن عبدالعزیز[2] نے قعقاع بن عجلان[3] کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا): حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور کہا: اے لوگو! تمہیں بے کار نہیں پیدا کیا گیا، اور نہ ہی تمہیں ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا، تمہاری واپسی کی ایک جگہ مقرر ہے جہاں اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا وسزا کا فیصلہ فرمائیں گے، لہٰذا وہ شخص بہت ہی بدبخت اور نقصان اٹھانے والا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے خارج کردیا، وہ رحمت جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ جسے اپنی جنت سے نکال دیا، وہ جنت جو زمینوں اور آسمانوں سے بھی زیادہ وسیع ہے۔

محفوظ تو کل وہی شخص ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اور اس نے تقویٰ
اختیار کیا، جس نے کم کو زیادہ کے بدلے فانی کو باقی کے بدلے اور
بدبختی کو نیک بختی کے بدلے بیچ دیا۔

---

[1] یہاں تمام خالی جگہوں پر اصل عربی نسخے میں کلمات مٹے ہوئے تھے۔

[2] ابو محمد مرحوم ابن عبدالعزیز بن مھران العطار القرشی الاموی، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی اولاد کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے۔ جماعت نے ان کی روایت لی ہے۔ ۱۸۸ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۲۷/۳۶۶

[3] القعقاع بن عجلان، ابن غیلان بھی کہا جاتا ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۷/۳۶۷

کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم ان لوگوں کی پشت میں تھے جو ہلاک ہو چکے ہیں، تم بھی اپنے بعد دوسروں کو چھوڑ کر اپنی راہ پر چلتے بنو گے۔ کیا تم دیکھتے نہیں تم میں سے کتنے ہی لوگ صبح شام اللہ کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں، ہر شخص جو اپنا حصہ پورا کر چکا، اس کی خواہش ختم ہوگئی، لوگ اسے زمین کے پیٹ میں رکھ دیتے ہیں، بغیر کسی تکیے اور قالین کے، مال و اسباب چھوٹ چکے، دوست احباب ساتھ چھوڑ چکے اور حساب کتاب کا وقت سامنے آ گیا۔

اللہ کی قسم! میں تم سے باتیں تو کر رہا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم سب سے زیادہ گناہ گار شخص میں ہی ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاری ہے، وہ اپنی فرماں برداری کا حکم دیتا ہے اور نافرمانی سے منع کرتا ہے۔ میں اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی معافی مانگتا ہوں''

یہ کہہ کر آپ نے اپنی آستین اپنے چہرے پر رکھ لی اور رونے لگے، اور اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ اس کے بعد آپؒ اس مجلس سے تشریف لے گئے، اور دوبارہ کسی مجلس میں شرکت نہ کر سکے، یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔[1]

(روزانہ لوگوں کی اموات دیکھنے کے بعد رب سے دوری اور دنیا سے امید لگانے کا کونسا بہانہ رہ گیا؟)

موت کا یقین دنیا سے محبت کم کر دیتا ہے:

(۷۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو عمر الضریر نے راویت بیان کی (اور کہا) ہم سے عمران بن خالد الخزاعی نے روایت بیان کی اور کہا: ایک شخص نے حسان بن ابی سنان[2] سے پوچھا: آپ نے ذرائع آمدنی، تجارت، مال

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۲۹۵/۵ اور احیاء علوم الدین: ۶۶۳/۴

[2] بے انتہاء نیک اور متقی لوگوں میں سے ایک تھے، بصرہ کے رہنے والے تھے، حضرت حسن بصری اور ثابت البنانی سے کثرت سے روایت بیان کرتے تھے، پھر صرف عبادات میں مشغول ہوگئے۔ حضرت مالک بن دینار کی مسجد میں حاضر ہوئے، جب مالک کلام فرماتے تو حسان اتنا روتے یہاں تک کہ آپ کا سامنے والا حصہ زمین بھیگ جاتا، لیکن اس کے باوجود آپ کی آواز بلند نہ ہوتی۔ اپنی دکان کھول کر حساب کتاب کا رجسٹر کھول کر رکھ لیتے اور آگے پردہ لٹکا لیتے، پردے کے پیچھے ہو کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور جیسے ہی کسی کی آہٹ محسوس کرتے فوراً دوبارہ حساب کتاب دیکھنا شروع کر دیتے۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۱۴/۳ـ۱۳۰، صفۃ الصفوۃ: ۳۳۶/۳ـ۳۴۱ـ تہذیب الکمال: ۲۶/۶ـ۳۰

واسباب سب کچھ چھوڑ دیا۔ حسان بن ابی سنان نے جواب میں فرمایا: (صرف میں ہی نہیں بلکہ) تجھے بھی اگر اس بات کا یقین ہو جائے کہ کل تیری موت واقع ہو جائے گی تو کیا تو بھی (میری طرح) یہ سب چیزیں نہ چھوڑ دے گا؟

فرمایا: اس سوال پوچھنے والے کا تعلق بصرہ کے شاہی خاندان سے تھا۔

(جب کسی کو موت کا یقین ہو جائے تو دنیا کی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں ذرا پھانسی گھاٹ پر اس شخص کو دیکھئے جس کا آرڈر آچکا ہے کیا وہ دنیا کی امید میں لگا ہوتا ہے یا آخری رات عبادت کرتا ہے؟؟؟)

لمبی امیدوں کے پورا ہونے کا دن کبھی نہیں آتا:

(۷۳) فرماتے ہیں: اور مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ولید بن صالح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عطاء بن محمد نے روایت بیان کی (اور کہا): ابراہیم التیمی [۱] نے فرمایا: میرے والد صاحب [۲] نے فرمایا: ہم حج کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں ''ربذۃ'' نامی جگہ پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو کھڑے نماز ادا فرمارہے تھے۔ ہم ان کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

آپؓ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آؤ! خوش آمدید! ایک نصیحت کرنے والے شفیق بھائی کی طرف! پھر رونے لگے، اور زاروقطار رونے لگے اور فرمایا: مجھے ایسے دن کی محبت نے مارڈالا جسے میں کبھی نہ پاسکوں گا۔

کسی نے پوچھا: وہ دن کون سا ہے جسے آپ نہ پاسکیں گے؟

---

[۱] ابو اسماء ابراہیم بن یزید التیمی، تیم رباب، امام، متقیوں میں سب سے آگے، فقیہہ، کوفہ کے عبادت گزار، ان کے والد یزید بھی کوفہ کے ائمہ میں سے تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں: صالح نوجوان تھے، قناعت پسند، عالم فقیہہ اور بڑی عظمت والے تھے۔ واعظ بھی تھے۔ اعمش کہتے ہیں: ابراہیم التیمی جب سجدہ کرتے تو یوں لگتا جیسے کوئی دیوار ہو، ان کی پشت پر چڑیاں آکر بیٹھ جاتیں۔ کہا جاتا ہے کہ حجاج نے انہیں قتل کروادیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حجاج کی قید میں ۹۲ھ میں انتقال ہوا۔ ابھی چالیس سال کے بھی نہیں ہوئے تھے۔ دیکھیں سیر اعلام النبلا: ۵/۶۰۔۶۲

[۲] یزید بن شریک بن طارق التیمی، صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے روایت کی۔ ثقہ ہیں ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ تہذیب الکمال: ۳۲/۱۶۰

فرمایا: لمبی امیدوں (کے پورا ہونے کا دن)
(حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ دنیا سے ناامید ہونے والوں کے سردار ہیں دنیا کے اصل چہرے کو جانتے تھے)

خواہشات نے آخرت کی تیاری سے دور کر دیا:

(۷۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن سلام الجمحی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا ربیع بن عبدالرحمٰن [1] فرما رہے تھے: خواہشات کی غفلت نے ہمیں موت کی تیاری سے دور کیے رکھا، ہم دنیا میں حیران و سرگرداں ہیں، ہم غفلت کی نیند سے جاگتے ہی نہیں اور ہماری غفلت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اے میرے بھائیو! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیا تم کسی ایسے مومن کو جانتے ہو جو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں دھوکے میں مبتلا ہو، اور اللہ تعالیٰ کی سزاؤں سے خوف زدہ نہ ہو، جس کا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جس پر عبرتوں نے حملے کر کر کے شرمندہ لوگوں کی طرح پچھاڑ دیا ہے، ان کی عقلیں خراب ہو چکی ہیں، جب انہوں نے عبرتیں اور واقعات کو دیکھا تو ان کے خواب پریشان ہو گئے، پھر کچھ سمجھے بوجھے بغیر اپنے اندھیروں میں لوٹ گئے۔

اے بھائیو! کیا تم نے کوئی ایسا عقل مند دیکھا ہے جو اپنے ایسے ابتر حال پر راضی ہو؟ اللہ کی قسم! اللہ کے بندو تم اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہوئے رضامندی کے مقام تک جا پہنچو گے، یا اس کی آزمائشوں میں سے جو تم جانتے ہو ان کا انکار کر دو گے اور اس کی نعمتوں کے تسلسل کو جھٹک دو گے۔

اے شخص! اگر تو اچھا معاملہ کرے گا تو تیرے ساتھ بھی اچھا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر تو برا کردار اختیار کرے گا تو خود اپنے آپ کو تھکائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام چیزیں واضح بیان کر دیں، عذر قبول کر لیے اور برے اعمال سے ڈرایا، انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اب لوگوں کی

---

[1] ربیع بن برۃ کے نام سے معروف تھے۔ ابونعیم کہتے ہیں: عیب دار سفیدی سے محفوظ، نقصان سے بچنے والے، نیک اعمال اور خوش مزاجی کے شوقین فرماتے تھے، تو اپنے لیے اس دنیا پر راضی ہو گیا، تو کسی حالت پر قرار نہیں پکڑتا۔ زندگی تیری جانوروں کی طرح ہے، دن بھر پیاسا رہتا ہے، رات بھر سوتا رہتا ہے۔ حالانکہ سامنے معاملہ سخت ہے۔ حلیۃ الاولیاء: ۲۹۶/۶۔ صفۃ الصفوۃ: ۳۵۲/۳

اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہیں رہی حالانکہ اللہ تعالیٰ تو زبردست اور حکمت والے ہیں۔[1]

(انبیاء کرام کے آنے کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عدم علم کا اعتراض نہیں رہا کہ لوگ بھولپن میں یہ گناہ کر رہے ہوں بلکہ انبیاء ہر قسم کی وضاحت فرما گئے)

موت کا فرشتہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے:

(۷۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن حسین البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عثمان بن زفر التیمی نے بیان کیا (اور کہا) مجھ سے مسکین بن دینار نے روایت بیان کی: بنو تیم اللہ نامی قبیلے میں ایک بہت عبادت گزار شیخ تھے، محلے کے جوان اور بزرگ ان کے پاس جمع ہوتے تھے۔ فرمایا: وہ شیخ ان کو وعظ نصیحت کیا کرتے تھے، جب وہ چاہتے کہ لوگ واپس چلے جائیں تو کہتے: اے میرے بھائیو! ایسے لوگوں کی طرح کھڑے ہو جاؤ جو دوبارہ اس مجلس میں آنے سے مایوس ہو گئے ہوں، اس ڈر سے کہ موت کا فرشتہ کسی بھی وقت اچانک نہ آ پہنچے۔ فرمایا: پھر وہ روتے۔ اللہ کی قسم! اور خوب روتے۔

(اولیائے کرام اپنی تعلیمات میں زندگی کی بے ثباتی کو کسی نہ کسی انداز سے بیان فرماتے ہی رہے تھے۔ ایک انداز یہ بھی تھا)

کیا ہم موت کے لئے تیار ہیں؟

(۷۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن حاتم بن بزیع وغیرہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن بکر السہمی نے معمر بن سلیمان کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) عبدالرحمٰن بن یزید[2] (جو بہت دین دار اور عقل مند شخص تھے) نے ساتھیوں سے فرمایا:

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۲۹۸/۶، صفۃ الصفوۃ: ۳/ ۳۵۴-۳۵۵

[2] عبدالرحمٰن بن یزید بن معاویہ بن سفیانؒ۔ جناب نبی کریمؐ کے آزاد کردہ غلام ثوبانؓ سے روایت بیان کی۔ ان کے والد یزید بن معاویہؓ تھے۔ عبدالرحمٰن نہایت نیک اور صالح تھے نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی ایک ایک حدیث بیان کی ہے۔ جب عبدالملک بن مروان کی تدفین ہو چکی اور لوگ واپس چلے گئے تو یہ قبر پر کھڑے رہے اور کہا: تو عبدالملک ہے جو مجھ سے وعدہ کرتا تھا تو میں تجھے امید دلاتا تھا، تو مجھے ڈراتا تھا تو میں تجھے ڈراتا تھا، آج تیرے پاس تیری سلطنت میں سے ان دو کپڑوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں اور دو گز زمین کے چار حصوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ پھر خود بھی واپس چلے گئے اور عبادت میں پہلے سے زیادہ محنت و مشقت شروع کر دی یہاں تک کہ پرانے مشکیزے کی طرح ہو گئے۔ صفۃ الصفوۃ: ۴/ ۲۱۴، تہذیب الکمال: 15/18

ابوفلاں! مجھے اپنے حالات بتاؤ جو آج کل گزر رہے ہیں، کیا تم موت کے لئے تیار ہو۔ مخاطب نے جواب دیا: نہیں۔

انہوں نے پھر پوچھا: کیا تم نے اس حالت میں منتقل ہونے کی تیاری کرلی کہ آسانی سے جان دے سکو؟

مخاطب نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم! میرا نفس اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

انہوں نے پھر پوچھا: تو کیا موت کے بعد بھی کوئی ایسی جگہ ہے جہاں عمل کا موقع ملے گا۔ مخاطب نے جواب دیا: نہیں۔

انہوں نے پھر پوچھا: جس حال پر ہو اسی میں موت آجائے تو کیا تم اس پر مطمئن ہو؟ (کہ تم اچھے حال میں ہو)

مخاطب نے جواب دیا: نہیں۔

انہوں نے پھر فرمایا: میں نے آج تک ایسے آدمی کو نہیں دیکھا جو اس حال پر بھی راضی ہو اور کاربند بھی ہو۔

معمر بن سلیمان کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا تھا: میں نے آج تک ایسا عقل مند آدمی نہیں دیکھا۔

(یہ ادراک اور احساس بہت بڑھ کر قابل تحسین ہے کہ انسان جس حال پر ہے موت اور آخرت کے لئے اسے قابل اطمینان نہ سمجھے (بلکہ مزید محنت کرے)

قعقاع بن حکیمؒ کی تیاری:

(۷۷) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن ......[۱] المکی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان نے بیان کی (اور کہا) قعقاع بن حکیم[۲] نے فرمایا: میں تیس (۳۰) سال سے موت کی تیاری کر رہا ہوں، اگر میری موت آجائے تو میں اس میں ذرہ برابر دیر نہ کروں۔[۳]

---

[۱] لفظ بالکل واضح نہ تھا البتہ غور کرنے سے ''حرب'' یا اس کے قریب قریب لگ رہا تھا۔

[۲] القعقاع بن حکیم الکنانی المدنی، صحابہ کرامؓ سے روایت کی، ثقہ ہیں، امام بخاری، الادب المفرد میں اور باقی حضرات نے بھی ان کی روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۳/۶۲۳

[۳] احیاء علوم الدین: ۴/۶۶۳

(یہ اعلیٰ درجے کی تیاری ہے کہ خود کو ہر طرح سے اس زندگی کے لئے اور ان سوالات کے جوابات کے لئے تیار کرلے۔ کم از کم اپنی طرف سے مکمل ہو باقی اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ وہی ہم سب کے لئے کافی ہے۔)

سفیان ثوری کی تیاری کا منظر:

(۷۸) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن قدامہ الجوھری نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ایوب بن سلیم نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا جن کی کنیت ابوسہل النہدی ہے وہ فرمارہے تھے: میں نے سنا سفیان ثوری فرمارہے تھے: میں نے کوفہ کی مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا وہ فرمارہے تھے: میں تیس سال سے اس مسجد میں موت کا انتظار کررہا ہوں، اگر میری موت آجائے تو میں کسی کو کچھ کرنے کا کہوں نہ کسی کام سے منع کروں، نہ میں نے کسی سے کچھ لینا اور نہ میں نے کسی کا کچھ دینا ہے۔[۱]

(دنیا میں خود کو دنیاداری اور اس کے حقوق وفرائض سے بالکل بے باق کرلینا چاہئے اور ہر وقت بے باق حالت میں رہیں تاکہ موت آجائے تو کوئی پرواہ نہ ہو کہ کسی کا حق ہمارے ذمہ ہے)

سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں:

(۷۹) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ولید بن صالح نے حارث بن عبید بن الطفیل بن عامر التیمی کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) میں نے سنا یزید الرقاشی کہہ رہے تھے:[۲] ہم کب تک یہ کہتے رہیں گے، میں کل یہ کام کروں گا، میں پرسوں یہ کام کروں گا، میں کھانا کھانے کے بعد یہ کام کروں گا، یا جب میں

---

[۱] احیاء علوم الدین: ۴/ ۶۶۳

[۲] ابوعمرو یزید بن ابان الرقاشی البصری القاضی، معروف زاہد اور عبادت گزار تھے۔ ۱۱۰ سے ۱۲۰ھ کے دوران انتقال کرجانے والوں میں سے امام بخاری نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں: بہترین لوگوں میں سے تھے رات بھر رونے والوں میں تھے، عبادت میں مصروفیت کی وجہ سے حدیث حفظ کرنے کی طرف توجہ نہیں دی، یہاں تک کہ حسن بصری کے کلام کی نسبت حضرت انس عن النبیؐ کی طرف کرکے بیان کرنے لگے تھے، لہٰذا اسی بناء پر ان سے روایت کرنا صحیح نہیں۔ تہذیب التہذیب: ۶/ ۱۹۵ اور صفۃ الصفوۃ ۳/ ۲۸۹۔ ۲۹۰

سفر سے واپس آ جاؤں گا تو یہ کام کروں گا۔

تمہیں تمہارے دور کے سفر نے غفلت میں مبتلا کر دیا ہے اور تو نے موت کے فرشتے کو بھلا دیا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ کل کے بعد ایک رات بھی ہے جس میں کئی لوگ اپنے آخری سفر پر روانہ ہو جائیں گے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ موت کا فرشتہ تیری خواہشات پورا ہونے کا انتظار نہیں کرے گا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہر جان دار کی انتہاء موت ہے؟ فرمایا: پھر وہ رونے لگے یہاں تک کہ آنسو پونچھتے پونچھتے ان کی پگڑی بھیگ گئی، پھر فرمایا: کیا تو نے کسی میت کو نہیں دیکھا جو اپنے گھر والوں اور احباب کے درمیان ہوتی ہے اور وہ ان کا جواب دینے پر قادر نہیں ہوتی، حالانکہ کبھی وہ بھی بحث مباحثہ وغیرہ کیا کرتا تھا؟ اے وہ شخص! جو اپنی جوانی کے دھوکے میں مبتلا ہے! اے وہ شخص! جو اپنی طویل عمر کے دھوکے میں مبتلا ہے؟

فرمایا: پھر وہ رونے لگے حتی کہ آنسو پونچھتے پونچھتے ان کی پگڑی بھیگ گئی۔

انسان کی بری جلد بازی اور بری سستی:

(۸۰) فرماتے ہیں: مجھ سے ابو عبداللہ التیمی نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) عمر بن ذر[۱] نے فرمایا: انسان اپنی جھوٹی امیدوں اور خواہشات کے سہارے خوشیاں حاصل کرنے میں تو جلد بازی کا مظاہرہ کرتا ہے، لیکن موت کے ڈر اور آخرت کے خوف کے سہارے اپنے غم دور کرنے میں جلد بازی نہیں کرتا۔

انسانی فطرت کی ایک کمزوری ہے ہم حال درست کرنے اور ظاہری مستقبل سنوارنے کی تگ و دو میں جلد بازی کی حد تک لگے رہتے ہیں لیکن موت کے بعد کی حقیقی دنیا سنوارنے میں بہت سستی کرتے ہیں۔

---

[۱] الشیخ المحدث عمر بن ذر بن عبداللہ بن زرارۃ الھمد انی المرھبی ابوذر الکوفی۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ نے بھی ان سے روایت لی ہے حالانکہ دونوں ہم عصر ہیں، علاوہ ازیں سفیان بن عیینہ، ابن المبارک اور ابو نعیم نے بھی ان کی روایت لی ہے۔ دراقطنی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ابن حبان نے بھی ثقات میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ وہ مرجیہ میں سے تھے لیکن ہیں ثقہ۔ ۱۵۳ھ میں انتقال ہوا۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۰۸/۵۔ ۱۱۹ اور تہذیب التہذیب: ۲۷۹/۴

عبرت انگیز اشعار:

(۸۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے مالک بن ضیغم نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے کبھی اپنے والد کو شعر کہتے نہیں دیکھا، البتہ کبھی کبھی وہ یہ چند اشعار پڑھا کرتے تھے۔

قل للمؤمل و المنایا شرع ماذا یغرک یا ابن من لم یخلد

ترجمہ: ''لمبی امیدیں رکھنے والے سے کہہ دو کہ لوگوں کی موت تو پے در پے ہو رہی ہے، اے اس شخص کے بیٹے جو ہمیشہ نہیں رہ سکے گا، تو کس چیز کے دھوکے میں مبتلا ہے''

یا ابن الذین تقطعت اوصالھم ترجو البقاء و انت غیر مخلد

ترجمہ: ''اے ان لوگوں کی اولاد جن کے جوڑ بھی قبروں میں پڑے پڑے الگ الگ ہو چکے ہیں، تو ہمیشہ زندہ رہنے کی امید رکھتا ہے حالانکہ تو ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا''

وأبوک مالک کان یأمل ماتری حتی اتتہ منیة لم تردد

ترجمہ: ''تیرا باپ تو ان چیزوں کا مالک تھا جن کی وہ امید کرتا تھا جیسے تو دیکھ رہا ہے، یہاں تک کہ اس کی موت آ گئی جو کبھی ٹالی نہیں جا سکتی''

فرماتے ہیں: جب میرے والد یہ اشعار پڑھتے تو خوب روتے اور خوب رلاتے۔

ابن ابی عمرہ کے عبرت انگیز اشعار:

(۸۲) فرماتے ہیں: ہم سے ابو زید النمیری اور محمد بن الحسین نے عبید اللہ بن محمد القرشی کے حوالے سے بیان کیا ابو زید نے عتبۃ بن ھارون کے حوالے سے اور انہوں نے کہا: ابن ابی عمرۃ نے کہا:

یا ایھذا الذی قد غرہ الامل ودون ما یامل التنغیص والاجل

ترجمہ: ''اے وہ شخص! جس نے خواہشات سے دھوکہ کھا رکھا ہے، تیرے اور تیری خواہشات کے درمیان موت اور نہایت ناپسندیدہ زندگی ہے''

الا تری انما الدنیا و زینتھا کمنزل الرکب دار اثمۃ ارتحلوا

ترجمہ: ''کیا تم دیکھتے نہیں کہ دنیا اور اس کی تمام زیب و زینت کسی سوار کی منزل کی طرح ہے، جہاں سوار ٹھہرتے ہیں اور پھر وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں''

حتوفهار صد و عيشها نكد　　وصفوها رنق و ملكها دول

ترجمہ: ''اس میں پیش آنے والے حوادث و واقعات اس کی صفائی غبار آلود اور اس کی حکومت آنے جانے والی چیز ہے''

تظل تفزع في الروعات ساكنها　　فما يسوغ له لين ولا جذل

ترجمہ: ''یہ خوفناک حالات میں اس کا پرسکون دل خوف زدہ ہو جائے گا پھر نہ وہ کسی نرمی کا سامنا کر سکے گا نہ خوشی کا''

كانه للمنايا و الردى عرض　　تظل فيه بنات الدهر تنتضل

ترجمہ'' جیسے کہ وہ (انسان) اموات و حادثات کا نشانہ ہو جیسا کہ دن رات کا آنا جانا اپنے تمام تر حوادث کے ساتھ اسی کی خاطر ہو''

المرء يشقى بما يسعى لوارثه　　و القبر وارث مايسعى له الرجل

ترجمہ: ''انسان اپنے وارث کے لیے مال جمع کرنے سے بد بخت ہوا جاتا ہے حالانکہ آدمی جس کے لئے کوشش کر رہا ہوتا ہے اس کی وارث قبر ہی ہوتی ہے''

(انسان کا حقیقی وارث اس کی قبر ہے۔ اس کی وارث کی وارث بھی قبر ہے آخرت کو بھول کر دنیا جمع کرنے کی تگ و دو میں بد بختی مقدر ہو جاتی ہے)

عبداللہ بن مرزوق کے پسندیدہ عبرت آمیز اشعار:

(۸۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے الصلت ابن حکیم نے روایت بیان کی (اور کہا): عبداللہ بن المرزوق[۱] اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

---

[۱] ابو عبدالرحمٰن السلمی کا خیال ہے کہ یہ پہلے ہارون الرشید کے وزیر تھے پھر مال و زر چھوڑ چھاڑ کر عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ الصلت بن حکیم کہتے ہیں: عبداللہ بن المرزوق بہت ذاکر و شاغل بزرگ تھے، یوں لگتا تھا جیسے ان کا کچھ کھو گیا ہو، بال لمبے لمبے تھے، جب وجد کی حالت طاری ہوتی تو بال بکھر جاتے، کبھی کبھی نوچنے بھی لگتے اور ساتھ ساتھ روتے بھی جاتے۔ صفۃ الصفوۃ: ۳۱۷/۲

ومومل و الموت دون رجائه　　ومحاذر اکفانه لم تغزل

ترجمہ: ''انسان طرح طرح کی خواہشات میں مصروف رہتا ہے حالانکہ موت اس کی امیدوں کے سامنے کھڑی ہے حالانکہ ان کے کفن بھی تیار نہیں ہوئے ہوتے''

ہنسنے والے کو کیا پتہ کہ کفن تیار ہو چکا:

(۸۴) فرماتے ہیں: مجھ سے علی بن محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) محمد ابن سفیان ابوعبداللہ [۱] نے روایت بیان کی اور کہا: میں نے سنا عبداللہ بن ثعلبہ الحنفی [۲] کہہ رہے تھے: تو ہنس رہا ہے حالانکہ تجھے معلوم نہیں، شاید تیرا کفن، کفن بنانے والے کے ہاتھوں میں آ چکا ہو۔[۳]

(رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ہنسنے والے صحابہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ اگر موت کی حقیقت جان لو تو ہنسو گے کم روؤ گے زیادہ'' جس کا کفن تیار ہو وہ ہنستا نہیں۔ ہنسنے والے کو اس کا احساس نہیں)

موت کے بارے میں دو مفکروں کی رائے:

(۸۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عیاش ابن عاصم الکلبی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عبداللہ بن زبید الایامی نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک مرتبہ دو دانش وروں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ دونوں آپس میں موت کا ذکر کرنے لگے، ایک نے کہا: جس شخص کی خواہشات مختصر ہوں اس کی زندگی کس قدر تنگ ہے! دوسرے نے کہا: میرا یہ خیال نہیں جو تمہارا ہے۔ پہلے نے پھر

---

[۱] حلیۃ الاولیاء اور صفۃ الصفوۃ میں یوسف بن ابی عبداللہ تحریر ہے۔

[۲] ابونعیم نے حلیۃ میں لکھا ہے، ہر وقت فکر مند رہنے والے، ہر وقت رونے والے، اللہ کی محبت نے انہیں بے خود کر دیا تھا اور وہ قربت کے شکار ہو چکے تھے۔

وہ اتنا روتے کہ آنسوان کے گالوں پر بہنے لگتے، فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ تجھے اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں تو کیا تو دن کی ابتداء ان کی نافرمانی سے کرے گا رات کو بھی تو ان کی حفاظت میں رہے گا، تیرا کوئی عمل ان کو تیری حفاظت سے نہ روکے گا۔ آپ سفیان بن عیینہ کے ہم عصر بھی تھے۔ حلیۃ الاولیاء: ۲۴۵/۶۔ صفۃ الصفوۃ: ۳۸۱/۳

[۳] حلیۃ الاولیاء: ۲۴۵/۶، صفۃ الصفوۃ: ۳۸۱/۳ اور احیاء علوم الدین: ۶۶۳/۴

پوچھا: بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ دوسرے نے کہا: جس شخص کی خواہشات مختصر ہوں، کیا ہی خوب زندگی ہے اس کی! پہلے نے پھر پوچھا: او بھائی! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا: چونکہ اس کی لمبی چوڑی خواہشات تو ہوتی نہیں لہٰذا اسے آنے والے وقت کی کوئی فکر نہیں ہوتی البتہ اتنی فکر ہوتی ہے کہ جب تک موت نہیں آتی اس وقت تک گزارا ہوتا رہے۔

انسان کی زندگی کا بہترین دن:

(۸۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن عبدالحمید الاسدی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عقبہ بن اسحاق نے عتبۃ بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے کہا): کچھ لوگوں نے عون بن عبداللہ سے پوچھا: مومن کے بہترین دن کون سے ہیں؟ تو فرمایا: مومن کے لئے بہترین دن وہ ہے جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: میں تجھ سے راضی ہوں۔

لوگوں نے پھر عرض کیا: ہم اس دنیا کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ دنیا میں مومن کے بہترین دن کون سے ہوں گے؟ تو فرمایا: جس دن مؤمن کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ دن ختم ہونے تک زندہ نہ رہے گا، وہ مومن کے لئے بہترین دن ہے۔

(واقعی انسان کی زندگی کا بہترین دن ہوگا جب اسے دنیا کی بے ثباتی پر یقین آجائے۔ (یہ نہیں کہ حقیقتاً موت سامنے آجائے) بلکہ امید دنیا کی ختم ہو جائے)

عون بن عبداللہ کا افسوس:

(۸۷) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے خالد بن یزید الطبیب[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مسلمہ بن جعفر نے روایت بیان کی (اور کہا): عون بن عبداللہ بن عتبۃ نے فرمایا: ہائے افسوس مجھ پر! میں کیسے موت سے غافل رہا؟ حالانکہ موت کا فرشتہ مجھ سے غافل نہیں؟ ہائے افسوس مجھ پر! میں کیسے لمبی خواہشات پر بھروسہ کیے پڑا رہا حالاں کہ موت مجھے تلاش کر رہی تھی؟

---

[۱] یہ نام اسی طرح آیا ہے ایک جگہ بغیر "ابن" کے بھی آیا ہے، بہر حال پورا نام اس طرح ہے: ابوالھیثم الطبیب الکحال المقری الکوفی، خالد بن یزید بن زیاد الاسدی الکاہلی۔ صدوق ہیں۔ ۲۱۴ھ میں انتقال ہو۔ تہذیب الکمال: ۱۹۱/۸

بدبختی کی چار علامات:

(۸۸) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن یزید الادمی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ ابن سلیم نے عمران بن مسلم کے حوالے سے (اور انہوں نے) محمد بن واسع[1] کے حوالے سے بیان کیا (کہا): چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں: (۱) لمبی خواہشات۔ (۲) دل کی سختی۔ (۳) اللہ کے خوف سے آنسو نہ آنا اور (۴) کنجوسی۔

ہمیں ان علامات پر غور وفکر کرنا چاہیے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو ان علامات کے چلتے پھرتے نمونے ہیں مگر فکر نہیں۔ ہم سب کو فکر کرنی چاہیے۔

خواہشات میں کمی اللہ کی نعمت ہے:

(۸۹) فرماتے ہیں: مجھ سے طیب بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) فضیل بن عیاض[2] نے فرمایا: لمبی چوڑی خواہشات بدبختی کی علامت ہیں جب کہ کم خواہشات ہونا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

(خواہشات میں جتنی زیادتی ہوگی اتنا ہی انسان پریشان ہوگا محنت کرکے تھکے گا۔ جتنی خواہشات کم ہوں گی اتنا ہی آرام اور سکون ہوگا۔ اس سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے؟)

آخری وقت میں ایک سانس کا فاصلہ ہی تو ہے:

(۹۰) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے فضل بن وکین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حسن بن الحارث النخعی نے اپنے والد[3] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے کہا): (بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ) اگر ان میں سے کسی کی گھوڑی رات کے وقت بچہ جنے تو وہ صبح یہ سوچ کہ اسے ذبح کردے گا کہ نہیں

---

[1] ابوبکر محمد بن واسع بن جابر الازدی، متقی پرہیزگار عابد وزاہد تھے، اہل بصرہ کے فقہاء میں سے تھے، بصرہ میں قاضی بنائے جانے کی پیش کش ہوئی لیکن انکار کردیا، حسن بصری آپ کو قرآن کی زینت کہا کرتے تھے۔ حسن بصری اور ابن سیرین جیسے کبار تابعین سے روایت کی ہے۔ ۱۲۳ھ میں انتقال ہوا۔ صفۃ الصفوۃ: ۳/۲۶۶-۲۷۱ اور الاعلام: ۳۵۸/۷

[2] زبردست عالم نہایت متقی پرہیزگار شخصیت تھے حرم مکہ کے شیخ تھے۔ ۱۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

[3] الحارث بن لقیط النخعی الکوفی، حنش بن الحارث کے والد، قادسیہ میں شریک ہوئے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت کی، اور ان سے ان کے بیٹے حنش نے روایت بیان کی۔ تہذیب الکمال: ۵/۲۷۵-۲۷۶۔

معلوم میں اس پر سوار بھی ہوسکوں گا یا نہیں؟

فرماتے ہیں: ان ہی دنوں ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملا جس سے تاکید کی گئی تھی کہ ’’اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مال واسباب تمہیں عطا فرمایا ہے اسے اچھے طریقے سے رکھو، کیونکہ آخری وقت میں ایک سانس کا ہی تو فاصلہ ہے[1] (لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ فاصلہ کب پورا ہو) (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بڑا ہی گہرا ہے وہ آخری سانس جسے نہ جانے کب آنا ہے وہ ہی تو زندگی اور موت کا فاصلہ ہے)

موت سے آخرت کی بناء پر ڈرنا:

(۹۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے فضل بن وکین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے بشیر بن مہاجر نے محمد بن عبدالرحمٰن التیمی کے کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) ضحاک بن مزاحم[2] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: جتنا تم موت کو برا سمجھتے ہو، تم سے پہلے لوگ موت سے اتنا ہی خوف زدہ رہا کرتے تھے۔ (یہاں دو باتیں الگ الگ ہیں موت کو برا اور ناپسندیدہ سمجھنا۔ اور موت سے خوفزدہ رہنا۔ پہلے میں زندگی اور دنیا کی فکر غالب ہے اور دوسرے میں آخرت کی فکر غالب ہے کہ زندگی ختم ہوگئی تو آخرت کی تیاری کا کیا ہوگا؟)

ایک سمجھدار خاتون کا طرز عمل:

(۹۲) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے وکیع[3] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یزید بن ابراہیم التستری[4] نے بکر بن

---

[1] الادب المفرد للبخاری، باب اصطناع المال: ۱۶۸، رقم: ۴۷۸

[2] ابوالقاسم الضحاک بن مزاحم الھلالی، دراصل کوفہ کے تھے، پھر بلخ میں مقیم ہوگئے تھے۔ تعلیم دیا کرتے تھے اور کوئی معاوضہ وصول نہ کرتے تھے۔ ۱۰۲ھ اور ایک قول کے مطابق ۱۰۵ھ میں انتقال ہوا۔ صفۃ الصفوۃ: ۴/ ۱۵۰۔ سفیان ثوری کہتے تھے تفسیر کا علم چار لوگوں سے حاصل کرو۔ (۱) سعید بن جبیر۔ (۲) مجاہد۔ (۳) عکرمہ اور (۴) ضحاک۔ تہذیب الکمال: ۱۳/ ۲۹۳

[3] وکیع بن الجراح الرؤاسی، امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام شافعی کے استاذ۔

[4] بہت سے حضرات نے ان کی توثیق کی ہے، اصحاب کتب ستہ نے ان کی روایت ہے۔ ۱۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۳۲/ ۷۷۔۸۲

عبداللہ المزنی کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا: ایک خاتون بہت زیادہ عبادت گزار تھیں، جب شام ہوتی تو اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتیں: اے نفس! آج رات تیری آخری رات ہے، جتنی عبادت کرنی ہے کر لے! (چنانچہ رات بھر عبادت کرتیں)

جب صبح ہوتی تو پھر اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتیں: اے نفس! آج تو تیرا آخری دن ہے، جتنی عبادت کرنی ہے کر لے (چنانچہ دن بھر عبادت کرتیں)[۱]

(ذخیرہ احادیث و آثار سے اسی بات کی ترغیب ملتی ہے اپنی ہر عبادت آخری عبادت سمجھ کر کی جائے۔ لہٰذا سمجھدار مسلمان کو یوں ہی کرنا چاہئے)

مصعب بن عبداللہ زبیری کے پسندیدہ اشعار:

(۹۳) ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں: مصعب بن عبداللہ الزبیری کبھی کبھی یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

تعلقت بامالٍ طوالٍ ایّ امالِ   وأقبلت علی الدنیا ملحاً ......[۲]

ترجمہ: ”تو کون سی لمبی چوڑی امیدوں اور خواہشات کے پیچھے پڑ گیا اور دنیا پر کس طرح ٹوٹ پڑا ہے“

فیاھذا تجھز لفراق الاھل و المال   فلا بد من الموت علی حال من الحال

ترجمہ: ”اے فلاں! اپنے گھر بار اور مال و دولت کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جا کیونکہ موت نے تو ہر حال میں آ کر ہی رہنا ہے“

جو چیز رب سے غافل کر دے وہ بدبختی کی چیز ہے:

(۹۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن یحییٰ بن ابی حاتم الازدی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے بشیر بن مصلح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے صدقہ ابو محمد الزاھد نے بیان کیا (اور کہا): ایک مرتبہ ہم کوفہ میں ایک جنازے میں شریک ہوئے، اس جنازے میں حضرت داؤد طائیؒ بھی شریک تھے، میت کی تدفین کے دوران وہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے،

---

[۱] جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی: ۲/۲۶۳

[۲] ملحاً کے بعد عبارت اصل عربی نسخہ میں ناقابل قرأت تھی۔

میں ان کے قریب آ گیا، تو وہ فرمانے لگے: جو وعید سے ڈرتا ہے اس کے لیے لمبی مسافتیں بھی مختصر ہو جاتی ہیں اور جس کی خواہشات زیادہ ہوتی ہیں اس کے اعمال کمزور ہو جاتے ہیں، اور ہر آنے والی چیز قریب ہی ہے۔

اور یاد رکھنا میرے بھائی! ہر وہ چیز جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے تو وہ تیرے لئے بدبختی کا باعث ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو! دنیا کے تمام رہنے والے قبر میں جانے والے ہیں، وہ جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے اس پر شرمندہ ہی ہوں گے، اور جو کچھ آگے بھیج چکے ہیں وہی ان کی خوشی اور فرحت کا باعث ہوگا۔

قبروں والے جن چیزوں پر شرمندہ ہوتے ہیں۔ دنیا والے ان ہی کی خاطر لڑتے رہتے ہیں، وہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے، اور انہی پر لڑتے لڑتے وہ عدالتوں تک میں جا پہنچتے ہیں۔[1]

(دنیا کی محبت جو برائے دنیا ہوگی وہ آخرت میں شرمندگی کا باعث ہوگی۔ بس خودی اور خدائی میں یہی فرق ہے)

موت تو گھر تک بھی پہنچنے نہیں دیتی:

(۹۵) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراھیم بن یعقوب نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یوسف بن مسلم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے خالد بن یزید القسری نے ابوحمزہ اشمالی[2] کے حوالے سے اور انہوں نے ابوجعفر[3] کے حوالے سے بیان کیا: ایک شخص مکہ تک کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم سفر ہوا، راستے میں اس کا انتقال ہوگیا۔ یہ بات آپؓ کے لئے بہت زیادہ باعث تکلیف ثابت ہوئی۔ بہرحال آپؓ نے اس شخص کی نماز

---

[1] حلیۃ الاولیا: ۳۵۷/۷۔۳۵۸

[2] اصل نام ثابت بن ابی صفیہ الازدی تھا۔ اور ابوصفیہ کا اصل نام دینار اور ایک قول کے مطابق سعید تھا۔

[3] ابوجعفر سے مراد ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب الباقر یعنی اثناء عشریہ کے پانچویں امام (امام باقر) ہیں۔ یعنی امام جعفر الصادق کے والد ماجد۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

جنازہ ادا کی اور اسے دفن کر دیا۔ اس کے بعد اکثر و بیشتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

و بالغ أمر كان يأمل دونه و مختلج من دون ما كان يأمل

ترجمہ: ''اور اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جانے والا جو اس سے پہلے مختلف خواہشات اور امیدوں میں مبتلا تھا، اور اس کی خواہشات میں رکاوٹ بننے والی (موت) (دونوں ہی کتنی عجیب ہیں)

انسان کو خود درست ہو جانا چاہئے:

(۹۶) فرماتے ہیں: مجھ سے میرے والد محمد بن عبید بن سفیان بن ابی الدنیا القرشی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں علی بن شقیق [1] نے عبداللہ بن المبارک کے حوالے سے اور انہوں نے سفیان ثوری کے حوالے سے بتایا (انہوں نے فرمایا): ربیع بن خثیم [2] نے اپنے بعض ساتھیوں کو خط میں لکھا: اپنی موت کا سامان ٹھیک کر لو، اپنے وصی اور وارث خود بنو لوگوں کے لئے وصیت کرنے کو مال وغیرہ مت چھوڑنا۔[3]

(مراد یہ ہے کہ زیادہ مال جمع مت کرو کہ وراثت اور وصیت کا سلسلہ کرنا پڑے دنیا سے جاؤ تو دنیا کی ہر چیز سے فارغ ہو کر جاؤ۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی اور ایسا ہی ہوا)

برے اعمال اور عمدہ سلوک کی امید؟

(۹۷) فرماتے ہیں: ہم سے ابو موسیٰ العیدی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے

---

[1] مراد علی بن الحسن بن شقیق الروزی ہیں۔

[2] ابو یزید ربیع بن خثیم الثوری مشہور عبادت گزاروں میں سے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود آپ سے فرمایا کرتے تھے: اے ابو یزید! اگر رسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھ لیتے تو آپ سے محبت کرتے اور میں جب بھی آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے حقیقی عاجزی کرنے والے یاد آ جاتے ہیں۔ عبداللہ بن زیاد کی حکومت میں کوفہ میں انتقال ہوا۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۰۵/۲، صفۃ الصفوۃ: ۵۹/۳

[3] کتاب الزھد للاحمد: ۲۱۴/۲ میں ابتدائی الفاظ یہ ہیں: اپنے اعلانیہ کاموں کی مذمت کرو اور آخرت کی طرف لوٹانے والی چیز سے ڈرو۔ اور حلیۃ الاولیاء: ۱۱۷/۲ میں ابتدائی الفاظ اس طرح ہیں: اپنا سامان سفر تیار رکھو اور محنت میں لگے رہو''

بقیۃ بن الولید نے عتبۃ بن تمیم کے حوالے سے (اورانہوں نے) ابان بن سلیم الصوری کے حوالے سے بیان کیا (فرمایا): انہوں نے اپنے کسی ساتھی کو خط میں لکھا: امابعد! تم نے تو اپنی امیدوں اور خواہشات سے دنیا کی تجدید کردی، اپنے برے اعمال کے باوجود تمنا رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ عمدہ معاملہ فرمائیں گے اور تیری تو سرد مزاجی سے مدد کی گئی ہے (یعنی تو نیک اعمال کرنے سے گرم جوشی کا اظہار نہیں کرتا)

بھلائی کے طالب ہو تو خود کو قبر میں سمجھو:

(۹۸) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن عبدالرحمٰن نے روایت بیان کی (اور کہا): کسی حکیم کا فرمانا ہے: لمبی خواہشات اور امیدوں سے بچو، کیوں کہ پہلی امتوں کے تباہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

جو کام تیرے ذمہ لازم ہے اسے فضول کاموں میں ضائع نہ کر ورنہ بہت جلد تجھے اس کا مزا چکھادیا جائے گا۔ تو دنیا میں ایسا بن جا کہ تیری موت کو دیکھ کر لوگ تجھ پر رشک کریں۔ دنیا میں اپنی رغبت کو کم کردے، کیونکہ تیرا وقت قریب اور موت تجھ تک پہنچنے والی ہے۔ اپنی زندگی کی گھڑیوں کو گنتا رہے، جو لمحہ بھی فرصت کا ملے اس میں نیک عمل کر اور تیرا کیا خیال ہے......[1] یہاں سے پڑاؤ اٹھانے میں جلدی کر۔

جو چیز تجھے اپنی اصلاح سے غافل کردے اس سے دل نہ لگا، اور اگر تو واقعی اپنی بھلائی چاہتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ تو قبر میں اترنے سے پہلے ہی قبر میں پہنچ چکا ہے، اس سے تو دنیا کی فضولیات سے محفوظ ہو جائے گا اور تجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہ رہے گی۔

زندہ شخص کو ہی دنیا کی طلب اور امید ہوتی ہے، مردے کو دنیا کی کیا پڑی؟ اسی لئے خود کو مردہ تصور کرنے کو فضولیات سے "حفاظت" فرمایا)

انسان کی زندگی کی حقیقت:

(۹۹) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن ابراہیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی

---

[1] یہاں ایک یا دو الفاظ پڑھے جانے کے قابل نہ تھے۔

بن شقیق نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن المبارک نے روایت بیان کی (اور فرمایا): حسان بن ابی سنان نے فرمایا: انسان کتنی مرتبہ اپنی ضروریات کے لیے کہیں آنا جانا کرتا ہے حالانکہ وہ لحد میں پہنچ چکا ہوتا ہے۔

حسین بن عبدالرحمٰن کے پسندیدہ اشعار:

(۱۰۰) فرماتے ہیں: ہم سے عبداللہ نے بیان کیا (اور کہا) ہمیں حسین بن عبدالرحمٰن نے یہ اشعار سنائے۔

یامل المرء ابعد الامال　　وهو رهن بأقرب الاجال

ترجمہ: ''انسان دور کی امیدیں باندھ لیتا ہے حالانکہ بہت جلد آنے والی موت کے ہاتھوں گروی رکھا ہوتا ہے''

لو رأى المرء رأى عينيه يوما　　كيف صول الاجال بالآمال

ترجمہ: ''اگر انسان ایک مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے موت کیسے امیدیں پوری ہونے سے پہلے حملہ کرتی ہے؟''

لتناهى و قصر الخطوفى الهو　　ولم يغتر بدار الزوال

ترجمہ: ''تو وہ باز آجائے اور کھیل کود کی طرف بڑھتے اپنے قدموں کو روک لے اور اس دنیا سے دھوکہ نہ کھائے''

نحن فلهو و نحن تحصى علينا　　حركات الادبار والا قبال

ترجمہ: ''ہم کھیل کود میں مشغول ہوتے ہیں حالانکہ ہماری آتی جاتی سانسیں اور گھڑیاں گنی جارہی ہوتی ہیں''

فاذ الساعة الخفية حمت　　لم يكن عثر عاثر بمقال

ترجمہ: ''جب یہ چپکے چپکے گزرتا وقت پورا ہو جائے گا، پھر کسی لڑکھڑانے والے کے کسی عذر کا موقع نہ رہے گا''

نحن اهل اليقين بالموت و الـ　　بعث و عرض الاقوال و الاعمال

ترجمہ: ''ہم وہ لوگ ہیں جو موت، موت کے بعد زندگی اور اعمال کے حساب کتاب

کا یقین رکھتے ہیں''

ثم لا ندعوی وقداعذر اللہ   بطول البقاء و الامھال

ترجمہ: ''پھر بھی ہم اپنی جہالت سے باز نہیں آتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے طویل زندگی اور مہلت دی ہے تا کہ ہم معذرت کرلیں''

ای شئی ترکت یا عارفا   باللہ للممترین والجھال

ترجمہ: ''اے اللہ کو جاننے والے تو نے شک کرنے والوں اور جاہلوں کے لئے کیا چیز چھوڑی ہے''

ترکب الشئی لیس فیہ سوی   انک تھواہ، فعل أھل الضلال

ترجمہ: ''تو ایک ایسی چیز میں مشغول ہو رہا ہے جس میں گمراہوں کی طرح کھیل کود کے علاوہ تو اور کچھ نہ کرے گا''

انت ضیف، و کل ضیف و ان   طالت لیا لیہ مؤذن بارتحال

ترجمہ: ''تو مہمان ہے، اور مہمان چاہے جب تک بھی مہمان رہے، اسے بہر حال ایک دن جانا ہوتا ہے''

لو تزودت من تقی اللہ   زادا و تجنت باھظ الاثقال

ترجمہ: ''کاش! تو اللہ کے خوف کو اپنے آخرت کے سفر کے لیے بطور سامان لے لیتا اور فضولیات کے بوجھ سے پرہیز کرتا''

ایھا الجامع الذی لیس یدری   کیف جور الاھلین و الأموال

ترجمہ: ''اے مال جمع کرنے والے وہ شخص! جو نہیں جانتا کہ مال و دولت اور گھر والوں کا کیا حال ہے''

یستوی فی الحساب و البعث و الـ   موقف اھل الاکثار و الاقلال

ترجمہ: ''حساب کتاب، مرنے کے بعد زندہ ہونے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے میں امیر اور غریب سب برابر ہوں گے''

ثم لا یقتسمون النار و الـ   جنۃ الا بسالف الاعمال

ترجمہ: ’’پھر جنت اور دوزخ کی تقسیم اپنے کیئے ہوئے اعمال ہی کی بنیاد پر ہوگی‘‘

(دنیا مسافر خانہ، انسان مہمان، اس کا مال وارثوں کا، اور اس کا اپنا حصہ قبر اور کفن جو کہ کچھ عرصہ بعد باقی نہیں رہتا۔ انسان جن کے لئے مال و دولت جمع کرتا ہوا مر جاتا ہے اسے مرنے کے بعد مال کی خبر ہوتی ہے نہ اہل وعیال کی یہ ہے حقیقت زندگی)

معروف کرخی کی زبردست نصیحت:

(۱۰۱) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن ابراہیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سری ابن یوسف الانصاری نے محمد بن ابی توبہ کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا): معروف کرخی [۱] نے ایک مرتبہ نماز کی اقامت کہی اور مجھ سے امامت کے لئے کہا۔ میں نے کہا: اگر میں نے تمہاری اس نماز کی امامت کی تو اس کے علاوہ آئندہ تم لوگوں کو کوئی نماز نہ پڑھاؤں گا۔ یہ سنتے ہی معروف کرخی نے کہا: تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اس کے بعد بھی کوئی نماز پڑھ سکو گے، ہم اتنی لمبی امیدوں سے بچنے کے لئے ہی اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، کیونکہ یہ نیک اعمال کرنے سے روکتی ہیں۔

(لمبی امیدیں ہی تو نیک اعمال سے روکتی ہیں۔ صبح زندہ رہنے کی امید عشاء کھا جاتی ہے اور دن چڑھے تک زندگی کی امید فجر، یہ حال باقی زندگی کا ہے۔ افسوس۔)

لمبی امید شیطانی تسلط ہے:

(۱۰۲) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن عبدالرحمٰن نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک دانشور نے کہا: امید (اور خواہش) دراصل غافل لوگوں کے دلوں پر شیطان کے تسلط کا نام ہے۔

(دنیا کی لذت شیطانی وسوسہ ہے اور آخرت کی فکر نورانی جھونکا ہے۔ اسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے)

---

[۱] ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخی، اپنے زمانے میں صوفیاء کے سردار، علی رضا ابن موسیٰ کاظم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے بغداد میں بمقام کرخ پیدا ہوئے، بغداد ہی میں نشو و نما پائی اور انتقال ہوا، نیکی اور تقوے میں مشہور ہوئے، امام احمد بن حنبل جیسے لوگ بھی آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ ۲۰۰ھ میں انتقال ہوا۔ الاعلام: ۱۸۵/۸

فائدہ مند نماز کا طریقہ:

(۱۰۳) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوعلی الطائی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سالم ابوعتاب [۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا بکر بن عبداللہ المزنی کہہ رہے تھے: ''اگر تو چاہے کہ تیری نماز سے تجھے فائدہ ہو تو اس بات کا دھیان رکھ کہ شاید یہ تیری آخری نماز ہو''

لمبی امیدیں بدعملی کا زینہ ہیں:

(۱۰۴) فرماتے ہیں: مجھ سے ابومحمد المسار [۲] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مسیّب بن واضح نے محمد بن الولید کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا): حسن بصریؒ نے فرمایا: جس بندے نے بھی لمبی امیدوں پر ہاتھ ڈالا وہ ضرور بدعملی کا شکار ہو جاتا ہے۔[۳]

اور فرمایا: اور حسن بصریؒ نے فرمایا: اگر تجھے یہ بات اچھی لگتی ہو کہ تو اپنے بعد دنیا کو دیکھے تو اس کو کسی مرنے والے کے بعد دیکھ لے کہ دنیا اس کے لیے کیسی ہو گئی ہے؟

مسروق کو ایک نوجوان کی نصیحت:

(۱۰۵) فرماتے ہیں: مجھ سے میرے والد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں ھشیم [۴] نے بتایا (اور کہا) ہم سے مغیرہ [۵] نے شعبی [۶] کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا): جب زیاد [۷]

---

[۱] ابوعتاب الدلال سہل بن حماد العنقری البصری، امام بخاری کے علاوہ اصحاب خمسہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ۲۰۸ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱۷۹/۱۲۔

[۲] بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مراد قاسم بن ھاشم السمر ہیں، کیونکہ وہی ابن ابی الدنیا کے اساتذہ میں سے ہیں۔

[۳] الزھد للحسن البصری: ۸۲۔ امام بیہقی کی الزھد الکبیر: ۱۹۴، رقم: ۴۶۷ پر فضیل بن عیاض سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

[۴] ھشیم بن بشیر بن القاسم الواسطی ابومعاویہ بن ابی حازم۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے ان کے والد سے روایت لی ہے کہ انہوں نے مغیرہ کو نہیں سنا۔ العلل ومعرفۃ الرجال: ۳۱۴/۱

[۵] ابوھاشم مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی، فقیہ تھے، نابینا بھی تھے۔ ۱۳۶ھ میں انتقال ہوا۔

[۶] ابوعمرو عامر بن شراحیل الشعبی الحمیری، مشہور امام اور فقیہ تھے۔ ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

[۷] بظاہر زیاد بن ابیہ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے انہیں، فارس کا گورنر بنایا تھا اور مسروق حضرت علیؓ کے حمایتی تھے۔

نے مسروق[1] کو سلسلہ[2] نامی جگہ کی طرف بھیجا، ان کے ساتھی ان کو شہر سے باہر تک چھوڑ نے آئے۔ ہمارے ساتھ ایک نوجوان تھا جو اکثر مسروق کی صحبت میں رہا کرتا تھا لیکن مسروق اس کا نام نہیں جانتے تھے۔ جب لوگ وہاں سے واپس لوٹنے لگے اور حضرت مسروق کو الوداع کہنے لگے تو وہ نوجوان بھی ایک طرف کھڑا تھا، موقع دیکھ کر وہ مسروق کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: گویا کہ آپ زاہدین میں سے نامزد ہوئے ہیں آپ کا سنورنا ان کا سنورنا ہوگا اور آپ کی برائی ان کے لئے بھی برائی ہوگی اس لئے سنبھل کر چلنا آپ اپنے دل میں فقر و فاقہ کے بارے میں مت سوچئے گا اور نہ یہ سمجھئے گا کہ آپ طویل عرصہ تک زندہ رہیں گے۔[3]

(یعنی آپ خود کو گناہوں سے آلودہ مت کرنا نہ ہی لمبی زندگی کا سوچنا یہ آپ کو غفلت میں ڈال دے گی۔ آپ اچھے رہیں گے تو آپ کی وجہ سے لوگ اچھے رہیں گے اور آپ برے بنے تو لوگ بھی برے ہو جائیں گے)

لمبی امید اور دنیا میں دل لگانے سے حیا آنی چاہئے:

(۱۰۶) فرماتے ہیں: مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم الادمی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سعید بن عبدالحمید بن جعفر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن ثابت نے وازع بن نافع کے حوالے سے (انہوں نے) سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے (اور

[1] ابو عائشہ مسروق بن الاجدع الھمد انی الوداعی الکوفی، ان کے والد یمن کے بہترین شہ سوار تھے۔ مسروق ابن اخت عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں: بچپن میں کوئی انہیں اٹھا کر لے گیا تھا پھر مل گئے تھے لہٰذا لوگ انہیں مسروق کہنے لگے۔ ان کے دادا (یعنی اجدع کے والد) مسلمان ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا تھا، نہایت نیک اور ثقہ تھے، نماز پڑھتے پڑھتے ان کے پیروں پر ورم آ جاتا۔ امام شعبی کہتے ہیں: مسروق فتویٰ سے شریح سے زیادہ اعلم تھے اور شریح قضا میں مسروق سے زیادہ اعلم تھے۔ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۲۵۱/۲۷۔

[2] عراق میں واسط نامی علاقے میں ایک جگہ ہے۔

[3] امام ذہبی نے لکھا ہے کہ مسروق سلسلہ میں دو سال گورنر رہے، پھر گھر واپس آ گئے، گھر والوں نے ان کے تھیلے میں دیکھا تو ایک کلہاڑے کا پھل تھا۔ گھر والوں نے پوچھا: آپ اتنے عرصے بعد آئے ہیں اور کلہاڑی کا ایک پھل لائے ہیں وہ بھی بغیر دستے کے؟ یہ سنتے ہی فرمایا: ''انا للہ! یہ تو ہم نے کسی سے عاریتاً لیا، واپس کرنا بھول گئے۔ سیر اعلام النبلاء: ۶۶/۴۔ ۶۷

انہوں نے) حضرت ام المنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا، (انہوں نے فرمایا): ایک رات آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! کیا تم حیا نہیں کرتے؟

لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیسے حیا کریں؟

فرمایا: تم ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جنہیں تم کھا نہیں سکتے، تم ایسی خواہشات رکھتے ہو جنہیں تم پا نہیں سکتے، تم ایسی عمارات بناتے ہو جن میں تم ہمیشہ رہ نہیں سکتے''

(جس کام کو انسان پورا نہ کر سکے اور وہ ہو بھی خواہش پر مبنی۔ ارشاد رسول ﷺ کے مطابق ایسی امیدوں کے کام پر انسان کو حیا آنی چاہئے۔ یعنی باز رہنا چاہئے)

اجل کی تیز رفتاری کا احساس دنیا سے نفرت دلاتا ہے:

(۱۰۷) فرماتے ہیں: مجھ سے داؤد بن عمرو الضبی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن المبارک نے مسعر بن کرام کے حوالے سے (انہوں نے) معن بن عبداللہ کے حوالے سے (اور انہوں نے) عون بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: کتنے ہی آنے والے ہوتے ہیں جو آ نہیں پاتے، کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جو آنے والے دن کا انتظار کرتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگی میں کل نہیں آ پاتی، اگر تم موت اور اس کی تیز رفتاری کو دیکھ لیتے تو تمہیں خواہشات اور اس کے دھوکوں سے نفرت ہو جاتی۔

(ہم اس مذکورہ قول کے مندرجات پر غور کریں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ کہ لمبی امیدیں آنے والے کل کا انتظار یہ سب دنیا کا دھوکہ ہے اس دھوکہ کی حقیقت جاننے کے لئے امیدوں سے نجات پانی ہوگی کہ آئندہ کی امید پر دنیا میں بلند و بالا منصوبے اور خواب سب احمقانہ حرکت اور دھوکہ ہیں۔ کیونکہ موت تیز رفتار ہے جو سارے خواب بکھیر دیتی ہے)

دوسرا جز:

عمل میں جلدی کرنے کا بیان

سات چیزوں سے پہلے پہلے نیک عمل میں جلدی کرنا:

(۱۰۸) فرماتے ہیں: ہمیں شیخ ابو الحسین عبدالرحمٰن بن الحسین بن محمد بن ابراھیم الجیانی رضی اللہ عنہ نے بتایا (اور کہا) ہم سے ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب الحافظ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں ابو الحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران المعدل نے بتایا (اور کہا) ہمیں ابو علی الحسین بن صفوان البرذعی نے ان سے پڑھتے ہوئے ماہ صفر ۳۴۰ھ میں بیان کیا (اور کہا) ہم سے احمد بن علی نے روایت بیان کی (اور کہا) اور ہمیں ابو علی الحسین بن احمد بن ابراھیم بن شاذان نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو جعفر عبداللہ بن اسماعیل ابن ابراھیم بن عیسی بن المنصور نے ۳۴۴ھ میں بیان کیا (اور کہا) ہم سے ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن ابی الدنیا القرشی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسماعیل بن زکریا الکوفی [۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مجرد بن ھارون التیمی المدنی [۲] نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا اعرج [۳] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان فرما رہے تھے اور انہوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: ''سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرلو۔ تم ایسے فقر و فاقے کا انتظار کرتے ہو جو سب کچھ بھلا دے یا ایسے مال و دولت کا جو تمہیں سرکش بنا دے، یا ایسی بیماری کا جو تمہاری

---

[۱] ہمیں ابن ابی الدنیا کے شیوخ میں اسماعیل بن زکریا کا نام نہیں ملا بلکہ یوں معلوم ہوتا کہ سند سے کوئی نام رہ گیا ہوگا، بہر حال ان دونوں حضرات کی ملاقات ثابت نہیں کیونکہ ابن ابی الدنیا کی ولادت ۲۰۸ھ میں ہوئی جب کہ اسماعیل بن زکریا الکوفی ۱۷۴ھ میں وفات پا چکے تھے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے اسماعیل بن زکریا بن مرۃ الخلقانی الکوفی سے سنا ہو جن کا ترجمہ تہذیب الکمال: ۹۲/۳ پر موجود ہے۔

[۲] اصل عربی نسخہ میں محرز تھا جو تصحیف ہے جیسا کہ دوسرے نسخوں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ منکر الحدیث تھے، ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ اعرج سے وہ روایات بیان کرتے تھے جو اعرج کی نہیں تھیں، ان سے روایت کرنا صحیح ہے اور نہ استدلال کرنا۔ تہذیب الکمال: ۲۷۲/۲۷۔۲۷۴۔

[۳] ابو داؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد

صحت کو خراب کر دے، یا ایسے بڑھاپے کا جو تمہاری عقل و دانش کو گڈ مڈ کر دے یا موت کے منہ میں پہنچا دے۔ یا پھر تم دجال کا انتظار کر رہے ہو یا قیامت کا، دجال تو ان تمام چیزوں میں سب سے زیادہ برا ہے جن کا انتظار کیا جاتا ہے، اور قیامت...... قیامت تو سب سے زیادہ خطرناک اور کڑوی چیز ہے۔[1]

انسان کی امیدوں اور انتظار کی حقیقت:

(۱۰۹) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن حسان بن فیروز نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عنبیہ بن سعید نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہمیں ابن المبارک نے معمر کے حوالے سے (اور انہوں نے) ایسے شخص سے حدیث بیان کی جس نے مقبری سے روایت سنی تھی (اور مقبری نے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے آپ ؐ سے روایت بیان کی، آپ ؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص صرف اسی بات کا انتظار کرتا ہے کہ وہ ایسا مالدار ہو جائے کہ سرکشی تک جا پہنچے، یا اتنا غریب ہو جائے کہ سب ہی کچھ بھلا بیٹھے، یا ایسی بیماری کا جو اسے کسی کام کا نہ چھوڑے، یا اچانک موت کا یا دجال کا، دجال ان چیزوں میں سب سے زیادہ برا ہے جو اس وقت موجود نہیں لیکن اس کا انتظار کیا جاتا ہے، یا قیامت، قیامت تو بہت زیادہ خطرناک اور کڑوی ہے۔[2]

پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو:

(۱۱۰) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراھیم نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن سعید[3] ابن ابی ھند نے

---

[1] دیکھیں ترمذی، الزھد، باب ماجاء فی المبادرۃ بالعمل: ۴/ ۵۵۲، رقم: ۲۳۰۶۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: ہمارے پاس اعرج عن ابی ہریرۃ کی سند صرف محرز بن ھارون ہی کے حوالے سے ہے۔ علاوہ ازیں ابن ابی الدنیا کتاب الاھوال: ۲۷ اپنے شیخ محمد بن یونس الکدیمی عن محرز بن ھارون کے حوالے سے۔

[2] امام ترمذی نے مذکورہ مقام پر بھی اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ: یہ حدیث معمر نے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے سعید المقبری سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور انہوں نے جناب رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے۔

[3] ایک نسخے میں عبداللہ بن مسعود ہے جو صحیح نہیں بلکہ صحیح عبداللہ بن سعید ہی ہے، یہ بھی ثقہ ہیں اور اصحاب ستہ نے ان سے روایت کی ہے، ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۱۵/ ۳۷

اپنے والد کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے روایت بیان کی، فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھو، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی خوش حالی کو اپنے فقر سے پہلے، اپنی فرصت کو اپنی مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے غنیمت سمجھو۔[1]

فرصت اور زندگی کو آخرت کے لئے کار آمد بنالیں:

(۱۱۱) فرماتے ہیں: ہم سے علی بن الجعد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے شعبہ نے سعید الجریری کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: میں نے سنا غنیم بن قیس[2] فرمارہے تھے: اسلام کے ابتدائی دور میں ہم آپس میں ایک دوسرے کو وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے کہ: اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! مصروف ہونے سے پہلے اپنی فرصت کے اوقات میں نیک عمل کرلے، اپنی جوانی کے زمانے میں بڑھاپے کے لئے عمل کرلے، اپنی صحت کے زمانے میں بیماری کے زمانے کے لئے نیک عمل کرلے، اپنی دنیا میں اپنی آخرت کے لئے نیک عمل کرلے اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لئے عمل کرلے۔[3]

دو عظیم نعمتوں سے دھوکا مت کھانا:

(۱۱۲) فرماتے ہیں: ہم سے یحییٰ بن ایوب نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے اسماعیل بن جعفر نے عبداللہ سعید بن ابی ھند کے حوالے سے (انہوں نے) اپنے والد کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے بیان کیا فرمایا:

---

[1] امام حاکم نے المستدرک: ۳۰۶/۴ پر یہ حدیث روایت کی ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے تخریج نہیں کی علاوہ ازیں ابن المبارک نے الزھد: ۲، رقم: ۲: ابونعیم نے حلیہ: ۱۴۸/۴ اور احیاء علوم الدین: ۲۶۷/۴ کے حواشی میں امام عراقی نے لکھا ہے: ابن ابی الدنیا نے حسن روایت کے ساتھ بیان کی ہے۔

[2] ابوالعنبر غنیم بن قیس المازنی الکعبی البصری، انہوں نے آپ کا زمانہ پایا لیکن ملاقات نہ کرسکے، حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عتبۃ بن غزوان کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا، ثقہ ہیں، حدیث بہت کم بیان کرتے تھے، امام بخاری کے علاوہ دیگر حضرات نے ان سے روایت کی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۲۰/۲۳

[3] حلیۃ الاولیاء: ۲۰۰/۶ اور تہذیب الکمال: ۱۲۲/۲۳

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ دھوکہ کھائے ہوئے (نقصان اٹھانے والے) ہیں: (۱) صحت۔ (۲) فراغت۔[۱]

(مطلب یہ ہے کہ انسان کو آخرت کی فکر یہ دو نعمتیں بھلا دیتی ہیں اس لئے ہوشیار رہا جائے کہ کہیں یہ کامیاب نہ ہو جائیں)

دو عظیم نعمتیں جن کا نفع اور دھوکہ عام ہے:

(۱۱۳) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم بن المستمر الناجی[۲] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو محمد[۳] عمرو بن عاصم (جو مسجد ابی......[۴] کے ٹھہرے ہوئے تھے) نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حمید بن الحکم نے (جو............ٹھہرے ہوئے تھے) حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حسن بصری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث بیان کی فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے اکثر لوگ فائدہ اٹھائے ہوئے ہیں: (۱) صحت۔ (۲) فراغت۔

فائدہ:

یہ اور اس سے پہلے والی حدیث میں قدرے اختلاف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ ''دو قسم کی نعمتیں ہیں جن میں اکثر لوگ دھوکہ کھائے ہوئے ہیں اور یہاں فرمایا کہ ''دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے اکثر لوگ فائدہ اٹھائے ہوئے ہیں'' تو اس اختلاف کی محدثین کرام نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں:

---

[۱] دیکھیں، صحیح بخاری، الرقاق، باب الصحۃ والفراغ ولا عیش الا عیش الاخرۃ: ۷/۱۶۹۔۱۷۰، سنن ترمذی، الزھد، باب الصحۃ والفراغ: ۴/۵۵۰ رقم: ۲۳۰۴ اور حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ، الزھد، باب الحکمۃ: ۲/۱۳۹۶، رقم: ۴۱۷۰ اور ابو نعیم فی الحلیہ: ۳/۷۴، ۸/۱۷۴۔ اور امام احمد فی الزھد: ۱/۶۷

[۲] ابراھیم بن المستمر الھذلی الناجی العروقی العصفری ابو اسحاق البصری، امام نسائی نے ایک جگہ ان کو صدوق اور ایک جگہ لیس بہ بأس کہا ہے، شیخین کے علاوہ چاروں حضرات نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲/۲۰۱

[۳] عربی نسخہ میں محمد کے بجائے عثمان لکھا تھا حالانکہ ابو عثمان ان کی کنیت ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب: ۴/۳۵۳ میں ہے، پورا نام عمرو بن عاصم بن عبید اللہ بن الوزاع الکلابی تھا۔

[۴] اس مقام پر عربی نسخہ میں تحریر مٹی ہوئی تھی۔

(۱) یہاں تصحیف ہوئی ہے یعنی پہلی روایت میں لفظ مَغبُونٌ تھا جیسا کہ بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، حلیہ اور امام احمد کی زہد[1] میں یہی لفظ بیان کیا گیا ہے، جب کہ اس روایت میں مَغْبُوْنٌ کے بجائے غَبِطَهُمَا ہے، مسند دیلمی میں بھی اسی طرح ہے لیکن کنز العمال میں غَبِطَهُمَا ہے۔ لہٰذا پہلی روایت کو اصل سمجھا جائے اور یہاں دوسری روایت میں تصحیف۔

(۲) یہاں کثیر سے مراد اغلب یعنی نصف سے زیادہ نہیں بلکہ مراد قلیل کی نقیض ہے۔

(۳) ایک توجیہ جو بلا تکلف بندہ کے ذہن میں آئی وہ یہ کہ دونوں احادیث اپنے اپنے محل پر ہیں یعنی پہلی حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ان دونوں نعمتوں (۱) صحت۔ (۲) فرصت کے ہوتے ہوئے بھی نیک اعمال اور تقویٰ سے دور ہیں، لیکن دوسری حدیث کے مطابق بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی صحت اور فرصت سے خوب خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور نیک اعمال اور تقویٰ سے دامن بھرے جا رہے ہیں۔ (مترجم) واللہ اعلم بالصواب۔

خوف انسان سے مشکل کام کرا لیتا ہے:

(۱۱۴) فرماتے ہیں: ہم سے ابو النضر ھاشم بن القاسم نے ابو عقیل الثقفی[2] کے حوالے سے (انہوں نے) برد بن سنان کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: میں نے سنا بکیر بن فیروز نے کہا: میں نے سنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو خوف زدہ ہوتا ہے وہ رات کو بھی سفر کرتا ہے، اور جو رات کو بھی سفر کرتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے، سنو! اللہ تعالیٰ کا سامان بہت قیمتی ہے۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔[3]

(مطلب یہ ہے کہ موت اور آخرت کا خوف اندر پیدا کر لیں تا کہ خوفزدہ شخص خوف کے علاقے سے دور بھاگنا چاہتا ہے اور رات کے سفر سے ڈرنے کے باوجود وہ رات میں سفر بھی کرتا ہے اور اسی محنت کی وجہ سے منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا آخرت کا خوف رکھنے

---

[1] کتاب الزهد للامام احمد: ۱/۶۷

[2] عبداللہ بن عقیل الثقفی ابو عقیل الکوفی، بغداد میں رہے، ثقہ ہیں۔ شیخین کے علاوہ چاروں حضرات نے ان سے روایت کیا ہے، دیکھیں تہذیب الکمال: ۱۵/ ۳۱۴۔

[3] دیکھیں سنن ترمذی، صفة القیامة: ۴/ ۶۳۳، رقم: ۲۴۵۰ اور کہا ہے حسن غریب ہے ہم اسے ابو النضر ہی کے طریق سے جانتے ہیں۔

والے کو اسی طرح محنت کرنی چاہئے کہ ڈرا ہو تب بھی تھکا ہو تب بھی اپنا سفر اور آخرت کی محنت جاری رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

مصائب موت اور قیامت ایک دوسرے کے پیچھے ہیں:

(۱۱۵) فرماتے ہیں: ہم سے یحییٰ بن اسماعیل الواسطی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے وکیع نے سفیان الثوری کے حوالے سے (انہوں نے) عبداللہ بن محمد بن عقیل کے حوالے سے (انہوں نے) طفیل بن ابی بن کعب کے حوالے سے انہوں نے اپنے والدؓ کے حوالے سے (اور انہوں نے) جناب رسول اللہ ﷺ سے حدیث روایت کی، فرمایا: راجفہ آ گئی، اس کے پیچھے پیچھے رادفہ بھی آ گئی ہے اور موت اپنی تمام تر ہولناکیوں سمیت آ گئی ہے۔[۱]

فائدہ: صحیح بخاری کی تفسیر کے مطابق راجفہ سے مراد نفخہ اولی ہے یعنی جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور رادفہ سے مراد نفخہ ثانیہ ہے یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔[۲] (واللہ اعلم بالصواب)

کچھ بھی کر لے آخر موت ہے:

(۱۱۶) فرماتے ہیں: ہم سے ابوجعفر..........[۳] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان نے محمد بن..........[۴] نے حدیث بیان کی (انہوں نے) زید السلیمی[۵] سے حدیث بیان کی، فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ جب بھی محسوس فرماتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ دنیا کی طرف ہونے لگی ہے تو بلند آواز سے فرمایا کرتے: موت تم تک ضرور بالضرور اپنی باری میں پہنچ کر رہے گی، خواہ بدبختی ہو یا نیک بختی۔[۶]

---

[۱] دیکھیں ترمذی، صفۃ القیامۃ والرقائق والورع: ۶۳۶/۴: رقم: ۲۴۵۷، اسی روایت کا ابتداء اس طرح سے ہے کہ جب رات دو تہائی حصہ کے برابر گزر گئی تو آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اللہ کا ذکر کرو "راجفہ" آ گئی، اس کے پیچھے پیچھے "رادفہ" بھی آئی چاہتی ہے، موت آ گئی۔

[۲] دیکھیں صحیح بخاری، الرقاق، باب نفخ الصور: ۱۹۳/۷

[۳] نام واضح نہ تھا آدھے حروف مٹے ہوئے تھے۔ [۴] یہاں بھی نام واضح نہ تھا غالباً ابان یا عجلان تھا۔

[۵] یہاں بھی کلمہ سلیمی واضح نہ تھا ہم نے اسے عراقی کی تخریج سے درج کیا ہے۔

[۶] امام عراقی نے کہا ہے: ابن ابی الدنیا نے اسے قصر الامل میں زید السلیمی کے حوالے سے مرسلاً بیان کیا ہے، احیاء علوم الدین: ۶۶۷/۴

رسول اکرمؐ کا قیامت اور موت سے ڈرانا:

(۱۱۷) فرماتے ہیں: ہم سے سوید بن سعید نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ضمام بن اسماعیل نے موسیٰ بن وردان کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت بیان کی، فرمایا: جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبد مناف کی اولاد! میں ڈرانے والا ہوں، موت (ہر چیز کو) بدل دینے والی ہے اور قیامت کا وعدہ (وقت مقرر) کیا گیا ہے۔

دنیا ختم ہونے میں کچھ ہی وقت باقی ہے:

(۱۱۸) فرمایا: ہم سے خالد بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن زید نے علی بن زید[۱] کے حوالے سے (انہوں نے) ابی نضرۃ[۲] کے حوالے سے (انہوں نے) ابوسعید[۳] کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا: ایک مرتبہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمانا شروع کیا اور قیامت سے پہلے کے حالات بڑی تفصیل سے بیان فرما دیئے اور کچھ نہ چھوڑا، جس نے یاد کرنا تھا کر لیا، جس نے بھلانا تھا بھلا دیا اور فرمایا: لوگ سورج غروب ہونے تک بیٹھے رہے کہ شاید کچھ اور بھی بیان فرمائیں! چنانچہ فرمایا: سنو! دنیا کا جتنا وقت گزر گیا ہے اس میں سے اتنا ہی باقی بچا ہے جتنا تمہارا یہ آج کا دن، جتنا گزرنا تھا گزر گیا (جس طرح اس دن کا معمولی سا حصہ باقی ہے اسی طرح دنیا کا بھی معمولی سا وقت باقی رہ گیا ہے۔

یعنی آپؐ نے وقت کی تشبیہ دی ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا کی امید بالکل ختم کر دی جائے۔

---

[۱] علی بن زید بن جدعان القرشی التیمی البصری المکفوف، مکی الاصل ہیں علمائے حدیث نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [۲] منذر بن مالک بن قطعہ العبدی العوقی، عوقہ عبد القیس کا ایک ذیلی قبیلہ ہے، محدث اور ثقہ ہیں، بصرہ کے بڑے علما میں سے تھے، امام بخاری نے ان سے استشہاد کیا ہے لیکن ان کی روایت بیان نہیں کی۔ وصیت کی کہ میری نماز جنازہ حسن بصری پڑھائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا، ۱۰۸ھ میں انتقال ہوا، اس وقت عراق کا گورنر عمر بن ھبیرۃ تھا۔ دیکھیں: سیر اعلام النبلاء: ۵۲۹/۴

[۳] مراد حضرت ابوسعید الخدریؓ ہیں، آپ کا اصل نام سعد بن مالک تھے۔

زندگی کی مثال:

(۱۱۹) فرماتے ہیں: ہم سے عبدالرحمٰن بن صالح نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حفص بن غیاث نے لیث[1] کے حوالے سے (انہوں نے مغیرہ بن حکیم[2] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، فرمایا: ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے، اس وقت سورج کھجور کے درختوں کے پتوں تک پہنچ چکا تھا، آپؐ نے فرمایا: دنیا اتنی ہی باقی رہ گئی ہے جتنا ہمارا یہ دن......[3] جتنا گزرنا تھا گزر گیا۔

مذکورہ ارشاد کا ایک اور طریق:

(۱۲۰) فرماتے ہیں: ہم سے ابراھیم بن سعید الجوھری[4] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل[5] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے موسیٰ بن خلف[6] نے قتادہ کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی فرمایا: ایک دن سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے آپؐ نے ارشاد فرمایا: دنیا کا جتنا حصہ گزرنا تھا گزر گیا دنیا اتنی ہی باقی بچی ہے جتنا تمہارے اس گزرے ہوئے دن کا باقی حصہ۔[7]

دنیا اور آخرت کا فاصلہ ایک دھاگے کا ہے:

(۱۲۱) فرماتے ہیں: ہم سے فضل بن جعفر نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے وھب بن بیان[8] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوسعید خلف بن حبیب نے

---

[1] ابوبکر لیث بن ابی سلیم بن زنیم القرشی الکوفی مراد ہیں۔

[2] مغیرہ بن حکیم الصنعانی الابناوی، ثقہ ہیں امام بخاری نے ان سے استشہاد کیا ہے، امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۵۶/۲۸

[3] یہاں الفاظ واضح نہ تھے۔

[4] ابواسحاق بن ابی عثمان البغدادی اصل میں طبری ہیں، ثقہ ہیں اور کثرت سے روایات بیان کیا کرتے تھے، ایک مسند بھی تصنیف کی۔ ۲۴۷ھ یا ۲۴۹ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۹۵/۲

[5] ابوسلمہ موسیٰ بن اسماعیل المنقری المنبوزکی البصری، ثقہ اور مامون تھے ۲۲۳ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۲۱/۲۹

[6] ابوخلف موسیٰ بن خلف العمی البصری، بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور بعض نے کہا ہے کوئی حرج نہیں، امام بخاری نے ان سے استشہاد کیا ہے اور ادب المفرد میں روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۵۵/۲۹

[7] حضرت انسؓ کی یہ روایت ابوبکر الھیثمی نے مجمع الزوائد: ۲۱۴/۱۰ پر ذکر کی ہے اور کہا ہے: بزار نے خلف بن موسیٰ عن ابیہ کے طریق سے روایت کی ہے اور دونوں ثقہ ہیں اور باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔ یہ روایت طبری نے بھی اپنی تاریخ: ۱۱/۱۔۱۲ میں بیان کی ہے۔

[8] ابوعبداللہ وھب بن بیان بن حیان الواسطی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس دنیا کی مثال اس کپڑے کی طرح ہے جس کو شروع سے لے کر آخر تک پھاڑ دیا گیا ہو اور صرف ایک دھاگے کی وجہ سے اس کپڑے کے دونوں ٹکڑے آپس میں جڑے ہوئے ہوں، جو اچانک ہی ٹوٹ جائیں [۱]

(مطلب یہ ہے دنیا کی امید محض ایک کچے دھاگے کی طرح ہے جو کسی بھی وقت ٹوٹ سکتا ہے۔ دنیا بھی اس نازک دھاگے سے جڑی ہے)

دنیا کی ایک بہترین مثال از صاحب نبوتؐ:

(۱۲۲) فرماتے ہیں: مجھ سے ابو اسحاق الادمی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے زید بن عوف نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن سلمہ نے عاصم بن بہدلہ کے حوالے سے (انہوں نے) ابو وائل [۲] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کو کم بنایا ہے، اور اب اس کم میں سے بھی دنیا بہت تھوڑی سی باقی ہے اور جو باقی ہے وہ ایسے ہے جیسے کسی بڑے تالاب کا بچا کچھا پانی، جس میں سے صاف ستھرا پانی پی لیا گیا ہو اور گدلا پانی باقی ہو۔

دنیا اور قیامت کا فاصلہ بزبان رسولؐ:

(۱۲۳) فرماتے ہیں: ہم سے ابو جعفر الادمی [۳] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوضمرۃ [۴] نے جعفر بن محمد نے اپنے والد کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا: جب آپؐ وعظ و نصیحت فرماتے اور قیامت کا ذکر فرماتے تو آپؐ کی آواز بلند ہو جاتی، چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا، گویا کہ آپؐ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں اور فرماتے: میں نے صبح کے خطرے سے آگاہ کر دیا ہے۔ یا۔ میں نے تمہیں

---

[۱] علامہ عراقی نے کہا ہے: ابن ابی الدنیا نے قصر الامل میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، دیکھیں احیاء علوم الدین: ۶۶۸/۴ اور ایک جگہ کہا ہے یہ روایت انسؓ سے روایت کی ہے۔ احیاء علوم الدین: ۳۱۸_۳۱۷/۳

[۲] ابو وائل، شقیق بن مسلمۃ الاسدی مراد ہیں۔

[۳] پورا نام محمد بن یزید الخراز الاحمر ہے۔

[۴] ان کا پورا نام انس بن عیاض تھا۔

شام کے خطرے سے آگاہ کر دیا ہے۔ اور فرماتے: مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے۔ (شہادت کی انگلی اور بیچ والی بڑی انگلی کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے اشارہ کر کے دکھایا) گویا اگلی صبح قیامت تم تک آ پہنچے گی (اور صبح نہ آئی تو) اگلی شام تم تک آ پہنچے گی۔[۱]

قیامت اور آمد رسولؐ کا فاصلہ:

(۱۲۴) فرماتے ہیں: ہم سے ابوھشام محمد بن یزید العجلی الرفاعی اور احمد بن محمد بن ایوب نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوبکر بن عیاش نے ابوحصین عثمان بن عاصم الاسدی کے حوالے سے (انہوں نے) ابوصالح[۲] کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو ان دو (انگلیوں) کے فاصلہ کی طرح بھیجا گیا ہے۔[۳]

دنیا سے تعلق کی ایک حقیقی مثال:

(۱۲۵) فرماتے ہیں: ہم سے ابوخیثمہ زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے مسعودی[۴] نے عمرو بن مرہ[۵] کے حوالے سے (انہوں نے) ابراھیم النخعی کے حوالے سے (انہوں نے) علقمہ کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی، فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا اور دنیا کا بھلا کیا تعلق؟ میری اور دنیا کے تعلق کی مثال تو صرف اتنی ہے جتنی کہ

---

[۱] دیکھیں مسلم، الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ: ۱۱/۳، ابن خزیمہ: ۱۴۳/۳، رقم: ۱۷۸۵، حلیہ: ۱۸۹/۳ اور فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے اور محمد بن علی کی روایات سے ثابت ہے، وکیع وغیرہ نے امام سفیان ثوری سے روایت کی ہے، مصنف اس روایت کو کتاب الاھوال: ۳۰، رقم: ۳ پر بھی لائے ہیں۔

[۲] جویریہ بنت الاحمس الغطفانی کے آزاد کردہ غلام تھے نام ذکوان السمان الزیات المدنی تھا۔

[۳] دیکھیں بخاری، الرقاق، باب قول النبیؐ بعثت انا والساعۃ کھاتین: ۱۹۱/۷، ابن ماجہ، الفتن، باب اشراط الساعۃ: ۱۳۴۱/۲، رقم: ۴۰۴۰، بخاری کے ہاں روایت کے آخر میں لفظ ''اصبعین'' بھی ہے اور ابن ماجہ میں ''وجمع بین اصبعیہ'' ہے۔ تاریخ طبری: ۱۲/۱ اس میں یہ اضافہ ہے ''واشار بالسبابۃ والوسطی'' اور مصنف ہی کی کتاب الاھوال: ۳۲، رقم: ۴۔

[۴] عبدالرحمن بن عبداللہ بن عتبۃ المسعودی الکوفی۔

[۵] عمرو بن مرۃ بن عبداللہ المرادی الجملی الکوفی الاعمی مراد ہیں۔

ایک سوار کی، کہ جس نے دوپہر کے وقت چلتے ہوئے سخت گرمی میں ایک درخت کے نیچے سائے میں آرام کیا اور پھر اسے چھوڑ کر آگے چل دیا۔

(مسلمان کا دنیا سے محض اتنا ہی تعلق ہونا چاہیئے جتنا مسافر کو آرام گاہ سے تعلق ہوتا ہے)

مصطفوی کو دنیا سے کیا غرض؟:

(۱۲۶) فرماتے ہیں: ہم سے عبداللہ بن معاویہ الجمعی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ثابت بن یزید نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ھلال بن خباب نے عکرمہ کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے اور دنیا کا مجھ سے بھلا کیا تعلق؟ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سوار جو سخت گرمی کے دن میں چلا جا رہا ہو، گھڑی بھر کے لئے ایک درخت کے سائے میں اس نے آرام کیا، پھر کچھ دیر اسے چھوڑ دیا اور آگے چل پڑا۔[۱]

(گویا رسول اکرم ﷺ اپنی مثال دیکر پوری امت کو اس پر کاربند رہنے کا اشارہ فرما رہے ہیں)

دنیا کا منظر خرگوش کی چھلانگ جیسا ہے:

(۱۲۷) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن عثمان العجلی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابواسامہ[۲] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مجالد[۳] نے شعبی کے حوالے سے (اور انہوں نے) مسروق کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپؓ اونی جبہ پہنے ہوئے تھے، (وہاں موجود) لوگوں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپؓ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو اس طرح دیکھا جیسے انسان .... [۴] اس کے لئے کچھ ہو، اور وہ مال اور اولاد کو اپنے پاس رکھے۔

---

[۱] مسند احمد: ۳۰۱/۱، مستدرک حاکم: ۳۰۹/۴۔ ۳۱۰ اور فرمایا شیخین کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے تخریج نہیں کی، ذہبی نے اسی میں اس روایت کا ایک شاہد بھی نقل کیا ہے۔ مصنف نے یہی روایت اپنی کتاب ذم الدنیا: ۵۵، رقم: ۱۳۴ پر بھی بیان کی ہے۔

[۲] حماد بن اسامہ مراد ہیں۔

[۳] مجالد بن سعید بن عمیر الھمد انی ابوعمرو، ضعیف ہیں، امام مسلم نے ان کی ایک روایت انفراداً نقل کی ہے، امام بخاری کے علاوہ سب نے ان کی روایت لی ہے۔ ۱۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۲۱۹/۲۷

[۴] یہاں عربی نسخہ میں الفاظ پڑھے جانے کے قابل نہیں تھے۔

اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اتنی ہی ہے جیسا کہ ایک خرگوش تیزی سے دوڑتا ہوا اچانک سامنے سے گزر جائے۔

ایک آیت کی تفسیر:

(۱۲۸) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابن المبارک نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھے ابو محمد راشد[۱] ابوسعید الرقاشی[۲] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا (انہوں نے)

"اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبۡحاً طَوِیۡلاً" (المزمل:۷)

ترجمہ: "بے شک آپ کو دن میں بہت کام رہتا ہے"

کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد نینداور فراغت ہے۔[۳]

صحت مند فارغ آدمی کا حساب کڑا ہوگا:

(۱۲۹) فرماتے ہیں: ہم سے عبیداللہ بن عمر الجشمی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عون بن معمر نے جلد بن ایوب کے حوالے سے (اور انہوں نے) معاویہ بن قرۃ[۴] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت ترین حساب اس شخص کا ہوگا جو صحت منداور فارغ البال تھا۔

(کیونکہ رب تعالیٰ نے صحت اور فراغت عطا فرمائیں جن سے وہ خود محنت کرسکتا تھا اور آخرت کی تیاری کے درمیان کوئی حائل بھی نہ تھا۔ لہٰذا جرم سخت ہوگیا)

اسلام کے لئے شرح صدر کی علامت:

(۱۳۰) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن جعفر الورکانی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم

---

۱ ابو محمد راشد بن نجیح الحمانی مراد ہیں۔ ۲ قیس بن عبداللہ مراد ہیں۔

۳ دیکھیں تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۳۵، عکرمہ، عطاء بن ابی مسلم کا بھی یہی قول ہے۔

۴ ایاس کے والد معاویۃ بن قرۃ المدنی، تابعی ہیں اور ثقہ ہیں، جماعہ نے ان سے روایت کی ہے، شداد بن اوس الراسبی نے ان سے ان کا قول روایت کیا ہے: میں نے تیس صحابہؓ کو دیکھا ہے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے نیزہ بازی نہ کی ہو یا جس کو نیزے کے زخم نہ آئے ہوں، رسول اللہؐ کے ساتھ مل کر قتال نہ کیا ہو اور شہید نہ ہوئے ہوں۔ جنگ جمل کے دن پیدا ہوئے، ۱۱۳ھ میں ۹۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۲۸/۲۱۰

سے عدی بن الفضل[1] نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ[2] کے حوالے سے (انہوں نے) اپنے والد[3] کے حوالے سے (اورانہوں نے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَه‘ يَشْرَحْ صَدْرَه لِلْاِسْلَامِ"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینے کا ارادہ کرتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے معلوم ہو جائے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں! (اس کی علامت یہ ہے کہ) ایسا شخص دھوکے کے گھر (دنیا) سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور ہمیشہ رہنے والے گھر (آخرت) کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اور موت سے پہلے موت کی تیاری میں مشغول رہتا ہے[4]

(مسلمان کے لئے بڑی سخت اور کڑی بات رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہمیں اس ارشاد کو پڑھنے کے بعد اپنی حالت پر ملامت اور افسوس تو ضرور ہوگا اسی لمحے بڑی فکر اور پکا ارادہ رسول اکرم ﷺ کی توقعات پر پورا اترنے کا کر لینا چاہئے)

اللہ تعالیٰ کا امتحان اور اس کی تفسیر:

(۱۳۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسحاق بن منصور السلولی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسباط بن نصر[5] نے سدی

---

[1] عدی بن الفضل التیمی ابوحاتم البصری، بنوتیم بن مرۃ کے آزاد کردہ غلام تھے، ضعیف یا متروک ہیں، ابن عدی نے کہا ہے کہ بصرۃ کے شیوخ سے ان کی اچھی احادیث ہیں مثل ایوب السختیانی، یونس بن عبید وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ تہذیب الکمال: ۵۳۹/۹

[2] عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبۃ المسعودی الکوفی۔

[3] عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود الھذلی الکوفی جناب رسول اللہؐ کو دیکھا، حضرت ابن مسعودؓ کے بھتیجے ہیں، سوی کے علاوہ سب نے ان سے روایت لی ہے، ۷۴ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۲۶۹/۱۵

[4] دیکھیں: بیہقی کی الزھد الکبیر: ۳۵۶، رقم: ۹۷۴، مستدرک حاکم: ۳۱۱/۴، ذہبی فرماتے ہیں عدی بن الفضل ساقط ہیں

[5] اسباط بن نصر الھمدانی، ابونصر الکوفی، امام نسائی کہتے ہیں، کہ یہ قوی نہیں، جماعت نے ان سے روایت لی ہے، امام بخاری نے بھی الادب المفرد میں ان سے روایت لی ہے۔ سدی کے راویہ تھے ان سے تفسیر کی روایت کی۔ تہذیب الکمال: ۳۵۷/۲

کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا:

"اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ أَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً"

(الملک:۲)

ترجمہ: "وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کون نیک عمل کرتا ہے"

اس آیت سے مراد وہ شخص ہے جو موت کو خوب یاد رکھے، اس کے لئے بہترین تیاری کرے اور اس سے ڈرتا رہے۔ تم بھی اس سے ڈرو۔[۱]

حسرت وندامت کا مقام:

(۱۳۲) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے خلف بن تمیم نے روایت بیان کی، (اور کہا) ہم سے فضل بن یونس نے روایت بیان کی (اور کہا): عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: لوگ دنیا کی رونقوں اور ہنگاموں میں مشغول تھے کہ موت نے ان کی زندگی کو بدمزہ کر دیا، ابھی وہ دنیا میں ہی تھے کہ موت کے حوض پر آ پہنچے جہاں موت نے انہیں پکڑ لیا۔ لہٰذا نہایت حسرت وندامت کا مقام ہے اس شخص کے لئے جس نے زندگی کی راحتوں میں موت کو یاد نہ کیا اور اس سے خوف زدہ نہ ہوا کہ اپنی آخرت کے لئے کچھ تیاری ہی کر لیتا، جب وہ دنیا اور اہل دنیا کو چھوڑ کر چل دے گا۔

فرمایا: پھر ان پر رونا غالب آ گیا اور وہ وہاں سے اٹھ گئے۔

جوانی بادشاہت اور دبدبہ کہاں گیا؟

(۱۳۳) فرماتے ہیں: ہم سے سریج بن یونس نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ولید بن مسلم[۲] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر[۳] کے

---

[۱] دیکھیں احیاء علوم الدین: ۶۶۸/۴ [۲] ابو العباس ولید بن مسلم القرشی الدمشقی

[۳] ابو نصر یحییٰ بن ابی کثیر الطائی، ان کو امام زہری پر مقدم رکھتے تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: یہ ایسے امام ہیں جو ثقہ کے علاوہ اور کسی سے روایت نہیں کرتے، بہت عبادت گزار تھے، اگر کسی جنازے میں شرکت کر لیتے تو رات کا کھانا نہ کھاتے، کسی میں اتنی جرأت بھی نہ تھی کہ ان سے کچھ کہہ سکے۔ جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۵۰۴/۳۱

حوالے سے بیان کیا (فرمایا): حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: کہاں ہیں نفیس لوگ، خوب صورت چہروں والے، اپنی جوانی پر خوش ہونے والے؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے شہر بنائے اور ان کے اردگرد دیواریں بنا کر ان کی حفاظت کا انتظام کیا؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو جنگوں کے پانسے پلٹ دیا کرتے تھے؟ زمانے نے ان کو ذلیل اور کمزور کر دیا، پھر وہ قبر کے اندھیروں میں جا پہنچے (تم لوگ بھی) جلدی کرو جلدی، دوڑ پڑو، دوڑ پڑو (نیک اعمال کی طرف) [۱]

سفر آخرت کے منادی کی پکار:

(۱۳۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے حدیث بیان کی (اور کہا) مجھ سے خالد بن یزید......... [۲] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوشہاب نے عبدالقیس کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ہر صبح وشام ایک پکارنے والا پکارتا ہے اور کہتا ہے: اے لوگو! سفر تیار ہے، سفر تیار ہے۔

اس کی تصدیق کلام پاک سے بھی ہوتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ o نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ o لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّتَقَدَّمَ أَوْيَتَأَخَّرَ" (المدثر: ۳۵-۳۷)

ترجمہ: "یہ جہنم بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے انسانوں کے لئے ڈراوا، تم میں سے ہر شخص کے لئے جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے ڈراوا ہے"

آخرت وموت کی تیاری میں جلدی کا مثالی مظاہرہ:

(۱۳۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن راشد [۳] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو عاصم نے روایت بیان کی (اور

---

[۱] دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۳۴، احیاء علوم الدین: ۴/ ۲۶۳

[۲] عربی نسخہ میں ان کی نسبت واضح نہ تھی المری یا الفری کے قریب قریب ہے۔

[۳] ابوبکر یحییٰ بن راشد البصری، ابوعاصم النبیل ضحاک بن مخلد کے مستعلی تھے۔ ۲۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

کہا) مجھ سے بزیع الھلالی نے بنو تمیم کے آزاد کردہ غلام سحیم کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: عامر بن عبداللہ[1] نماز پڑھ رہے تھے اور میں ایک طرف بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے جلدی سے نماز ختم کی اور میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کوئی کام ہے کیا؟ جلدی بتاؤ، مجھے جلدی ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کو کس کام کی جلدی ہے؟ فرمایا: اللہ تجھ پر رحم کرے۔ موت کے فرشتے کا کچھ پتہ نہیں کہ کس وقت آ جائے، اس لئے جلدی جلدی موت کی تیاری کر رہا ہوں۔ سحیم کہتے ہیں: ان کی بات سن کر میں وہاں سے روانہ ہو گیا اور وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگے۔[2]

داؤد طائی رحمہ اللہ کی سوچ کا محور:

(۱۳۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن حسین البرجلانی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبید اللہ بن محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سلمۃ بن معبد[3] نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کہیں سے گزر رہے تھے کہ کسی شخص نے ان سے کسی حدیث کے بارے میں کچھ پوچھا، تو آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! مجھے تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں میری موت کا وقت نہ آ جائے۔[4]

رات کو موت سے بے خوف ہو کر محض آرام مت کرو:

(۱۳۷) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوبکر الصوفی[5] نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا ابو معاویہ الاسود کہہ رہے تھے: اے ابو معاویہ! اگر تو اپنے نفس کے لئے بہت کچھ چاہتا

---

[1] عامر بن عبداللہ المعروف بابن عبدالقیس العنبری، تابعی ہیں، بنو العنبر کے تھے۔ ابو نعیم کہتے ہیں: یہ وہ پہلے شخص ہیں جو مناسک کے ساتھ مشہور ہوئے۔ بصرہ کے تابعین میں سے بہت زیادہ عبادت گزار تھے، ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مناسک اور عبادت سیکھی اور قرآن پاک بھی ان ہی سے سیکھا۔ ۵۵ھ میں بیت المقدس میں انتقال ہوا۔ حلیۃ الاولیاء: ۲/ ۹۴، صفۃ الصفوۃ: ۳/ ۲۰۱، الاعلام: ۴/ ۲۱

[2] احیاء علوم الدین: ۴/ ۲۶۸

[3] عربی نسخہ میں لفظ معبد بغیر نقطوں کے تھا، ممکن ہے یہ معبد کے بجائے سعید ہو۔

[4] احیاء علوم الدین: ۴/ ۲۶۸

[5] عربی نسخہ میں نام اسی طرح تھا جب کہ حلیہ میں ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن عنان العوفی تحریر ہے۔ اور صفۃ الصفوۃ میں جعفر بن محمد بن الحسین بن زید بن مسلم الراھر مزی عن ابیہ سے روایت ہے۔

ہے، تورات کو محفوظ نہ سمجھ اور آرام نہ کر، نیک اعمال کو سامنے رکھ اور اپنی مصروفیت کو ایک طرف کردے، اور پھر جتنی ہو سکے جلدی کر، اس سے پہلے کہ تجھے ڈرانے والی چیز (موت) نازل ہو جائے۔ اپنے بعد آنے والوں کے رزق کی فکر مت کر، تجھے اس کا ذمہ دار نہیں بنایا گیا۔[۱]

سکون اور اطمینان آخرت کے بارے میں مت کرو:

(۱۳۸) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوعلی الطائی عبدالرحمٰن بن زیاد[۲] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے محاربی[۳] نے اسماعیل بن مسلم[۴] کے حوالے سے (انہوں نے) ابومعشر[۵] کے حوالے سے (انہوں نے) ابراھیم النخعی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر چیز میں سکون واطمینان اختیار کرنا اچھا ہے علاوہ آخرت کے معاملے میں (کہ اس میں جلدی کرنی چاہئے)۔[۶]

ایک شخص کی امید اور اس کی مثال:

(۱۳۹) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے داؤد بن المحبر نے صالح المری[۷] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حسن کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) فرمایا: سنو! اس شخص کی مثال جو اپنے اعمال کی بنیاد پر قبر میں اچھے

---

[۱] دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۲۷۲/۸، صفۃ الصفوۃ: ۲۷۱/۴۔۲۷۲

[۲] عربی نسخہ میں اسی طرح تحریر تھا اور لفظ طائی کے اوپر ھُوَ تھا بہت ممکن ہے کسی نے اس پر استدراک کیا ہو، ہمارا خیال ہے کہ سند میں التباس ہو گیا ہے اور "ھو" حدثنا کی جگہ لکھا گیا ہے۔ نمبر ۱۰۴ پر گزرا ہے علی الطائی کے والد کا نام اس کے نام کے بغیر گزرا ہے، جب کہ عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد المحاربی نے عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی سے روایت کی ہے جیسے تہذیب الکمال: ۴۳۸/۱۷ لہٰذا صحیح یوں ہوگا کہ حدثنی ابوعلی الطائی، حدثنا عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی۔ واللہ اعلم۔

[۳] عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد المحاربی ابومحمد الکوفی۔

[۴] اسماعیل بن مسلم المکی ابواسحاق البصری، حدیر کے آزاد کردہ غلام، بنوازد کے تھے۔

[۵] زیاد بن کلیب التیمی الحنظلی الکوفی۔

[۶] دیکھیں الزھد للامام احمد بن حنبل: ۲۹/۱۱ اور مرفوع سند کے لیے الزھد الکبیر للبیہقی: ۷۰۹، رقم: ۲۷۹

[۷] ابوبشر صالح بن بشیر بن وادع المری القاص

سلوک کی امید رکھتا ہے ایسی ہے، کہ اگر اعمال اچھے ہوئے تو ٹھیک اور برے ہوئے تو برائی، لہٰذا مہلت کو غنیمت سمجھتے ہوئے نیک اعمال میں جلدی کرو اللہ تم پر رحم کرے۔

ایک جنازے میں حسن بصریؒ کی پکار:

(۱۴۰) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے بشر بن عمر الزہرانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالواحد بن صفوان نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا: ہم حضرت حسن بصریؒ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے، تو آپؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں اس شخص پر جو آج جیسے دن (موت کے دن) کے لئے تیاری کرے۔ آج تو تم لوگ وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو تمہارے یہ بھائی نہیں کر سکتے جو قبروں میں پہنچ چکے ہیں، اپنی صحت اور فرصت کو غنیمت سمجھو (اور نیک عمل کرلو) اس سے پہلے کہ گھبراہٹ اور حساب کتاب کا دن آ پہنچے۔

موت تمہاری تلاش میں ہے فارغ مت بیٹھو:

(۱۴۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عبداللہ ابن ابی بکر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے جعفر بن سلیمان نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا ابو محمد حبیب الفارسی کہہ رہے تھے: ''ان کہان منسان'' کیونکہ موت تمہاری تلاش میں ہے، اور اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ فارغ مت بیٹھو۔

مقابلہ بازی کا میدان آخرت کی تیاری ہے:

(۱۴۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے احمد بن یونس[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا، فرمایا:

''وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ'' (المطففین:۲۶)

ترجمہ: ''اور اس بارے میں مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنا چاہیے''

فرمایا: نیک اعمال میں جلدی کرنے والوں کو جلدی کر گزرنا چاہیے۔

---

[۱] پورا نام احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی ہے، کبھی ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف بھی کی جاتی ہے جیسا کہ اس سند میں ہے۔

مالک بن دینار اور ایک جملہ کی تکرار:

(۱۴۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن حسین البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حجاج ابن نصیر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو یحییٰ المنذر نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے حضرت مالک بن دینار[۱] کو کہتے سنا، وہ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے: ارے نادان! موت آنے سے پہلے جلدی کرلے، او نادان! موت آنے سے پہلے پہلے جلدی کرلے۔

فرماتے ہیں: میں نے سنا انہوں نے ساٹھ مرتبہ یہ جملہ کہا۔[۲]

مومن زندگی کے ہر دن کو غنیمت سمجھتا ہے:

(۱۴۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالرحمٰن بن ھانئ نے روایت بیان کی (اور کہا) عمر بن ذر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر کے خط کا مطالعہ کیا جو انہوں نے ابو عمر[۳] کے نام لکھا تھا، اس میں لکھا تھا: مومن جس دن بھی زندہ رہتا ہے اسے غنیمت سمجھتا ہے۔[۴]

چند سانسیں پھر آخری چیز......

(۱۴۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ولید بن صالح نے عامر بن یساف کے حوالے سے (انہوں نے) عبیداللہ بن ....[۵] کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا..........[۶] حضرت بصریؒ وعظ و نصیحت کے دوران فرمایا کرتے تھے: نیک

[۱] ابو یحییٰ مالک بن دینار البصری، امام متقی پرہیز گار، عبادت گزار نہایت مشہور شخصیت تھے۔ ۱۳۱ھ میں بصرۃ میں وفات پائی۔ [۲] احیاء علوم الدین: ۶۶۸/۴

[۳] عربی نسخہ میں عمرو تھا جو صحیح نہیں، یہ عمر بن ذر کا کلام ہے جو سعید بن جبیر نے ان کے والد عمر کی طرف لکھا تھا، تہذیب الکمال کی عبارت سے یہ بات واضح ہو جائے گی، سعید بن جبیر نے میرے والد کو خط لکھا اور تقویٰ کی تلقین کرتے ہوئے کہا: اے ابو عمر! روزانہ کسی مسلم کا زندہ بچ رہنا عظمت ہے، اور پھر نماز، فرائض اور وہ سب چیزیں لکھیں جو اللہ نے چاہا۔ تہذیب الکمال: ۵۱۱/۸

[۴] حلیۃ الاولیاء: ۲۷۶/۴ اور تہذیب الکمال: ۳۶۶/۱۰

[۵] عربی نسخہ میں لفظ مٹے ہوئے تھے تقابل سے "عقیلی" کے قریب لگ رہے تھے۔

[۶] عربی نسخے میں الفاظ مٹے ہوئے تھے۔

اعمال میں جلدی کرنا عبادت ہے، نیک اعمال میں جلدی چند سانسیں ہی تو ہیں اگر وہ بھی نہ آئیں تو تم وہ اعمال نہ کرسکو گے جن سے تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائیں جو اپنی نگرانی کرے اور اپنے گناہوں پر روئے، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اِنَّمَا نَعِدُّ لَهُمْ عَدًّا'' (مریم:۸۴)

ترجمہ: ''ہم ان کے دن گن رہے ہیں''

پھر رونے لگے اور فرمایا: آخری چیز سانس کا نکل جانا ہے۔ آخری چیز گھر والوں سے جدا ہو جانا ہے، آخری چیز تیرا اپنی قبر میں پہنچ جانا ہے۔[۱]

اللہ تعالیٰ ہماری سانسیں گن رہا ہے:

(۱۴۶) فرماتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن بشر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو احمد الزبیری نے ھشام کے حوالے سے (انہوں نے) ابو محمد کے حوالے سے (انہوں نے) محمد بن علی[۲] کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے فرمایا:

''اِنَّمَا نُعِدُّ لَهُمْ عدًّا'' (مریم:۸۴)

ترجمہ: ''سے مراد سانسیں ہیں''[۳]

(گویا الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے معلوم بھی نہیں کب مکمل ہو جائے)

اہل زمانہ خیر خواہ نہیں:

(۱۴۷) فرماتے ہیں: مجھ سے ابو عبداللہ التیمی[۴] نے روایت بیان کی (اور کہا): عربوں میں سے ایک شخص نے اپنے باپ کا مال فضولیات میں اڑا دیا تھا، اس کے باپ نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: اے بیٹے! زمانہ تجھے نصیحت کرے گا نہ یہ گزرتے دن تجھے ڈانٹ ڈپٹ کریں گے، تیری گھڑی اور سانسیں گنی جا رہی ہیں، ان دونوں میں سے زیادہ پسندیدہ تجھے وہ چیز ہونی چاہیے جو تیرا سرمایہ جلد تجھے لوٹا دے۔

---

[۱] احیاء علوم الدین: ۶۶۸/۴ [۲] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد محمد بن علی الباقر ہیں۔

[۳] یہ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ہے جیسے کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے: ۱۳۷/۳

[۴] عربی نسخے میں اسی طرح تھا حالانکہ ابن ابی الدنیا صرف ابو عبداللہ التیمی سے نقل کرتے ہیں۔

(اگر حالات سے کچھ سیکھا بھی تو کیا؟ زندگی جب ختم ہو جائے تو پھر کس کام کی نصیحت؟)

نصیحت کی بات کو غنیمت سمجھو:

(۱۴۸) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا عبداللہ بن یزید[۱] المقری کو کہہ رہے تھے.........[۲] داخل ہوئے: میں کسی بھی نصیحت کی بات کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ بھی مجھ سے نہ چھوٹ جائے۔

تھکاوٹ کا ایک شاندار جواب:

(۱۴۹) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یزید بن الہیثم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے صالح بن موسیٰ الطلحی[۳] نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے کہا: حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے عبادات کی زیادتی کی وجہ سے خود کو سخت مشقت میں ڈال دیا تھا۔ کسی نے عرض کیا: حضرت! اگر آپ کچھ آرام کر لیا کریں تو مناسب ہوگا۔ جواب میں آپؓ نے فرمایا: گھڑ دوڑ کا مقابلہ جب ختم ہونے والا ہوتا ہے تو جو گھوڑا آگے نکلنے والا ہوتا ہے وہ اپنا پورا زور لگا دیتا ہے، میری زندگی کا باقی وقت اس (وقت) سے بھی کم ہے جو گھڑ دوڑ کے آخری لمحات میں ہوتا ہے۔

فرمایا: آپؓ اسی طرح سخت عبادات کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

---

[۱] ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید القرشی العدوی المقری آل عمر بن الخطابؓ کے آزاد کردہ غلام۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ محمد بن عاصم الاصبہانی کہتے ہیں میری عمر ۹۰ سے ۱۰۰ کے درمیان ہے، میں نے بصرہ میں ۳۶ سال قرآن پڑھایا اور یہاں مکہ میں ۳۵ سال، ابن المبارک سے جب ان کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے وہ تو خالص سونے کی طرح ہیں۔ جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۲۱۳ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب الکمال: ۱۶/۳۲۰

[۲] عربی نسخے میں یہاں الفاظ مٹے ہوئے تھے۔

[۳] صالح بن موسیٰ بن اسحاق بن طلحہ بن عبیداللہ الطلحی الکوفی، ثقہ نہیں ہیں۔ ان کی روایات کی عام طور پر متابعت نہیں کی جاتی میرے نزدیک وہ ایسے شخص ہیں جو جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے تھے بلکہ ان سے غلطی ہو جاتی تھی۔ ان کی ایک حدیث ترمذی نے اور ایک ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۳/۹۵

اعمال کی زیادتی پر کمزوری کا شاندار جواب:

(۱۵۰) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن اسماعیل البصری ابن ابی سمینہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن کثیر[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوالمعلی البیرونی[۲] نے یونس بن حلبس[۳] نے ابوادریس[۴] کے حوالے سے بیان فرمایا: حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے روزے رکھتے تھے کہ دانتوں میں خلال کرنے والی لکڑی کی طرح دبلے پتلے ہو گئے تھے، کسی نے عرض کیا: حضرت! اگر آپ کچھ آرام کرلیا کریں تو مناسب ہوگا۔ فرمایا: ارے! مقابلے میں چھریرے بدن کے دوڑنے والے گھوڑے ہی آگے نکل پاتے ہیں۔ کبھی یوں ہوتا کہ اپنے گھر سے کہیں تشریف لے جاتے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے فرماتے: تم بھی اپنی (نیک اعمال) کی سواری تیار رکھو، کیونکہ جہنم کے پل پر کوئی گزرگاہ نہ ہوگی۔[۵]

موت کا یقین ہے تو تیاری کیوں نہیں کرتے؟

(۱۵۱) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوعقیل زید بن عقیل نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن ثابت العدوی نے محمد بن واسع کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا: خلید العصری[۶] نے کہا: ہم میں سے ہر ایک کو موت کا یقین ہے، لیکن موت کی تیاری کرتا ہمیں کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ ہم میں سے ہر ایک کو جنت کا یقین ہے لیکن ہم کسی کو جنت والے اعمال کرتا ہوا نہیں دیکھتے۔ ہم میں سے ہر ایک کو دوزخ کا یقین ہے لیکن ہم کسی کو اس سے خوف زدہ نہیں دیکھتے۔ تم لوگ کن چیزوں پر امیدیں

---

[۱] محمد بن کثیر بن ابی عطاء الثقفی الصعانی المصیص۔ ۲۱۶ھ میں وفات پائی۔
[۲] ان کا نام صخر بن جندل تھا۔ [۳] ابوحلبس یونس بن میسرۃ بن حلبس الجیلانی الحمیری
[۴] امام زاہد متقی پرہیزگار عائذ اللہ بن عبداللہ بن عمرو ابوادریس الخولانی۔ [۵] صفۃ الصفوۃ: ۵۶۰/۱
[۶] ابوسلیمان خلید بن عبداللہ العصری البصری۔ عصر بنو عبد قیس نامی قبیلے کی شاخ ہے۔ ابونعیم کہتے ہیں: وہ ہر وقت اپنے محبوب (یعنی اللہ تعالیٰ) کو یاد کرتے رہتے تھے، اور اس کے مشاہدے میں غرق رہتے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ فرماتے ہیں: مومن کی تین ہی حالتیں ہوتی ہیں: (۱) یا تو وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ مسجد کو آباد کر رہا ہوتا ہے۔ (۲) یا اپنے گھر پر ہوتا ہے جو اسے چھپائے رکھتا ہے۔ (۳) اور یا دنیا کے کسی ایسے کام میں لگا ہوتا ہے جس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہوتا۔ ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں لکھا ہے، ان کی ایک حدیث مسلم نے اور ایک ابوداؤد نے بیان کی ہے۔ حلیۃ الاولیاء: ۲۳۲/۲، تہذیب الکمال: ۳۰۹/۸

لگائے بیٹھے ہو؟ کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ موت کا؟ وہ تو پہلی چیز ہے جو اللہ کی طرف سے تم تک پہنچے گی، بھلائی کے ساتھ یا برائی کے ساتھ اے میرے بھائیو! بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

دو قسم کے لوگ باہم برابر نہیں:

(۱۵۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن حسین البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے یونس بن یحییٰ الدموی ابو نباتہ نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن مطرف[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا): جب ابو حازم الاعرج کی وفات کا وقت آیا تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: آپ اپنی حالت کیسی پاتے ہیں؟ فرمایا: میں اپنے آپ کو خیر پر پاتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہوں، امید ہے کامیاب ہو جاؤں گا۔

پھر فرمایا: اللہ کی قسم! یقیناً وہ شخص جو موت آنے سے پہلے پہلے رات دن اپنی آخرت کے معاملات درست کرنے میں لگا رہے (تا کہ موت کا سامنا کر سکے) اور وہ شخص جو رات دن دنیا کے معاملات کی درستگی میں لگا رہے دونوں برابر نہیں ہو سکتے، کیونکہ پہلا شخص اپنی مکمل تیاری کی وجہ سے بآسانی موت کا سامنا کرلے گا جب کہ دوسرے کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔[۲]

منزل کے لئے تیاری کرلو:

(۱۵۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے احمد بن اسحاق الحضرمی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا صالح بن بشیر[۳] اپنے قصص میں

---

[۱] محمد بن مطرف بن داؤد اللیثی المدنی ابو غسان، عسقلان آ کر رہے، اصل میں وادی قری کے رہنے والے تھے، مہدی کے زمانے میں بغداد آئے، وہاں لوگوں نے ان سے حدیث سنی ثقہ اور ثبت ہیں جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۶/۴۷۰

[۲] حلیۃ الاولیاء: ۳/۲۴۱-۲۴۲

[۳] صالح بن بشیر بن وادع بن ابی الاقعس ابو بشر البصری القاص، المری کے نام سے مشہور ہیں، حسن بصری، ابن سیرین، ثابت، قتادہ اور بکر بن عبد اللہ وغیرہ بہت سے تابعین سے حدیث کی سماعت کی۔ بنی عبد القیس کی شاخ بنو مرۃ سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کے غلام تھے، اس عورت نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ اصمعی کہتے ہیں: میں نے صالح المری کو ایک شخص کے بیٹے کی تعزیت کرتے دیکھا وہ کہہ رہے تھے: اگر اپنی مصیبت کو دیکھ کر تو کوئی عبرت حاصل نہیں کرتا تو تیرے بیٹے کی وجہ سے آنے والی مصیبت سے بڑی تیری اپنی مصیبت ہے تو اس پر رو۔ ۱۷۲ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب التہذیب لابن حجر: ۲/۵۲۵، صفۃ الصفوۃ: ۳/۳۵۰

اکثر یہ شعر سنایا کرتے تھے:

و غائب الموت لا ترجون رجعته اذا ذوو سفر من غيبة رجعوا

ترجمہ: ''اے لوگو! جن کی ابھی تک موت نہیں آئی ہے تم موت کی واپسی کی امید نہیں رکھتے، حالانکہ وہ (موت) ایسے ہی اچانک آ پہنچے گی جیسے کوئی مسافر (جو سفر کی وجہ سے غائب ہوتا ہے) اچانک سامنے آ جائے۔

پھر وہ رونے لگے اور فرمایا: اللہ کی قسم! سفر بہت دور کا ہے لہٰذا ہر منزل کے لئے سامان کا انتظام کرلو، بہترین سامان تقویٰ ہے۔ اور یہ یاد رکھو! کہ تم بھی پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی امیدوں کی طرح ہو، جلدی موت کی تیاری کرلو، اس کے آنے سے پہلے پہلے۔ فرمایا: پھر وہ بہت رونے لگے۔[1]

موت کے وقت حیل وحجت کا موقع نہیں ملتا:

(۱۵۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے فہد بن حیان نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن یحیٰی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا حسان بن ابی سنان اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے کہہ رہے تھے: اپنے اعمال کا سلسلہ منقطع ہونے سے پہلے جلدی کرلو کیونکہ جب موت آ جائے تو پھر کسی حیل و حجت کا موقع نہیں رہتا۔

(مطلب واضح ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے آئندہ اعمال کے لئے فرصت نہیں دیتی۔ نہ ہی اس کے وقت بہانہ یا دلیل چلتی ہے)

حضرت سلمان فارسیؓ اور موت کی یاد:

(۱۵۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے حدیث بیان کی (اور کہا)......[2] التغلبی نے (اور کہا) ہم سے......[3] کے آزاد کردہ غلام ملیح فرات بن سلیمان کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں صبح شام اس

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۱۶۸/۶

[2] عربی نسخے میں الفاظ مٹے ہوئے تھے اور نام واضح نہ تھا غالباً حرک بن واقد رہا ہوگا۔

[3] نام واضح نہ تھا شاید اترقی رہا ہو۔

حال میں ہوتا ہوں کہ موت کا خوف مجھ پر طاری ہوتا ہے۔

خواہشات میں مبتلا ہونے سے دل سخت ہوجاتے ہیں:

(۱۵۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے داؤد بن المحبر نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے صالح المری نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے بنوازد کے ایک آدمی نے (جسے عدی بن ارطاة [۱] نے عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا تھا) نے بیان کیا (اس نے) کہا: میں نے سنا عمر بن عبدالعزیز اپنے خطبے میں فرمارہے تھے: اللہ کی قسم! یہ آخرت ہی ہے، سنو! جس نیکی کی طرف تمہیں بلایا جائے وہ کر گزرو، دنیا اور اس میں رہنے کا جو وقت ملا ہے اس سے دھوکے میں مبتلا نہ ہونا، تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے تمہیں یہاں سے کہیں اور منتقل ہونا ہے۔

اللہ! اللہ! اپنے نفس کے معاملے میں اللہ ہی سے ڈرو، موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرلو، لمبی خواہشوں میں مبتلا مت ہونا اس سے تمہارے دل سخت ہوجائیں گے، اور تم لوگ ایسے ہوجاؤ گے جیسے وہ لوگ جنہیں........ کی طرف بلایا گیا لیکن انہوں نے کوتاہی کی........ آخرت میں کوتاہی کی۔

پھر کہا: پھر وہ رونے لگے حالانکہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

(امید کے بعد خواہشات کے حصول میں دل سخت ہوجاتے ہیں کہ آخرت کے معاملہ میں دل نرم نہیں ہوپاتا)

حجاج بن یوسف کا ایک خطبہ:

(۱۵۷) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن علی الشقفی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے مطیع ابن سعید الشقفی نے روایت بیان کی اور کہا: میں نے سنا حجاج بن یوسف منبر پر خطبہ دے رہا تھا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے نفس کی نگرانی کرے اور موت آنے سے پہلے

---

[۱] عدی بن ارطاة الفزاری، دمشق کے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں بصرہ کا گورنر بنایا تھا، ابن حبان نے ثقات میں بیان کیا ہے۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں ان کی روایت لی ہے۔ ۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۵۲۰/۱۹

موت کی تیاری کرے، اور پھر اس کو موت آ جائے، پھر وہ روتا ہوا منبر سے اتر گیا۔
(حجاج بن یوسف ظلم وتعدی کے حوالے سے شہرت رکھنے کے باوجود آخرت کے خوف میں مبتلا رہتا تھا اس کے اس قسم کے کئی واقعات ملتے ہیں)

حالت نزع میں بھی نیک اعمال کی وجدوجہد:

(۱۵۸) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن الخطیب نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں احمد بن سلیمان الجسور نے بتایا (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن اسماعیل ......[۱] سے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں حسین[۲] نے بتایا (اور کہا) ہم سے عبداللہ[۳] نے روایت بیان کی اور کہا مجھ سے محمد نے روایت بیان کی اور کہا ہم سے بشر بن عبداللہ النہشلی نے روایت بیان کی (اور کہا): ہم ابوبکر النہشلی[۴] کے پاس پہنچے اس وقت ان پر نزع کی کیفیت طاری تھی، وہ اپنے سر سے اشارے کر رہے تھے، کبھی اوپر کرتے کبھی نیچے جیسے نماز پڑھ رہے ہوں، ساتھیوں میں سے کسی نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم کرے! اس حال میں بھی نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں چاہتا ہوں نامہ اعمال بند ہونے سے پہلے کچھ نیک اعمال جلدی سے کرلوں۔[۵]
(مسلمان سے یہی ایک ادا مطلوب ہے کہ اس کی فکر نیک اعمال کی محنت اور اس سے رب تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو۔ وہ اسی کے لئے کوشاں رہے)

حق کی سچائی تسلیم کرنے کے باوجود غفلت کیسی؟

(۱۵۹) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحیٰ بن ابی کثیر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عباد بن الولید القرشی نے روایت بیان کی (اور

---

[۱] الفاظ واضح نہ تھے، یہ ابن بریہ ہیں جن کا نام نمبر ا اور ۱۰۹ کے تحت آیا ہے۔
[۲] حسین بن احمد بن ابراہیم بن شاذان۔
[۳] یہاں سے ابن ابی الدنیا کی سند شروع ہو رہی ہے، نمبر ۱۰۹ کے تحت مکمل سند آئی ہے۔
[۴] ان کے اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہوا ہے، عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں: کوفہ کے مستند مشائخ میں سے تھے۔ ابو حاتم کہتے ہیں: نیک آدمی تھے ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ ۱۶۶ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۳۳/۱۵۶۔
[۵] سیر اعلام النبلاء: ۷/۳۳۳

کہا) ربیع بن برہ نے کہا: مجھے لوگوں کو دیکھ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ ایک حق معاملے سے کیسے غافل ہو گئے حالانکہ ان کی آنکھیں یہ سب دیکھ رہی ہیں، اور ان کے دل کی گہرائیوں سے اس سچائی کی گواہی نکلتی ہے ایمان وصداقت کے ساتھ ہر اس چیز کی گواہی دے رہے ہیں جو انبیاء اور رسول لے کر آئے۔ لیکن پھر بھی یہ لوگ ایسی غفلت میں مبتلا ہیں جیسے کوئی نشئی کھیلتا کودتا پھرے۔[۱]

یقین کرلو کہ دنیا تمہارا دائمی گھر نہیں ہے:

(۱۶۰) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوجعفر احمد بن ابی احمد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالوہاب بن نجدہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوالعباس ولید بن مسلم نے روایت بیان کی (اور کہا): کسی خلیفہ نے منبر پر کہا: اے اللہ کے بندو! جہاں تک ممکن ہو اللہ سے ڈرتے رہو، ایسے لوگوں کی طرح ہو جاؤ کہ جب انہیں پکارا جائے تو وہ فوراً تیار ہو جاتے ہیں، اس بات کا یقین کرلو کہ یہ دنیا ان کا گھر نہیں ہے (جہاں مستقل رہ سکیں) لہٰذا یہاں سے منتقل ہونے کی تیاری کرلو۔

موت کے لئے ہر وقت تیار رہو کیونکہ وہ تم پر چھا چکی ہے روانگی کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ سامان سفر بندھ چکا ہے۔ زندگی کی انتہاء جو ہر لحظہ اور ہر لمحہ ہر گھڑی کم ہوتی جا رہی ہے، زندگی کی مدت کم کرتی جا رہی ہے۔ گزرے دن رات ان لوگوں کی جلد واپسی کا تقاضا کرتے ہیں جو موجود نہیں، آنے والا کامیابی سے لوٹ آئے گا یا بدبختی سے، جیسے وہ آیا ہے اس کے مطابق اس کی میزبانی کی جائے گی۔

اپنے رب کے ہاں متقی وہی ہے جو اپنے نفس کو نصیحت کرے، ہمیشہ توبہ کرتا رہے، اپنی شہوت اور خواہشات پر غالب ہو، کیونکہ اس کی موت اس سے پوشیدہ ہے، اس کی خواہش اسے دھوکہ دے رہی ہے، شیطان ان کے ساتھ بندھا ہوا ہے جو اسے توبہ کی امید پر ہانکے جا رہا ہے، اور گناہوں کو بنا سنوار کر پیش کرتا ہے تاکہ انسان گناہ میں ملوث ہو جائے، یہاں تک کہ اس کی موت اس پر حملہ آور ہو جاتی اور وہ انتہائی غفلت کی حالت میں ہوتا ہے۔

---

[۱] دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۲۹۷/۶ اور صفۃ الصفوۃ: ۳۵۳/۳

یاد رکھو! تم میں سے ہر شخص اور جنت یا جہنم کے درمیان صرف موت ہی کا فاصلہ ہے۔ ہائے افسوس! لوگ کیسے غافل ہیں ان کی زندگی ان کے خلاف دلیل ہوگی اور اس کے دن رات اسے بدبختی کی طرف دھکیل دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے بنائیں جنہیں نعمتیں گمراہ نہیں کرتیں، اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہیں کرتے، وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ موت کے بعد انہیں کسی چیز کی حسرت نہیں ہوتی، بے شک وہ دعاؤں کا سننے والا ہے، اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ جو چاہے کر گزرتا ہے۔[1]

گورنر عبدالملک بن ایوب نمیری کا خطاب:

(۱۶۱) فرماتے ہیں: مجھ سے یحییٰ بن عبداللہ المقدمی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے صفوان بن ھبیرۃ[2] نے روایت بیان کی (اور کہا): خلیفہ ابوجعفر (منصور) کی طرف سے عبدالملک بن ایوب النمیری[3] ہمارے گورنر بن کر آئے، ہم نے ان کو گھیر لیا، انہوں نے جمعہ کے خطبے میں فرمایا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو اپنی ذات میں سب سے اعلیٰ ہے، جو اپنی سلطنت میں زبردست ہے، اس کے احکامات اور فیصلے انصاف والے ہوتے ہیں، زبردست طاقت اور سطوت کی وجہ سے اس کے ناموں میں سے ایک نام جبار بھی ہے، اسی کے لئے ہیں بزرگ و برتر نام اور مثالیں، ظاہر و باطن، پوشیدہ اور واضح سب جانتا ہے وہی سب کچھ دیکھنے کے لائق ہے۔

میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں کہ اس کی نعمتیں تسلسل کے ساتھ ہمیں مل رہی ہیں اس کے احسانات ہر لحظہ ہمیں گھیرے ہوئے ہیں، میں اس کے غصے اور ناراضگی سے بچنے کے

---

[1] احیاء علوم الدین: ۶۶۹/۴

[2] صفوان بن ھبیرہ التیمی العیشی البصری ابوعبدالرحمٰن، ابن ماجہ نے ان کی ایک حدیث نقل کی ہے کتاب الطب میں۔ عقیلی کہتے ہیں: ان کی حدیث تلاش نہیں کی جاتی، تہذیب التھذیب: ۵۵۷/۲

[3] ۱۵۴ھ میں منصور نے انہیں بصرہ کا گورنر بنایا تھا اور اگلے سال معزول کر دیا، پھر ۱۵۹ھ میں بصرہ کے واقعات میں دوبارہ گورنر بنایا تھا اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کی تلقین کی تھی۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر الجزری: ۳۷/۵۔۳۸۔۵۳

لئے اسی کے جلال ورحمت کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، جناب محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں ایک مسلسل اور مرتب وحی، واضح احکامات اور خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا، لہٰذا انہوں نے سچی باتیں کیں، سچے راستے کی دعوت دی، اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ نہایت شفیق ومہربان تھے۔[۱]

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، دنیا سے ڈراتا ہوں، کیونکہ جو قومیں دنیا کی ہو کر رہ گئیں دنیا ان کے لیے باقی نہ رہی نہ وہ دنیا میں رہ سکے، دنیا میں ان کی خواہشات پوری نہ ہو سکیں، موت نے ان کو فنا کر دیا، ان کے گھر کھنڈر ہو گئے، وہ لوگ قبروں کے رہائشی اور موت کے پڑوسی ہو گئے۔

لہٰذا اس سے پہلے کہ موت تمہارے آنگن میں آ اترے، اس کی تیاری کرلو، اس سے پہلے کہ موت تمہیں اپنے پنجوں میں دبوچ لے (اس کی تیاری کرلو) کیونکہ موت نگاہوں سے ان کا نور چھین لیتی ہے، جسموں کو اٹھا کر قبروں کیحوالے کر دیا جاتا ہے جہاں کفن خراب ہو جاتے ہیں، میت اور اس کے گھر والوں میں جدائی ہو جاتی ہے۔ اس کی نیکیاں اور برائیاں مل جاتی ہیں، رونے والوں کے رونے سے میت کے حال کا اندازہ ہو جاتا ہے، اسے چھوڑ کر آنے والوں میں رونے والے کم ہو جاتے ہیں، وہ اسے چھوڑ کر خالی ہاتھ واپس آ جاتے ہیں، میت کسی اجنبی رہائشی کی طرح ہو جاتی ہے جسے کوئی نہیں جانتا، اس کی زندگی مدت میں اضافہ نہیں کیا جاتا اس کی موت کے وقت کوئی عذر قبول نہیں کیا جاتا، نہ اسے مزید عمل کی مہلت دی جاتی ہے، وہ سخت مشکل کا دن ہے اور جو لکھا جا چکا ہے وہ تو ہونا ہی ہے۔

(اس زمانے کے گورنر اور خلفاء کے بڑے عجیب واقعات وخطاب اس حوالے سے ملتے ہیں۔ انہیں آخرت کی فکر دامن گیر رہتی تھی اور راتوں کو رب کے سامنے رویا کرتے تھے)

قبر میں سب تکلیفیں دور ہو جائیں گی:

(۱۶۲) فرماتے ہیں: ہم سے عبداللہ بن عمر بن میسرہ الجشمی نے روایت بیان کی (اور

---

[۱] جیسا کہ قرآن کریم میں ہے (حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم) (التوبۃ:۱۲۸)

کہا) ہم سے ولید بن مسلم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مروان بن جناح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یونس بن میسرہ نے روایت بیان کی (اور کہا) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: لوگ ڈرانے والے اور چھپے ہوئے کے درمیان ہیں کہ قبر میں پہنچ کر ان کی تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں۔[۱]

(زندگی کتنی ہی تلخ کیوں نہ گذر رہی ہو اگر فکر آخرت کے ساتھ نیک اعمال میں گذاری جائے تو قبر میں راحت و آرام نصیب ہو جائے گا)

دنیا میں مقابلہ ہے اور آخرت میں نتیجہ اور انعام:

(۱۶۳) فرماتے ہیں: ہم سے ابو مسلم عبدالرحمٰن بن یونس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حاتم بن اسماعیل نے محمد بن عجلان کے حوالے سے (انہوں نے) عون بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: آج دوڑ اور مقابلے کا دن ہے، کل تو آگے نکلنے والوں کے لیے ہے اور آگے نکلنے والے جنت میں جانے والے ہیں اور انتہاء تو جہنم ہے۔[۲]

(آخرت کی دوڑ میں کامیاب ہونے کے لئے محنت دنیا میں ہے اور دوڑ بھی دنیا میں ہے جو دنیا میں آخرت کی دوڑ میں کامیاب ہوگا وہ جنت کا راستہ پائے گا)

شیطان بہکاتا ہے تو خواہشات میں مبتلا کرتا ہے:

(۱۶۴) فرماتے ہیں: ہم سے ابراھیم بن راشد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے مسلم بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ربیع بن عبداللہ الخطاف نے حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا، انہوں نے آیت:

"اَلشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلٰى لَهُمْ" (محمد: ۲۵)

کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان ان کے گناہوں کو ان کے لئے سجا سنوار دے گا اور ان کو امیدوں اور خواہشات میں مبتلا کر دے گا۔[۳]

---

[۱] عربی نسخے میں یہ جملہ بغیر لفظوں کے تھا اور لفظ القبر سے پہلے اشارہ تھا کہ یہاں حاشیہ ہے اور کسی نے استدراکاً کچھ لکھا ہے۔

[۲] اس میں کچھ الفاظ اور بھی ہیں جو یہ ہیں: معافی مانگنے سے نجات ہوگی، رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور اپنے اعمال کے حساب سے درجات پاؤ گے۔ حلیۃ الاولیاء: ۲۴۶/۴

[۳] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۲۴۹/۱۶

ایک آیت کی تفسیر:

(۱۶۵) فرماتے ہیں: ہم سے فضیل بن عبدالوھاب نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا شریک بن عبداللہ[1] فرما رہے تھے:

"فَتَنتُمْ اَنْفُسَكُمْ"

ترجمہ: "تم نے اپنے آپ کو آزمائشوں میں ڈال دیا"

سے مراد یہ ہے کہ تم نے خواہشات لذتوں اور شہوتوں میں پڑ کر خود کو آزمائشوں میں مبتلا کر لیا۔

"وَتَرَبَّصْتُمْ"

ترجمہ: "اور تم انتظار میں بیٹھے رہے"

سے مراد یہ ہے کہ تم توبہ کے انتظار میں بیٹھے رہے۔

"وَارْتَبْتُمْ"

ترجمہ: "تم شک میں رہے"

سے مراد یہ کہ تم حق کے معاملے میں شکوک وشبہات کا شکار رہے اور

"حَتّٰى جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ"

ترجمہ: "یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا"

سے مراد یہ ہے کہ موت آ گئی۔ اور

"وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُوْرُ" (الحدید: ۱۴)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں دھوکے میں مبتلا رہے"

سے مراد یہ ہے کہ شیطان نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں دھوکے میں مبتلا کیے رکھا۔

---

[1] شریک بن عبداللہ بن ابی شریک النخعی الکوفی القاضی ابوعبداللہ۔ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ پایا، بخاری خراسان میں پیدا ہوئے، ان کے دادا قادسیہ میں شریک تھے، وکیع کہتے ہیں: کوفہ میں شریک سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں۔ ربیع بن نافع کہتے ہیں: میں نے سنا عیسیٰ بن یونس کہہ رہے تھے، میں نے شریک سے زیادہ کسی کو اپنے علم میں متقی نہیں دیکھا۔ امام بخاری نے ان سے استشہاد کیا ہے اور مسلم نے ان کی روایت متابعات میں لی ہے، باقی حضرات نے ان سے احتجاج کیا ہے۔ ۱۷۷ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۱۲/۴۶۲

روایت بالا کا ایک اور طریق:

(۱۶۶) فرماتے ہیں: ہم سے داؤد بن عمرو[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ھشیم بن بشیر الواسطی نے ابو اسحاق الکوفی[۲] کے حوالے سے اور انہوں نے بعض علماء کے حوالے سے یہی اوپر بیان شدہ روایت بیان کی۔[۳]

نامکمل روایت:

(۱۶۷) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن شقیق نے.........[۴] کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: حسین بن رستم الابلی روزے کی حالت میں کچھ لوگوں کے پاس گئے، لوگوں نے عرض کیا:..........[۵] اور پلٹ گئے، حسین ان کی بات سن کر بولے: بالکل ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے زمانے کو اس وقت بدل دیا تھا جب زمانہ تھا ہی نہیں۔

مہلت کے ایام پر ایک حیرت انگیز عمل:

(۱۶۸) فرماتے ہیں: مجھ بعض اہل علم نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک دن نہایت شدید سخت گرمی تھی، کچھ لوگوں نے ایک شخص کو کھانے کی دعوت دی، اس نے کہا میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کیا اتنے سخت گرم دن میں بھی روزہ رکھا ہوا ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: تو کیا میں اپنے (مہلت کے) دن دھوکے میں گزار دوں؟

آنے والے وقت کے ساتھ گذرے وقت کا سا معاملہ کرو:

(۱۶۹) فرماتے ہیں: مجھ سے یعقوب بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے موسیٰ بن عمر ابن عمرو بن میمون بن مھران نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے معقل

---

[۱] داؤد بن عمرو الدودی الشامی الدمشقی، واسط کے گورنر رہے۔

[۲] ابو لیلی عبداللہ بن میسرۃ

[۳] دیکھیں تفسیر ابن کثیر: ۳۰۹/۴

[۴] دو یا تین الفاظ یہاں عربی نسخے میں مٹے ہوئے تھے۔

[۵] تین کلمات یہاں عربی نسخے میں مٹے ہوئے تھے۔

بن عبید اللہ الجزری نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: میں نے سنا میمون بن مہران[1] فرما رہے تھے: جو گزر گیا وہ ایسے ہے جیسے تھا ہی نہیں، جو آنے والا ہے وہ گویا کہ آ چکا لہٰذا آنے والے (وقت) کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرو جیسا گزرا ہوا وقت ہو اور تم اسے یاد کر رہے ہو، کیونکہ تمہارے نفس تمہیں تمہاری موت کی اطلاع دے چکے ہیں اور موت......[2] اور اللہ تعالیٰ تو گھات لگائے بیٹھے ہیں اور وہ نکلے گا......[3] جیسا کہ سورۃ واقعہ کے آخر میں ہے۔

(مطلب یہ ہے کہ گذرا ہوا وقت جس طرح محسوس ہوتا ہے آنے والا وقت بھی اسی طرح گذرنے والا ہے لہٰذا اس کا استقبال آخرت کی تیاری کے لئے کرو کہ وہ بھی گذر ہی جائے گا تمہارے ہاتھ وقت نہیں رہے گا)

احوال واقعی میں سے بہترین سامان (آخرت) چن لو:

(۱۷۰) فرماتے ہیں: مجھے صالح بن مسلم نے ابو عبیدۃ الناجی کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) میں نے سنا حسن بصری کہہ رہے تھے: صبر کرو اور کمر ہمت باندھ کر رکھو، چند ہی راتوں کی بات ہے، تم تو ایسے سوار ہو جو ٹھہرے ہوئے ہو، قریب ہے کہ تم میں سے کسی کو بھی بلوا لیا جائے، جس کو بھی بلوا لیا جائے گا تو اس کو جواب دینا پڑے گا وہ ادھر ادھر بالکل توجہ نہ دے سکے گا، لہٰذا جو کچھ تمہارے سامنے ہے اس میں سے بہترین سامان منتخب کر لو اور سفر (آخرت) کی تیاری رکھو۔[4]

---

[1] میمون بن مہران الجزری ابو ایوب الرقی۔ کوفہ میں بنو نصر کی ایک خاتون کے غلام تھے، پھر اس عورت نے ان کو آزاد کر دیا تھا، وہیں پلے بڑھے پھر رقہ آ گئے، امام احمد کہتے ہیں میمون بن مہران ثقہ ہیں۔ اور عکرمہ سے زیادہ معتمد ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے جزیرہ کا خراج وصول کرنے پر مقرر کیا تھا۔ فرماتے تھے: ظالم اس کا مدد گار اور ان کو اچھا سمجھنے والا سب برابر ہیں۔ مروت چہرے کی رونق ہے، لوگوں سے محبت رکھو اور ان کی ضرورت پوری کرو۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اور باقی حضرات نے بھی ان کی روایت لی ہے۔ ۱۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۲۱۰/۲۹

[2] اور [3] یہاں الفاظ وکلمات مٹے ہوئے ہیں۔

[4] احیاء علوم الدین: ۶۶۹/۴

کتنی ہی عیاشی کرلو موت بہر حال آنی ہے:

(۱۷۱) فرماتے ہیں: مجھے صالح بن مسلم نے ابوعبیدۃ الناجی کے حوالے سے بتایا (اور کہا) میں نے سنا حسن بصری کہہ رہے تھے: اے انسان! جمع خاطر رکھ، عمدہ غذا کھاتا رہ، گھر پر بھی رکھ سفر پر بھی ساتھ لے لے، سدھائی ہوئی سواری پر بیٹھ اور نرم ملائم کپڑے بھی پہن (لیکن بہر حال موت تو پھر بھی آنی ہے) فرماتے ہیں: پھر ان کا انتقال ہوگیا اور وہ اللہ کی رحمت کی طرف منتقل ہوگئے۔[1]

صبح اٹھنے والا ہر شخص مہمان کی طرح ہے:

(۱۷۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمود بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوعبیدہ الحداد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے قرہ بن خالد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ضحاک بن مزاحم نے روایت بیان کی (اور کہا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی صبح اٹھتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے گویا وہ مہمان ہو، اور اس کا مال ایسے جیسے کوئی چیز کچھ دیر کے لئے استعمال کرنے کے لئے لی گئی ہو، مہمان تو واپس روانہ ہونے (موت) کے لیے تیار ہوتا ہی ہے اور استعمال کے لیے لی گئی چیز بھی واپس کرنی ہوتی ہے۔[2]

یہ خوبصورت گھر تمہاری موت سے ویران ہو جائے گا:

(۱۷۳) فرماتے ہیں: ہم سے محمود نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوعبیدہ نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عمران بن حدیر نے حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم اپنے گھروں کو دیکھ رہے ہو جیسے سج سجائے خوب صورت انار ہوں، لیکن جیسے ہی زندگی کی شام ہوگی یہ ایسے خالی پڑے ہوں گے جیسے ان میں کبھی کوئی رہتا ہی نہ ہو، اسی طرح آخرت بھی ہے جب آخرت (یعنی موت) سامنے آجاتی ہے تو دنیا بالکل فنا ہو جاتی ہے۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۱۴۶/۲

[2] احیاء علوم الدین: ۶۶۹/۴: حلیۃ الاولیاء: ۱۳۴/۱، صفۃ الصفوۃ: ۴۱۹/۱

(ظاہر ہے مرنے والے کا کوئی تعلق دنیا سے نہیں رہتا نہ کوئی فائدہ۔ اور اسے مرنے کے بعد اپنی فکر پڑ جاتی ہے لہٰذا یہ دنیا اس کے لئے ویرانہ ہی ہے جہاں سے اسے کوئی سروکار نہیں)

مسافرو! انتظار گاہ کے غم میں مت پڑنا:

(۱۷۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمود بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے کثیر بن ھشام نے جعفر بن برقان کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: میں نے سنا میمون بن مہران اور ابن شبیب جمعہ کے خطبہ کے دوران کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! اس دنیا کی حیثیت ہی کیا ہے، اصل تو آخرت ہے، دنیا تو ایک آرام گاہ کی طرح ہے دنیادار آ کر یہاں کچھ دیر آرام کرتا ہے اور پھر چل دیتا ہے، یا ٹھہرتا ہے اور روانہ ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے کسی قسم کے غم، فکر، حزن وملال میں مبتلا نہ ہو جانا۔

میمون نے کہا: اے اللہ! ہم سے راضی رہیے گا ناراض مت ہو جایئے گا۔

رسول اکرمؐ نے کوئی جائیداد نہیں بنائی:

(۱۷۵) فرماتے ہیں: مجھ سے صالح بن مسلم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوعبیدہ الناجی نے روایت بیان کی (اور کہا): حضرت حسن بصریؒ مرض الموت میں مبتلا تھے، ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے کہا: خوش آمدید، اللہ تعالیٰ تم پر سلامتی نازل کرے اور ہمیں اور تمہیں سب کو عمدہ ٹھکانہ دے۔ اگر تم صبر کرو، سچ بولو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ اعلانیہ نیکی ہے۔ تم لوگ اس خبر کو اس طرح مت سننا کہ ایک کان سے سنو اور ایک سے نکال دو، جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو اس حال میں دیکھا کہ آپؐ آئے اور چلے گئے، کوئی گھر بنایا نہ کوئی مستقل ٹھکانہ، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو علم دیا تھا لہٰذا آپؐ نے اپنی ذمہ داری ادا کی اور حق ادا کر دیا۔[1]

---

[1] احیاء علوم الدین: ۳۴۱/۴ میں اس طرح ہے کہ: جناب رسول اللہؐ کا انتقال ہو گیا لیکن آپ نے نہ کوئی کچا گھر بنایا نہ پکا۔ حافظ عراقی کہتے ہیں: ابن حبان نے ثقات میں نقل کیا ہے اور ابونعیم نے حلیۃ میں مرسلاً ذکر کیا ہے۔ اور طبرانی نے اوسط میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: (آپؐ نے فرمایا) جو میرے بارے میں پوچھے یا مجھے دیکھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ بکھرے بالوں پھٹی آستینوں والے کو دیکھ لے جس کا نہ کچا گھر ہو نہ پکا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔

دوڑو! دوڑو! جلدی کرو، تم کہاں چڑھے جارہے ہو؟ رب کعبہ کی قسم! تمہیں اور تمہاری موت کو بالکل ساتھ ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائیں جس نے عام سی زندگی گذاری، روٹی کا ٹکڑا کھایا، پرانا لباس پہنا، زمین سے لگا رہا عبادت میں خوب محنت ومشقت کرتا رہا، اپنی خطاؤں پر روتا رہا، سزا سے بھاگتا رہا، رحمت تلاش کرتا رہا یہاں تک کہ اسی حال میں اس کی موت آگئی۔[1]

موت اور زندگی کے بارے میں بہترین اشعار:

(۱۷۶) فرماتے ہیں: مجھے حسین بن عبدالرحمٰن نے یہ شعر سنائے (اور کہا) مجھے ابو عبدالرحمٰن الانصاری نے یہ اشعار سنائے:

تسمع فان الموت ینذر بالضری　　و بادر بساعات البقاساعة الموت

ترجمہ: ''غور سے سن! موت اپنی خشکی اور پوشیدگی سے ڈراتی ہے، اس لیے زندگی کے لمحوں میں موت کی تیاری کرلے''

و ان کنت لا تدری متی انت میت　　فانک تدری ان لا بد من موت

ترجمہ: ''اور اگر تو نہیں جانتا کہ کب مرجائے گا تو تجھے اتنا تو معلوم ہے کہ بہرحال تجھے مرنا ہے''

توبہ میں دیر مت کرو:

(۱۷۷) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوسعید الکندی[2] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسحاق بن سلیمان الرازی نے عثمان بن زائدۃ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے میرے بیٹے! توبہ میں کبھی دیر نہ کرنا کیونکہ موت اچانک ہی آجاتی ہے۔[3]

---

[1] دیکھیں احیاء علوم الدین: ۶۶۹/۴۔۶۷۰ اور حلیۃ الاولیاء: ۱۵۴/۳ (قسم اول) اور حلیۃ الاولیاء: ۱۴۹/۳ (قسم ثانی)

[2] عبداللہ بن سعید بن حصین الکندی الاشجع الکوفی ابوسعید۔ ۲۵۷ھ میں وفات ہوئی۔

[3] احیاء علوم الدین: ۲۱/۴

سابق بربری کے اشعار:

(۱۷۸) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن الولید الحنظلی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا عمر بن ذر ذکر کررہے تھے کہ انہیں میمون بن مہران کے بارے میں معلوم ہوا کہ فرمایا: میں ایک دن عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچا اس وقت ان کے پاس سابق البربری [1] نامی ایک شاعر بھی بیٹھے تھے اور شعر کہہ رہے تھے، آخر میں انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

و کم من صحیح بات للموت آمنا　　أتتـه الـمـنـايا بـغتة بعد ما هجع

ترجمہ: ''کتنے ہی صحت مند ایسے ہیں جنہوں نے خود کو موت سے محفوظ سمجھتے ہوئے رات گزاری لیکن ابھی وہ اونگھ ہی رہے تھے کہ اچانک موت آ پہنچی''

ولـم يستطيع اذ جاء ہ الموت بغتة　　فـرارا ولا مـنـه بـقـوتـه امتنـع

ترجمہ: ''جب موت اچانک آ پہنچے تو پھر مرنے والا نہ اس سے جان بچا کر بھاگ سکتا ہے اور نہ طاقت سے اس کا مقابلہ کرسکتا ہے''

فـاصبـح تبـكيـه الـنسـاء مقنعاً　　ولا يسمع الداعي و ان صوته رفع

ترجمہ: ''پھر صبح ایسی ہوتی ہے کہ عورتیں دوپٹوں میں منہ لپیٹے رو رہی ہوتی ہیں اور کوئی پکارنے والا پکارے تو اس کی پکار نہیں سنی جاتی خواہ اس کی آواز کتنی ہی بلند ہو''

و قـرب مـن لـحـد صـار مقيلـه　　وفارق ماقد كان بالا مس قد جمع

ترجمہ: ''اسے قبر کے قریب کردیا جاتا ہے جو اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے، جہاں وہ شخص وہ سب کچھ چھوڑ آیا جو کل تک وہ جمع کرتا رہا تھا''

---

[1] سابق بن عبداللہ البربری الرقی ابوسعید الشاعر، مکحول اور امام ابوحنیفہؒ وغیرھما سے روایت کی، ان سے امام اوزاعی اور المعافی بن عمران اور دیگر حضرات نے روایت کی، یہ بھی کہا گیا ہے عمر بن عبدالعزیز کے آزاد کردہ غلام تھے اور ولید بن عبدالملک کا غلام بھی کہا گیا ہے، بہت متقی پرہیزگار شخصیت تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور زہد وتصوف پر مشتمل اشعار کہے اور ایک قصیدۃ بھی سنایا:

لسان الفتى نصف، و نصف فواده　　فلم يبق الاصورة اللحم و الدم

ترجمہ: ''انسان کے جسم میں دو ہی تو چیزیں ہیں، دل اور زبان، باقی تو صرف گوشت اور خون ہی ہے''

ولا يترك الموت الغني لماله ولا معدما في الحال ذا حاجة يدع

ترجمہ: ''موت کسی مال دار کو اس کے عیال دولت کی وجہ سے معاف نہیں کرتی اور نہ کسی ضرورت مند، غریب، مفلوک الحال کو اس کی غربت پر ترس کھا کر چھوڑتی ہے''

فرمایا: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ اشعار سن کر بہت بے چین ہو گئے اور رونے لگے اور روتے روتے بے ہوش ہو گئے[۱]

یونس بن عبیدؒ کے پسندیدہ اشعار:

(۱۷۹) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن صدران بن اسلم الازدی[۲] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عامر بن صالح الخزار نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا یونس بن عبید[۳] ان اشعار کی روایت کررہے تھے:

هو الموت لا ذو الصبر ينجيه صبره ولا لجزوع كاره الموت مجزع

ترجمہ: ''یہ موت ہی تو ہے جس سے صبر کرنے والے کو اس کا صبر نہیں بچا سکتا، اور نہ ہی موت کو ناپسند کرنے والے اور رونے دھونے والے کو اس کا رونا دھونا موت سے بچا سکتا ہے''

أرى كل ذى نفس و ان طال عمرها وعاشت لها سم من الموت منقع

ترجمہ: ''میں ہر جاندار کو دیکھتا ہوں خواہ اس کی عمر کتنی ہی طویل ہو، وہ زندہ رہتا ہے، لیکن بہرحال اسے موت کا زہر چکھنا ہوتا ہے''

و كل امرى لاق من الموت سكرة له ساعة فيها يذل و يصرع

ترجمہ: ''ہر وہ شخص جس پر موت طاری ہونی ہوتی ہے اس پر ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے جس میں وہ موت کے ہاتھوں ذلیل ہو کر پچھاڑ دیا جاتا ہے''

---

[۱] دیکھیں بیہقی کی الزھد الکبیر: ۲۶۳، رقم: ۶۸۸

[۲] عربی نسخے میں اسی طرح ہے، جب کہ ایک نسخے میں اسلم کے بجائے سلیم ہے۔ تہذیب التہذیب: ۱۱/۵، تہذیب الکمال: ۳۱۶/۲۴۔

[۳] امام القدوۃ الحجۃ یونس بن عبید بن دینار العبدی البصری ابو عبداللہ، صغار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت انسؓ کو دیکھا، حسن بصری، ابن سیرین، عطاء عکرمہ وغیرہ سے روایت کی، ان سے شعبہ، حماد بن سلمہ اور دیگر حضرات نے روایت کی، ثقہ راوی ہیں۔

فللہ فانصح یا ابن آدم انہ　　متی ماتخادعہ فنفسک تخدع

ترجمہ: ''لہٰذا اے ابن آدم علیہ السلام! اللہ کے لئے اپنے آپ کو ٹھیک کرلے، کیونکہ موت جب دھوکہ دینے پر آئے گی تو تو بھی دھوکہ کھانے والوں میں شامل ہو جائے گا''

و اقبل علی الباقی من الخیر و ارجہ　　ولا تک مالا خیر فیہ تتبع

ترجمہ: ''نیکی اور بھلائی کے جو کام باقی ہیں ان کی طرف متوجہ ہو، ایسے لوگوں میں سے مت ہونا جو ایسے کاموں کے پیچھے پڑتے ہیں جن میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہوتی''

فانک من یعجبک لاتک مثلہ　　اذا انت لم تصنع کما کان یصنع

ترجمہ: ''جب تو نے وہ سب نہیں کیا جو تجھے کرنا چاہئے تھا تو پھر تو ان لوگوں میں سے بھی نہ تو تجھے پسند ہیں''[1]

دنیا کو بہت تھوڑے وقت کے لئے بنایا گیا ہے:

(۱۸۰) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے جریر[2] نے اعمش کے حوالے سے (انہوں نے) عمارۃ، بن عمیر کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) فرمایا: ابراھیم النخعی[3] فرمایا کرتے تھے: اے لوگو! دنیا کو بہت تھوڑے سے وقت کے لئے بنایا گیا ہے اور اب اس تھوڑے میں سے بھی بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔[4]

دنیا کی عمر پورے دن کی ایک گھڑی کی طرح ہے:

(۱۸۱) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن جعفر الورکانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۱۶/۳-۱۷، سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۲۹۴-۲۹۵

[2] جریر بن عبدالحمید بن قراط الضبی ابوعبداللہ

[3] ابراھیم بن یزید بن قیس النخعی ابوعمران الکوفی، الامام الحافظ، عراق کے فقیہ تھے، اسود بن یزید کی بہن ملیکہ کے بیٹے تھے۔ احمد بن عبداللہ العجلی کہتے ہیں انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کو دیکھا ہے لیکن کسی سے روایت نہیں کی، آپ اور امام شعبی اپنے زمانے میں کوفہ کے سب سے بڑے امام تھے، نہایت نیک، متقی اور زبردست فقیہ تھے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ مغیرۃ کہتے ہیں: ہم پر ابراھیم کی ھیبۃ ایسے طاری رہتی تھی جیسے امیر کی ہو۔ ۹۶ھ میں وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء: ۵۲۰/۴

[4] اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

معمر بن سلیمانی نے .... سلیمان[1] کے حوالے سے بتایا (اور کہا): سالم بن عبداللہؒ نے[2] حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ: امابعد! کوئی مخلوق اس بات کی طاقت نہیں رکھتی کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے، اللہ عزوجل اس سے پاک وصاف ہیں، انہوں نے جو چاہا اس کے لئے دنیا کی تخلیق کی اور اس کے لئے بہت تھوڑی سی مدت مقرر کی، لہٰذا شروع سے لے کر آخر تک اس کی کل مدت ایسے ہی ہے جیسے پورے دن میں گھڑی بھر، پھر دنیا اور اس میں رہنے والوں کے بارے میں فنا کا حکم ہوگا:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه، لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ.[3]

ترجمہ: ''اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے، وہی حکم دینے کے لائق ہے اور اسی کی طرف تمہیں واپس جانا ہے''

اپنے آپ سے غافل مت ہو جانا:

(۱۸۲) فرماتے ہیں: ہم سے عبید اللہ بن عمر الجشمی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں حماد بن زید نے عاصم الاحول[4] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: فضیل الرقاشی نے مجھ سے کہا اور میں ......[5] اے فلاں! لوگوں کی کثرت کی وجہ سے اپنے آپ سے غافل مت ہو جانا، کیونکہ تمہاری موت جب آنی ہوگی تو ان سب کو چھوڑ کر تم تک پہنچ جائے گی، یہ مت کہہ کہ میں یہاں وہاں گھوم پھر کر دن گزارتا ہوں (لہٰذا موت مجھ تک نہ پہنچ سکے گی) کیونکہ تیرا معاملہ (موت) تیرے بارے میں محفوظ ہے، تو اپنے کی گذشتہ گناہ کے مقابلے میں کی ہوئی اپنی تازہ نیکی سے زیادہ اچھی چیز اور کوئی نہ پائے گا۔[6]

---

[1] ایک دو الفاظ مٹے ہوئے تھے، یوں معلوم ہوتا ہے جیسے معتمر بن سلیمان بن طرخان التیمی عن ابیہ سلیمان لکھا ہو۔

[2] سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ حضرت عمرؓ کی اولاد میں سب سے زیادہ حضرت عمرؓ سے مشابہ تھے، اور سالم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اولاد میں سب سے زیادہ اپنے والد کے مشابہ تھے، تابعی ہیں اور ثقہ ہیں۔ ۱۰۶ھ میں وفات ہوئی۔ طبقات ابن سعد: ۱۹۵/۵، تہذیب الکمال: ۱۴۵/۱۰

[3] سورۃ القصص: ۸۸ سے روایت کے لیے دیکھئے حلیۃ الاولیاء: ۲۸۴/۵

[4] عاصم بن النضر بن المنتشر الاحول التیمی البصری، ابوعمر

[5] الفاظ واضح نہ تھے۔

[6] حلیۃ الاولیاء: ۱۰۲/۳، احیاء علوم الدین: ۶۷۰/۴، صفۃ الصفوۃ: ۲۱۳/۳_۱۰۳/۳

(۱۸۳) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سلمہ بن غفار نے حجاج بن محمد کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) ابو خالد الاحمر[1] نے مجھے خط لکھا، اس میں لکھا تھا: حضرات صدیقین[2] کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات سے حیا آتی ہے کہ وہ آنے والے کل بھی اسی مقام پر ہوں جس پر گذشتہ کل تھے۔

(''صدیقین'') اولیاء کرام کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو مقام صدق پر فائز ہوں اور مقام صدق طریق سلوک کا ایک بڑا مرتبہ ہے)

محمد بن نضر کی تیاری:

(۱۸۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن یحییٰ بن ابی حاتم نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سعید بن عمر الکندی نے روایت بیان کی (اور کہا): محمد بن النضر الحارثی[3] حضرت ابن مبارک کے ساتھ عبادان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، حفص[4] اور ابو اسامہ[5] بھی ان حضرات کے ساتھ تھے، اسی دوران کھانے کا وقت ہوگیا، کھانا سامنے رکھا گیا اور محمد بن النضر سے کہا گیا کہ تناول فرمایئے، انہوں نے کہا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ ابن المبارک فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے ابوعبدالرحمٰن کیا حدیث میں یہ نہیں آیا کہ

"لیس من البر الصیام فی السفر"[6]

ترجمہ: ''سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے''

انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں لیکن موت کی تیاری کی وجہ سے اس کا خیال نہیں رہتا۔[7]

---

[1] سلیمان بن حیان الازدی، روایت نمبر ۷۰ کے تحت ان کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

[2] صدیقین اولیاء اللہ کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو مقام صدق پر فائز ہوں۔

[3] عربی نسخے میں محمد بن فضل الحارثی تھا، جب کہ صحیح یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

[4] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حفص بن حمید المروزی الاکافی ہیں، انہوں نے عبداللہ بن المبارک سے روایت کی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۰/۷۔

[5] حماد بن اسامہ بن زید القرشی ابو اسامہ الکوفی۔ ابو اسامہ ثقہ ہیں لوگوں کے معاملات کے بارے میں سب سے زیادہ آگاہ تھے، کوفہ کی تاریخ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، اور فرمایا: میں ان کو ثبت قرار نہیں دیتا بلکہ وہ تھے ہی ثبت۔ خطاء کے قریب بھی نہیں جاتے تھے۔ ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۲۰۱ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب الکمال: ۲۱۷/۱۶

[6] بخاری، الصوم باب قول النبی لمن ظلل علیہ واشتد الحر لیس من البر الصوم فی السفر: ۲۳۸/۲

[7] یہی روایت صفۃ الصفوۃ میں دوسری طرح آئی ہے: ۱۵۹/۳

یہ روایت نامکمل رہی:

(۱۸۵) فرماتے ہیں: مجھ سے ابن ابی حاتم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابراھیم بن.......... بیت الخلاء سے، دریافت فرمایا؟ تم کہاں تھے، جواب میں کہا، میں غسل خانے میں تھا، چنانچہ فرمایا..........[۱]

ایک غلام چرواہے کا رب اور آخرت پر یقین:

(۱۸۶) فرماتے ہیں.......... محمد بن یزید بن خنیس نے عبدالعزیز بن رواد کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) نافع.......... کے حوالے سے............

..........وہ ان کے کچھ ساتھی مدینہ منورہ میں تھے۔ انہوں نے دستر خوان لگایا اتنے میں ایک.......... چرواہا وہاں سے گزرا، انہوں نے اس سے کہا.......... اس دستر خوان سے، اس نے جواب میں کہا، میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تعجب ہوا لہٰذا آپؓ نے فرمایا: آج اتنا سخت شدید گرم دن ہے آج بھی تم نے روزہ رکھا ہوا ہے؟ اس نے جواب میں کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے ان فارغ دنوں کو قیمتی بنانا چاہتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کی بات سے اور زیادہ تعجب ہوا چنانچہ آپؓ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تو ہمیں یہ بکری بیچے گا؟ ہم تجھے اس کی قیمت دیں گے اور بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بھی دیں گے تاکہ تو اپنا روزہ اس سے افطار کر سکے۔

چرواہے نے کہا: یہ بکریاں میری نہیں، یہ تو میرے آقا کی ہیں۔

آپؓ نے فرمایا: تیرا آقا تجھ سے اگر بکری کے بارے میں پوچھے اور تو...... کہہ دے کہ بکری کو بھیڑیا کھا گیا تو اس میں کیا حرج ہے؟

چرواہا ان کی بات سن کر آسمان کی طرف انگلی اٹھائے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس نے کہا: (میں اپنے آقا سے تو چھپا لوں گا لیکن) پھر اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ (یعنی کیا

---

[۱] عربی نسخے میں بہت سے کلمات مٹے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کو بھی معلوم نہ ہوگا؟)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ بار بار چرواہے کی بات کو دہراتے جاتے اور فرماتے: ایک چرواہا کہہ رہا ہے اللہ کہاں ہے؟

فرماتے ہیں: پھر کچھ ہی دن بعد آپؓ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور چرواہے کے آقا سے چرواہے سمیت تمام بکریاں خرید لیں، چرواہے کو آزاد کردیا اور بکریاں بھی اسی چرواہے کو دے دیں۔

روح بن زنباعؒ اور ایک چرواہے کی گفتگو:

(۱۸۷) فرماتے ہیں: مجھ سے حسن بن صباح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن شقیق نے عبداللہ بن المبارک کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) کہا: ہمیں سعید بن سالم (یہ سعید بن سالم القداح نہیں ہیں) نے بتایا اور کہا: ایک مرتبہ روح بن زنباع [۱] مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کے دوران کسی جگہ ٹھہرے، اس دن سخت گرمی تھی، اتنے میں آپ نے دیکھا ایک چرواہا کہیں سے بکریاں چراتا ہوا آرہا ہے، آپ نے اس سے کہا: اے چرواہے! آؤ کھانا کھالو۔ چرواہے نے جواب دیا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

انہوں نے دوبارہ پوچھا: اتنی سخت گرمی میں بھی تم نے روزہ رکھا ہوا ہے؟

چرواہے نے جواب دیا: تو کیا میں اپنے ان فارغ دنوں کو یوں ہی برباد کردوں؟

چرواہے کی بات سن کر روح بن زنباع نے جواب دیا: اے چرواہے! روح بن زنباع نے تو اپنے فارغ دن ضائع کردیئے لیکن تو نے اپنے فارغ دنوں کی کنجوسی کرلی (یعنی ان دنوں میں عبادت کرکے انہیں قیمتی بنالیا)

---

[۱] روح بن زنباع بن روح بن سلامۃ الجذامی ابو زرعۃ، فلسطین کے امیر اور شام میں اہل یمن کے راہ نما، خطیب اور بہادر شخص تھے۔ ایک روایت کے مطابق صحابی بھی ہیں۔ عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ: روح میں اہل شام کی سی فرمانبرداری، اہل عراق کا سا رعب و دبدبہ اور اہل حجاز کی سی فقہ ہے۔ عبدالملک کے ساتھ ان کے مختلف واقعات مشہور ہیں۔ ۸۴ھ میں وفات ہوئی۔ اعلام: ۳/۶۳

ایک آیت کی تشریح:

(۱۸۸) فرماتے ہیں: ہم سے سلم بن جنادہ نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا وکیع بن الجراح فرمارہے تھے: آیت:

"بِمَا أَسۡلَفۡتُمۡ فِي الۡأَيَّامِ الۡخَالِيَةِ" (الحاقہ:۲۴)

ترجمہ: "بدلے ان اعمال کے جو تم اپنے فارغ دنوں میں کر گزرے"

ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بہت زیادہ روزے رکھنے والے ہوں۔

رسول اکرمؐ کا ایک خطبہ جمعہ:

(۱۸۹) فرماتے ہیں۔ مجھ سے احمد بن عبد الاعلیٰ..........[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابو جعفر المکی نے روایت بیان کی (اور کہا): حسن بصریؒ نے فرمایا: میں نے جناب نبی کریم ﷺ کے جمعہ کے خطبے کی تلاش شروع کی تو میں تھک گیا لیکن مجھے جمعہ کا خطبہ نہ ملا، لہٰذا میں نے آپؐ کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی صحبت اختیار کر لی اور (موقع ملتے ہی) ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: آپؐ جمعہ کے خطبے میں یہ ارشاد فرماتے:

"اے لوگو! تمہارے پاس ایک علم ہے تم اپنے علم کی انتہاء تک رہو، تمہاری کچھ حدود ہیں تم اپنی حدود تک رہو، مومن تو دو خوف زدہ کرنے والی چیزوں کے درمیان ہے: وہ مقررہ وقت جو گزر چکا ہے اور اسے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ اس گزرے وقت کے بارے میں اس کے ساتھ کیا معاملہ فرمائیں گے، اور وہ مقررہ وقت جو اس کی موت تک باقی ہے اسے نہیں معلوم کہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں کیسا معاملہ فرمائیں گے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے لیے خود ہی کوشش کر کے کچھ تیاری کر لے۔ اس دنیا سے اپنی آخرت کے لئے کچھ لے لے، اپنی جوانی میں بڑھاپے سے پہلے کچھ کر لے، اپنی صحت کے زمانے میں بیماری سے پہلے کچھ کر لے، کیونکہ تمہیں آخرت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے!

[۱] نسبت واضح نہ تھی، لفظ بغیر نقطوں کے تحریر تھا، غالباً شیبانی لکھا تھا۔

موت کے بعد رضامندی حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں، دنیا کے بعد جنت یا جہنم کے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ نہیں، میں اپنے لیے اور تم سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔[۱]

آخرت کی دوڑ میں ابو مسلم خولانی کا حال:

(۱۹۰) فرماتے ہیں: ہم سے ہمارے والد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سعید بن سلیمان نے سلیمان بن المعتمر کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) حمید بن ھلال کے حوالے سے بیان کیا اور کہا: ابو مسلم الخولانی[۲] سے کسی نے کہا: آپ بہت بوڑھے، کمزور اور سن رسیدہ ہو گئے ہیں اگر اپنے آپ پر کچھ رحم کریں تو کیا مناسب نہیں؟

انہوں نے جواب میں فرمایا: جب گھوڑوں کو دوڑ کے لیے چھوڑا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے، ان کے ساتھ وقار اختیار کرو یا نرمی کرو اور جب تم دوڑ دیکھو تو اس میں سے کچھ باقی نہ چھوڑو...... لہٰذا مجھے بھی چھوڑ دو (اور اس دوڑ میں آگے نکل جانے دو۔ مترجم)

گذرتے دنوں کے بارے میں خوش گمان مت ہو:

(۱۹۱) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن عبداللہ نے روایت بیان کی (اور کہا): کسی عقل مند نے کہا ہے: جو شخص گزرتے دنوں کے بارے میں حسن ظن میں مبتلا رہا وہ زمانے کی نصیحتوں کو کبھی نہ سمجھ سکے گا۔

اگر گزرے وقت سے آنے والے وقت کے بارے میں نصیحت حاصل کرلی تو سمجھو وہ وقت کامیاب گزرا، عمر بہت کم ہے اور سفر بہت لمبا ہے، لہٰذا اپنے طویل سفر کی تیاری کر کے اپنے دنوں کو قیمتی بنالو......... قیامت آنے سے پہلے اپنی جمع پونجی کو............ (تعجب کی

---

[۱] دیلمی فی الفردوس بماثور الخطاب: ۲۷۸/۵، رقم: ۸۱۷۸، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور: ۲۲۲/۶ اور کہا ہے کہ ابن ابی الدنیا نے اس روایت کو شعب الایمان میں بیان کیا ہے، حالانکہ یہ غلطی ہے۔ اور تفسیر قرطبی: ۱۸/ ۱۱۶ حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے، ابتداء میں اس طرح ہے: فرمایا: اے لوگو! تمہارے علم کے کچھ مقامات ہیں، اپنے ان مقامات تک جا پہنچو اور تمہاری ایک حد بھی ہے۔

[۲] پورا نام عبداللہ ثوب الخولانی ہے۔ فقیہہ عبادت گزار اور زاہد تھے، ذہبی نے ان کو ریحانہ الشام (یعنی شام کا پھول) کہا ہے، اصل میں یمن کے تھے۔ رسول اللہ کی وفات سے قبل مسلمان ہوئے لیکن ملاقات نہ ہو سکی، خلافت صدیقیہ میں مدینہ تشریف لائے اور شام کی طرف ہجرت کی۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۲۲/۲، الاعلام: ۲۰۳/۴

بات ہے کہ) آخرت کتنی قریب ہے اور.......... میں ٹھہرنے کی مدت کتنی کم ہے۔

مزید اررات کے دھوکہ میں مت آنا:

(۱۹۲) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوجعفر الدومی [۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن مسلم نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا سفیان ثوریؒ فرما رہے تھے: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

لا یغـرنک عشاء ساکن　　　قد توا فی بالمنیات السحر

ترجمہ: ''اس ٹھہری ہوئی رات کی فضا سے دھوکے میں مبتلا مت ہو جانا، کتنے ہی لوگ ہیں جو صبح ہوتے ہوتے موت کا شکار ہو جاتے ہیں''

قیمتی اوقات دنیا کے لئے خواہ مخواہ ضائع نہ کرو:

(۱۹۳) فرماتے ہیں: مجھ سے عمر بن علی ھارون نے بیان کیا (اور کہا): میں ایک دیہاتی شاعر سے ملا جو بہت فصیح و بلیغ تھا، میں نے اس سے پوچھا: کیا تم نے زہد کے بارے میں کوئی شعر کہا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں کیوں نہیں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

صحح نفسک حتی ینجح العمل　　　مادام معترضاً فی شأوک المهل

ترجمہ: ''اپنے نفس کی اصلاح کرتا رہ یہاں تک کہ تو کامیاب نہ ہو جائے، اور اپنی زندگی کی مہلت کے اوقات میں نیک عمل کرتا رہ''

ارسلت فی طول فاسد دیدنک　　　من قل...... [۲] ان لا یرسل الطول

ترجمہ: ''تو نے اپنے قیمتی اوقات کو طویل فاسد چیزوں میں ضائع کر دیا، حالانکہ.....طویل کو نہ چھیڑا جائے''

اچھے اعمال میں وقت گذار سکو تو کر گذرو:

(۱۹۴) فرماتے ہیں: مجھ سے عبدالرحمٰن بن صالح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم

---

[۱] محمد بن یزید الحزاز　　[۲] لفظ واضح نہ تھا، غالباً ''دیحک'' یا ''ونجد'' تحریر تھا اور وہ بھی بغیر نقطوں کے۔

[۳] عبدالرحمٰن بن اسحاق الحارث ابوشیبۃ الواسطی۔ ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے ان کی حدیث لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۵۱۵/۱۶

سے محمد بن فضیل نے عبدالرحمٰن بن اسحاق کے حوالے سے (انہوں نے) عبید اللہ بن عبدالرحمٰن القرشی[۱] کے حوالے سے (انہوں نے) عبداللہ بن حکیم[۲] کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! جان لو تم صبح نکلتے ہو اور شام کو واپس لوٹ آتے ہو ایک ایسے مقررہ وقت میں جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اگر تمہارے لیے ممکن ہو کہ تم یہ اوقات نیک عمل کرتے ہوئے گزارو تو ایسا کر گزرو، لیکن جب تک اللہ کی توفیق نہ ہو تم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے، لہٰذا اپنی زندگی کی مدت پوری ہونے سے پہلے پہلے نیک اعمال کی طرف دوڑو، کہیں ایسا نہ ہو کہ دوبارہ برے اعمال میں پڑ جاؤ۔

نامکمل روایت:

(۱۹۵) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا)......[۳]

(۱۹۶) فرماتے ہیں.......... میں قسم کھاتا ہوں.......... اس بات پر...... حالانکہ...... آخرت کے علاوہ..... اور کسی چیز کی طرف ہرگز جمع نہ ہو سکے گا...... منتقل ہو جائے گا...... ہرگز نہیں اللہ کی قسم! تمہارے کان نصیحت کی بات سننے سے بہرے ہو گئے ہیں اور تمہارے دل فائدے کی بات سے.......... لہٰذا مواعظ سے فائدہ ہوتا ہے اور نہ..... جو تم سنتے ہو۔

موت سے ڈرنے والا نیک عمل میں جلدی کرتا ہے:

(۱۹۷) فرماتے ہیں: مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا (اور کہا) کسی عرب شخص نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! جو موت سے ڈرتا ہے وہ (نیک عمل) کرنے میں جلدی کرتا ہے، جو شخص اپنے نفس کو لگام دے کر قابو نہیں کرتا، اس کا نفس بہت جلدی قابو سے باہر ہو جاتا ہے، (اور یہ بھی یاد رکھ کہ) جنت اور دوزخ دونوں تیرے سامنے ہیں۔[۴]

---

[۱] عربی نسخے میں عبداللہ تھا لیکن یہ بھی ہے کہ جنہوں نے عبداللہ ابن حکیم سے سنا ہے وہ عبیداللہ القرشی ہیں۔ تہذیب الکمال: ۳۱۸/۱۵

[۲] عبداللہ بن حکیم الجہنی ابو معبد الکوفی، کوفہ میں رہے، آپؐ سے ان کے سماع میں اختلاف ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی زندگی ہی میں مدائن آ گئے تھے۔ ثقہ تھے، امام بخاری کے علاوہ باقی حضرات نے ان کی روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۳۱۷/۱۵

[۳] عربی مخطوطے میں بھیگنے کی وجہ سے تقریباً پانچ سطریں مٹ گئی تھیں، اس لئے اس انداز میں تحریر کیا گیا۔

[۴] الزھد الکبیر للبیہقی: ۱۶۷، رقم: ۳۸۲

(مطلب یہ ہے کہ موت سے ڈرنا یعنی آخرت کے لئے پیش ہونے سے ڈرنا ہے یہاں بزدلی نہیں بلکہ آخرت کا خوف مراد ہے جو کہ عین ایمان ہے۔ یعنی جو شخص اپنے انجام کو بہتر کرنا چاہتا ہے وہ آخرت کے لئے اعمال کرنے میں جلدی کرتا ہے)

ہر سانس پر ایک سانس کم ہو رہی ہے:

(۱۹۸) فرماتے ہیں: مجھ سے بنو ھاشم کے آزاد کردہ غلام ابو جعفر نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عباس بن الفضل الھاشمی نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک شخص کسی خلیفہ کے دربار میں پہنچا اور یہ اشعار پڑھے:

حیاتک أنفاس تعدُّ فکلما مضی نفس منها انتقصت له جُزء ا

ترجمہ: ''تیری زندگی گنتی کی چند سانسیں ہیں، لہٰذا جب بھی تو ایک سانس لیتا ہے تو تیری زندگی سے ایک سانس کم ہو جاتی ہے''

فتصبح فی نقص و تمسی بمثله فمالک معقول تحس...... [۱]

ترجمہ: ''صبح بھی تیری کئی سانسیں کم ہو جاتی ہیں، شام بھی تیری کئی سانسیں کم ہو جاتی ہیں۔ تیرے پاس کوئی بندھا ہوا معیار نہیں ہے جس سے تو...... محسوس کر سکے''

یمیتک مایحسک فی کل ساعة و یحلوک حادلا یریلبک الهزء ا

ترجمہ: ''جو چیز تجھے جڑ سے اکھیڑ رہے دے رہی ہے وہ تجھے مار ڈالے گی، پکارنے والا پکار پکار کر تجھے پیغام دے رہا جو تجھ سے مذاق نہیں کرتا''

(یہ انتہائی عبرت انگیز اشعار ہیں جو نفس انسانی کو جھنجھوڑتے ہوئے کچھ عقائد و حقائق کی یاددہانی کراتے ہیں)

(۱) سانسیں گن کر دی گئی ہیں جو ہر سانس پر کم ہوتی جا رہی ہیں۔ اور معلوم نہیں ہے کہ کتنی سانسیں باقی رہ گئیں۔

(۲) زندگی انسان کی جڑ اکھاڑ رہی ہے اور مار کر چھوڑے گی۔

(۳) ایک منادی انسان کا وقت اردگرد کے احوال سب اسے آخرت کے بارے میں پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ یہاں تو سب فانی ہے اصل جگہ آنے کی تیاری کر لے)

---

[۱] عربی مخطوطے میں یہاں دو الفاظ تھے، ایک بالکل مٹ گیا تھا جب کہ دوسرا ناقص تھا۔

تیسرا حصہ:

عمر گذرنے پر بہترین اشعار:

(۱۹۹) ہمیں شیخ امام حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی نے بتایا (اور کہا) ہمیں ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران المعدل نے جمادی الثانیہ ۴۱۰ھ میں اس طرح بتایا کہ میں ان کے سامنے عبارت پڑھ رہا تھا (اور کہا) ہمیں ابوعلی الحسین بن صفوان البرذعی نے ۳۴۰ھ میں اس طرح بتایا کہ ہم ان کے سامنے عبارت پڑھ رہے تھے (اور کہا) ہمیں ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمارے بعض ساتھیوں نے ہمیں یہ اشعار سنائے:

عمر ینقضی و ذنب یزید و رقیب محضر علی شهید

ترجمہ: ''عمر گزرتی جارہی ہے اور گناہ بڑھتے جارہے ہیں، نگران حاضر ہے جو میرے تمام معاملات کا گواہ ہے''

و اقتراب من الحمام و تأ میل لطول البقاعصر جدید

ترجمہ: ''موت سے ہمارا فاصلہ کم ہوتا جارہا ہے نئے زمانوں تک زندہ رہنے کی لمبی امیدیں بڑھتی جارہی ہیں''

انا لاه و للمتية حتم حیث یممت منهل مورود

ترجمہ: میں کھیل کود میں مشغول ہوں حالانکہ موت یقینی ہے، جہاں کا میں ارادہ کروں گا وہیں میری موت کا ٹھکانہ بن جائے گا''

کل یوم یموت منی جزء و حیاتی تنفس محدود

ترجمہ: ''ہر روز میرے جسم سے ایک جز کی موت واقع ہوتی ہے اور میری زندگی کی سانسیں گنی جاچکی ہیں''

کم اخ رزئته فهو و ان اضحی قریب المحل منی بعید

ترجمہ: ''کتنے بھائی جو کل تک میرے ساتھ، اگرچہ وہ میرے بہت قریب تھے لیکن

(موت کی وجہ سے) بہت دور جا چکے ہیں''

خلستہ ید المنون فمالی　　خلف منہ فی الوری موجود

ترجمہ: ''(کتنے ہی بھائی تھے) جنہیں موت کے ہاتھ نے مجھ سے چھین لیا، اور اب تمام مخلوقات میں میرے پاس اس جیسا موجود نہیں ہے''

کان لی مؤنسا فخودر فی　　نھار عقیم صفیحہ منضود

ترجمہ: ''میرا ایک ہمدرد و ہم نوا تھا، ایک بے ثمر، لمبے نہ گزرنے والے دن میں اسے مجھ سے جدا کر دیا گیا''

قل لنفسی بواعظات الجدیدین　　ان...... عن منزل سیبید

ترجمہ: ''کہہ دے کہ ہر گزرتا دن اور رات مجھے نصیحت کر رہے ہیں کہ تو منزل سے دور ہی ہوتا جا رہا ہے......''[1]

ایک نامکمل روایت:

(۲۰۰) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسحاق ابن.......... نے.......... کے حوالے سے بیان کیا کہ..........[2]

محمد بن ایوب اصبہانی کے اشعار:

(۲۰۱) فرماتے ہیں: مجھے ابراھیم بن سعید الاصبہانی نے محمد بن ایوب الاصبہانی کے یہ اشعار سنائے (ابراھیم نے محمد بن ایوب کو دیکھا تھا):

رأیتک فی النقصان مذانت فی المھد　　تقربک الساعات من ساعۃ اللحد

ترجمہ: ''میں نے تجھے اس وقت بھی نقصان کی حالت میں دیکھا تھا جب تو ماں کی گود میں تھا، ہر گزرتی گھڑی تجھے قبر سے قریب کر رہی تھی''

ستضحک سن بعد عین تعصرت　　علیک و ان قالت بکیت من الوجد

ترجمہ: ''وہ آنکھ جو تجھ پر روئے گی اگرچہ وہ یہ کہے میں تو وجد کی حالت کی وجہ سے رو رہی ہوں لیکن اس کے بعد اسی کے دانت تجھے ہنسائیں گے''

---

[1] آخری حصے کے الفاظ مٹے ہوئے تھے۔　[2] دو یا تین سطریں مسلسل مٹی ہوئی تھیں۔

أتطمع ان شيخا لفقدک فاقد　　لعل سرور الفاقدين مع الفقد

ترجمہ: ''کیا تو یہ چاہتا ہے کہ تیری گمشدگی کی وجہ سے کوئی بوڑھا گم ہو جائے، شاید غائب ہونے والوں کی خوشی غائب ہوتے ہی غائب ہو جائے''

جلد بازی کی مذمت

جلد بازی مایوس کرنے والی ہے:

(۲۰۲) فرماتے ہیں: مجھ سے سلمہ بن شبیب نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے سھل بن عاصم نے محمد بن ابی منصور کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے کہا) ہم سے یوسف بن عبدالصمد نے محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (انہوں نے) فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک اعمال کرتے ہوئے زندگی خراب کر دینے والے بڑھاپے، اچک لینے والی موت نیک اعمال سے روک دینے والی بیماری یا مایوس کر دینے والی جلد بازی سے پہلے آگے بڑھ جاؤ۔[۱]

(مراد یہ ہے اتنی دیر مت کرو کہ پھر مایوس آدمی کی طرح جلدی جلدی کچھ کام کرنے لگو جو درست بھی نہ ہوں کیونکہ جب انسان مایوس ہونے لگتا ہے الٹی سیدھے کام جلد بازی میں کر جاتا ہے)

ایک آیت میں جلدی بازی کی مذمت:

(۲۰۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسحاق بن منصور نے جعفر بن سلیمان کے حوالے سے (انہوں نے) عمرو بن مالک[۲] کے حوالے سے اور انہوں نے ابوالجوزاء[۳] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: آیت

---

۱ بیہقی فی شعب الایمان اور کنز العمال: ۱۵/ ۸۶۴، رقم: ۴۳۴۳۶

۲ ابویحییٰ عمرو بن مالک النکری البصری۔ ۱۲۹ھ میں انتقال ہوا۔

۳ اوس بن عبداللہ الربعی البصری ابوالجوزاء، ربعۃ الازد نامی قبیلے سے تھے، اہل بصرہ کے قاریوں میں سے تھے، امام بخاری نے یحییٰ بن سعید سے بیان کیا کہ جماجم میں قتل کیے گئے۔ ۸۳ھ میں جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۳/ ۳۹۲

''وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا'' (الکہف:۲۸)

ترجمہ: ''اور اس کا طریقہ کار افراط و تفریط پر مبنی ہے''

سے مراد جلد بازی ہے۔[1]

انسان گناہ کرنے میں جلد باز ہے:

(۲۰۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن قدامہ نے حدیث بیان کی (اور کہا) مجھ سے موسیٰ بن اسماعیل نے ابو وکیع[2] کے حوالے سے (انہوں نے) ابو اسحاق[3] کے حوالے سے (انہوں نے) سعید بن جبیر کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا:

''بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ'' (القیامۃ:۵)

ترجمہ: ''بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ آگے بھی گناہ کرتا رہے''

سے مراد یہ ہے کہ انسان گناہ کرنے میں پہل کرتا ہے اور توبہ کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔

مستقبل کی باتیں جلد بازی ہے:

(۲۰۵) فرماتے ہیں: ہم سے سعید بن زنبور الھمدانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں عبداللہ بن المبارک نے شعبہ کے حوالے سے (اور انہوں نے) ابو اسحاق کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: بنو عبدالقیس کے کسی آدمی نے درخواست کی کہ کچھ وصیت کیجئے: تو انہوں نے کہا: اس قسم کی باتوں سے بچو جن میں مستقبل کے ارادوں کا اظہار ہو۔ (مثلاً یوں کہنا کہ میں عنقریب یوں کرلوں گا، یا ہمارا آئندہ سال یہ ارادہ ہے وغیرہ وغیرہ)

---

[1] یعنی اور یہ مقاتل بن حبان کا قول بھی ہے، دیکھیں تفسیر البغوی معالم التنزیل: ۱۵۹/۳

[2] جراح بن ملیح الرؤاسی، امام وکیع کے والد، ھارون الرشید کے زمانے میں بیت المال کا انتظام ان کے حوالے کیا گیا ہے۔ بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی ہے اور نسائی کے علاوہ باقی حضرات نے بھی ان کی روایت لی ہے۔ ۱۷۶ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۵۱۷/۴

[3] عمرو بن عبداللہ بن علی السبیعی۔

مستقبل کے ارادوں کا ظاہر کرنا شیطان کا لشکر ہے:

(۲۰۶) فرماتے ہیں: مجھ سے اسماعیل بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے صالح المری نے قتادہ کے حوالے سے (انہوں نے) ابوالجلد کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ مستقبل کے ارادوں اور عزائم کا اظہار شیطان کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔[۱]

فائدہ: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے مستقبل کے ارادوں، عزائم، امیدوں اور خواہشات پورا کرنے کی دھن میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ نہ صرف حقوق اللہ بھول جاتا ہے بلکہ بہت سے حقوق العباد میں بھی سستی کرنے لگتا ہے اور دین سے غافل ہو کر بالکل دنیا کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے، نتیجۃً یہ ہوتا ہے کہ اسے آخرت کی تیاری کرنے کا موقع ہی نہیں مل پاتا اور اچانک موت آجاتی ہے اور پھر آخرت میں نقصان ہی نقصان مقدر ہوتا ہے۔

ہمیشہ دنیاوی مستقبل کی فکر میں رہنا شیطان کا دھوکہ ہے:

(۲۰۷) فرماتے ہیں: مجھ سے سلمہ بن شبیب نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سہل بن عاصم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے زید بن عوف نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے صالح المری نے یزید الرقاشی کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: آئندہ کے فکر و خیال میں لگے رہنا شیطان کے لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے، اکثر و بیشتر وہ اس کے ذریعے دھوکہ دیتا ہے۔

توبہ کو مستقبل پر چھوڑ دینے کی قرآنی مذمت:

(۲۰۸) فرماتے ہیں: مجھ سے سلمہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سہل بن عاصم نے زید بن المبارک کے حوالے سے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے الحکم بن ربان نے عکرمہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا:

"وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ" (السبأ: ۵۳)

---

[۱] حلیۃ الاولیاء: ۵۵/۶ میں اس طرح ہے: میں نے جلد بازی کو شیطان کے لشکروں میں دیکھا جس نے اللہ کی مخلوق کے ایک بڑے حصے کو ہلاک کر دیا۔

ترجمہ: ''بلاتحقیق دور دور کی کوڑیاں لایا کرتے تھے''

سے مراد یہ ہے کہ جب ان لوگوں سے کہا جاتا تھا کہ ''توبہ کرلو!'' تو کہتے تھے بعد میں کرلیں گے۔

مذکورہ معنی کی تصدیق:

(۲۰۹) فرماتے ہیں: مجھ سے سلمہ نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابراھیم بن الحکم بن ابان نے اپنے والد کے حوالے سے (اور انہوں نے) عکرمہ کے حوالے سے یہی معنی بیان کیے (جو اوپر والی روایت میں بیان ہوئے ہیں)

خواہشات کو توبہ ہی روک سکتی ہے:

(۲۱۰) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان بن عیینہ نے اسلم بن عبدالملک کے حوالے سے (اور انہوں نے) بعض علماء کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا:

''وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَايَشْتَهُوْنَ'' (السبأ ۵۴)

ترجمہ: ''ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان رکاوٹ (حائل) ہو جاتی ہے''

میں حائل ہونے والی چیز سے مراد ''توبہ'' ہے۔

نوجوانو! دنیاوی مستقبل میں کھوئے مت رہو:

(۲۱۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو عاصم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوخریم عقبۃ بن ابی الصھباء نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا حسن بصری فرمارہے تھے: اے نوجوانوں کے گروہ! تم لوگ آئندہ کے فکر و خیال میں لگے رہنے سے بچو کہ کہیں تم بھی یہی کہتے رہ جاؤ کہ میں یہ بن جاؤں گا، میں یہ بنوں گا میں یہ کروں گا وغیرہ وغیرہ۔

(مطلب واضح یہ ہے کہ ہر وقت مستقبل کے تانے بانے بننے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے حال کو درست کرکے اس میں آخرت کی تیاری کی جائے)

ایک بہترین شخص کے لئے دعا اور اس کا حال:

(۳۱۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبید اللہ بن محمد القرشی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عتبہ بن ھارون نے روایت بیان کی (اور کہا): بعض حکماء نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائیں جسے وعظ و نصیحت سے تنبیہ ہو جائے، جو تجربوں سے سبق سیکھ لے، جو عقل سے ادب سیکھ لے، وہ ایسی صحت و سلامتی کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا نہ ہو جو اسے تباہی کے کنارے لے جائے، وہ اپنے علم کے ذریعے مستقبل کے خواب و خیال میں لگے رہنے سے نجات حاصل کر لے جس میں لوگ وقت ضائع کرتے کرتے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں اور ایسے غافل ہو چکے ہوتے ہیں کہ موت اچانک ان پر حملہ آور ہو جاتی ہے۔

(کیونکہ مستقبل کے خواب و خیال انسان کو حال میں عمل اور محنت سے روک دیتے ہیں۔ مراد ہے کہ حال ہی میں محنت خوب کی جائے)

مستقبل کے خوابوں کو اپنا حکمران مت بناؤ:

(۳۱۳) فرماتے ہیں: محمد نے فرمایا: ہم سے عبدالملک بن قریب الاصمعی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے قریش کے آدمی ابوبکر العدوی نے روایت بیان کی (اور کہا): کسی دانش مند نے اپنے کسی ساتھی کو خط لکھا اور کہا: ''اے بھائی! مستقبل کے خواب و خیال کو اپنا حکمران بنانے سے بچو! مستقبل کے خواب و خیال کو دل میں ہرگز جگہ مت دو، کیونکہ یہ شرمندگی اور پچھتاوے کا باعث ہے، اسی کی وجہ سے امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں، خواہشات پوری نہیں ہو پاتیں اور موت آ جاتی ہے۔ اور تو اے میرے بھائی! اگر تو نے یہ حرکت کی تو گویا تو نے اپنی حالت بگاڑ لی، مستقبل کے خواب و خیال اور اپنی خواہشات کو خود پر مسلط کر لیا، اور ان دونوں چیزوں نے تجھے تیرے ہی ہاتھوں ہلاکت کے منہ میں پہنچا دیا، وہ ہلاکت جو تجھ سے دور تھی، تیرے خوف اور غم کی وجہ سے تیرے پاس آ پہنچی، تیرے شوق اور محبت نے تجھے اور زیادہ اس میں مشغول کر دیا، اب تجھے خود تیرے ہاتھوں کوئی چیز فائدہ

نہیں دے سکتی، کوئی فائدہ مند چیز تیری طرف نہیں بڑھے گی۔

اے بھائی! جلدی کر جلدی کر، کیونکہ تیرے بارے میں بھی جلدی کی جارہی ہے۔ تیزی کا مظاہرہ کر کیونکہ تیرے بارے میں بھی تیزی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے، معاملہ اچانک تجھ تک آپہنچے گا لہٰذا تجھے بھی جلد بازی کا مظاہرہ کرنا ہوگا ورنہ تجھے کمی بیشی پر شرمندگی ہوگی، میں اور تو کچھ نہیں کرسکتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو۔

(خواب حکمران بن جائیں تو انسان بے راہ روی پر چل پڑتا ہے آخرت کی فکر سے بیگانہ ہوجاتا ہے)

نیکی اور بھلائی کے کام عادت بنالو:

(۲۱۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن عمرو نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن یزید المقری نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سعید بن ابی ایوب [۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ ابن حجیرہ [۲] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: نیکی اور بھلائی کے کاموں کو عادت بنالو کہ یہی اچھی عادت ہے۔ خواب وخیال، امیدوں اور خواہشات کی دنیا میں رہنے سے پرہیز کرو (کہ کہیں انہی میں زندگی گزر جائے اور معلوم بھی نہ ہو)

حال اور مستقبل پر بہترین اشعار:

(۲۱۵) فرماتے ہیں: مجھے محمود بن الحسن نے یہ اشعار سنائے:

زینت بیتک یاھذا و شحنتہ   و لعل غیرک صاحب البیت

---

[۱] سعید بن ابی ایوب الخزاعی ابو یحییٰ المصری، ان کا نام مقلاص تھا، ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔

[۲] اسی طرح ایک عربی مخطوطے میں تھا، جب کہ ایک نسخے میں یہ عبارت بالکل مٹی ہوئی تھی، سعید بن ابی ایوب نے عبداللہ بن قیس الاخرم التجیبی المصری سے روایت کی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۶/۲۶۹ اور غالباً یہاں سند سے کچھ حذف بھی ہوا ہے چنانچہ صحیح سند اس طرح ہے: ''حدثنا عبداللہ بن الولید التجیبی، حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن حجیرۃ الخولانی عن ابیہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ'' لہٰذا ان کے والد ابن حجیرۃ الاکبر، ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں: عبداللہ بن حجیرۃ الاصغر نہیں۔ دیکھیں تہذیب الکمال: ۱۵/۲۰۵، ۱۷/۵۴

ترجمہ: ''اے فلاں! تو نے اپنے گھر کا بناؤ سنگھار تو خوب کرلیا ہے لیکن شاید کہ تو اس گھر میں نہ رہ سکے، بلکہ تیرے علاوہ کوئی اور اس میں آ بسے''

و المرء مرتهن بسوف و ليتني   وهلاكه من السوف و الليت

ترجمہ: ''انسان تو اپنی امیدوں اور خواہشات کے ہاتھوں گروی رکھا ہوا ہے، انہی خواہشات حسرتوں اور امیدوں کے ہاتھوں اس کی ہلاکت ہو جائے گی۔

من كانت الايام تسايره به   فكانه قد حل بالموت

ترجمہ: ''جسے گزرتے دن رات اپنے ساتھ لیے چلے جا رہے ہوں تو گویا کہ وہ شخص تو موت کے منہ میں پہنچ ہی گیا''

لله در فتى تدبر امره   فغدا وراح مبادر الفوت

ترجمہ: ''اس نوجوان کے کیا کہنے جو اپنے معاملات کی تدبیر کرے اور انہیں ضائع ہونے سے پہلے حاصل کرنے والا بن جائے''

ہائے خواب وخیال کی غفلت:

(۲۱۶) فرماتے ہیں: مجھ سے علی بن الحسین[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) عبداللہ بن المبارک نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جہنم میں جانے والے اکثر لوگوں کی چیخ و پکار میں یہ الفاظ ہوں گے: ہائے افسوس خواب وخیال کی غفلت، ہائے افسوس وہ خواب وخیال کی غفلت۔

خواب وخیال بھلائی کے کام سے روکتے ہیں:

(۲۱۷) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن عبدالرحمٰن نے روایت بیان کی (اور کہا) بعض داناؤں کا کہنا ہے کہ: تم لوگ خواب وخیال کی دنیا میں رہنے سے بچو کیوں کہ یہ تمہیں نیکی اور بھلائی کے کاموں سے روکتی ہے، اور اس کا ایک وقت ہے جب یہ (نیکی کا خیال) گزر جائے تو پھر واپس نہیں آتا۔

---

[۱] ایک مخطوطے میں الحسن ہے۔ ان سے علی بن الحسین بن شقیق المروزی اور علی بن الحسن النسائی اور علی بن الحسین الواقد نے روایت کی ہے۔ دیکھیں، تہذیب الکمال: ۱۲/۱۶

تمہاری زندگی آج ہی ہے کل کو پہنچے تب بھی وہ آج ہی ہوگا:

(۲۱۸) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوعلی الطائی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا میرے والد[1] عمرو بن دینار کے حوالے سے بیان کر رہے تھے (انہوں نے) فرمایا: میں نے سنا حسن بصری فرما رہے تھے: اے انسان! خواب وخیال کی دنیا میں رہنے سے بچو، کیونکہ آج تو جس دن میں زندہ ہے یہی تیری زندگی ہے، اگر تو کل میں پہنچ گیا تو کل بھی آج ہی جیسی محنت کر، کیونکہ اگر کل تو زندہ نہ رہ سکا تو تجھے گزرے دن پر شرمندگی نہ ہوگی۔

زندگی کے خاتمے پر بہترین اشعار:

(۲۱۹) فرماتے ہیں: بنوھاشم کے آزاد کردہ غلام نے بیان کیا (اور کہا): بنوامیہ کے ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے:

دع عنک مامنت اللحل　　　خطبک فمن نفسک الاجل

ترجمہ: ''لعل (شاید) کہنے نے کیا فائدہ دیا، اسے خود سے دور کر دے۔ تیرے نفس سے تجھے موت نے آواز دی ہے''

قد شمل الشیب عارضیہ　　　فعمره الانزر الاقل

ترجمہ: ''اس کے دونوں گالوں پر بڑھاپا چھا گیا اور اس کی عمر بہت ہی بابرکت اور کم ہے''

صاح بک الدھر غیر صوت　　　و انت باللھو مستظل

ترجمہ: ''زمانہ تجھے بے آواز پکار رہا ہے اور تو ہے کہ کھیل کود کے سائے میں آرام کر رہا ہے''

أما تری حادی المنایا　　　منک یوطاله المحل

ترجمہ: ''کیا تجھے نہیں معلوم کہ تیری موت کے حدی خوان کے لئے جگہیں روندی جاتی ہیں''

کم فرق الدھر من جمع　　　و من کثیر رایت قلوا

ترجمہ: ''کتنے ہی جتھے اور گروہ تھے جنہیں زمانے نے بکھیر کر رکھ دیا اور کتنے ہی زیادہ تعداد والوں کو تو نے دیکھا کہ وہ کم ہو گئے''

---

[1] یہ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان التمیمی الشوری ہیں۔

صیح فی جمعھم بصوت خلوا　　لـــہ الـدار و استـقـلـوا

ترجمہ: ’’ان کے گروہوں میں یہ آواز لگائی گئی کہ اس کے لیے گھر خالی کردو اور کم سمجھے جاؤ‘‘

مـن احسـن الظن بـاللیـالی　　زلـت بـہ لـلھـلاک......

ترجمہ: ’’جو شخص گزرتے رات دن کے ساتھ حسن ظن میں مبتلا ہو گیا تو ہلاکت کے لئے اس کے......‘‘

حسن بصریؒ کا خوف آخرت:

(۲۲۰) فرماتے ہیں: ہم سے عبید اللہ بن عمر الجشمی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن الحارث نے روایت بیان کی (اور کہا): میں نے حضرت حسن بصریؒ کو دیکھا انہوں نے کسی کی نماز جنازہ ادا کی اور چار تکبیریں ادا کیں، پھر قبر میں جھانکا اور فرمایا: اف کتنی زبردست نصیحت کرنے والی چیز ہے! کتنی زبردست نصیحت کرنے والی چیز ہے (یہ کہتے ہوئے آپ کی آواز کچھ طویل ہو گئی (اور فرمایا) اگر کسی زندہ دل کو یہ بات سمجھ میں آ جائے۔

پھر فرمایا: موت نے تو دنیا کو شرمسار کر دیا ہے، دنیا میں کسی عقل مند کے لئے خوش ہونے کی کوئی گنجائش نہیں، اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو دنیا سے صرف بقدر ضرورت ہی لے اور اضافی چیزیں اپنی ضرورت اور تنگی کے دن کے لئے چھوڑ دے، گویا کہ یہ دن آج ہی ہے۔[1]

نیکی نیند کے راستے کی رکاوٹ ہے:

(۲۲۱) فرماتے ہیں: ہم سے علی بن الجعد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھے مبارک بن فضالہ نے حسن بصری کے حوالے سے بتایا (انہوں نے) فرمایا: لوگ کہتے تھے نیکی نیند کے راستے میں رکاوٹ بن جاتی ہے اور جو خوف زدہ ہوتا ہے احتیاط کی چال چلتا ہے۔

(اس کا عکس یوں ہے کہ نیند نیکی کے راستے کی رکاوٹ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر نیکی کا جذبہ اور خوف آخرت ہو تو نیکی نیند کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہے)

[1] آخری فقرے کا ایک حصہ کئی جگہوں پر وارد ہوا ہے، دیکھیں بیہقی کی الزھد الکبیر: ۲۱۷، رقم: ۵۵۴۔ الزھد للامام احمد: ۲/۲۲۶، احیاء علوم الدین: ۴/۶۵۶

فرصت کے لمحات میں ایک سجدہ بھی غنیمت ہے:

(۲۲۲) فرماتے ہیں: مجھے ابوعبداللہ احمد بن ایوب نے یہ اشعار سنائے:

اغتنم فی الفراغ فضل رکوع　　فعسی ان یکون موتک بغتة

ترجمہ: ''فرصت کے لمحات میں ایک اضافی رکوع کرنے کو بھی غنیمت سمجھو کیونکہ شاید تیری موت اچانک ہی تجھے آ پکڑے''

کم صحیح رایت من غیر سقم　　ذهبت نفسه الصحیحة فلته

ترجمہ: ''تم نے کتنے ہی صحت مند لوگ دیکھے ہوں گے جنہیں کوئی بیماری نہیں ہوتی، لیکن اچانک ان کی جان نکل جاتی ہے''

(رکوع سے مراد جھکنا یعنی سجدہ کرنا ہے کہ فرصت کے لمحات میں یہ بھی نصیب ہو جائے تو بڑی غنیمت ہے)

دن رات موت کو یاد رکھو:

(۲۲۳) فرماتے ہیں: مجھے ابوخزیمہ النمیر ی نے اشعار سنائے (اور کہا) ایک انصاری شخص نے مجھے یہ اشعار سنائے:

اذکر الموت غدوة و عشیة　　وارع ساعاتک القصار الوحیه

ترجمہ:''دن رات موت کو یاد کیا کرو اور اپنی مختصر اور جلد گزر جانے والی زندگی کا خیال رکھ''

هبک قد نلت کل ماتحمل الارض　　فهل بعد ذاک الا المنیة

ترجمہ: ''مان لیا کہ تو نے دنیا میں موجود ہر چیز حاصل کر لی ہے لیکن اس کے بعد بھی بہرحال موت ہی ہے''

خدا کی یاد میں لگ کر ملنے جلنے سے گئے تو کوئی نقصان نہیں:

(۲۲۴) فرماتے ہیں: مجھ سے ھارون بن عبداللہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سعید بن عامر نے عون بن معمر کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس ہوا کرتی تھی جس میں آپؓ کے شاگرد اور عقیدت مند آیا

کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا: اے لوگو! (تم سب کے سب مردہی ہو) اللہ سے ڈرو، اللہ کی طرف بڑھنے میں سب لوگوں سے آگے نکل جاؤ، اپنے آپ کو جلدی اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے کی (یعنی موت کی) تیاری کرو، کوشش کرو کہ اپنے گھروں میں رہو، اگر تمہیں ایک دوسرے کے بارے میں معلوم نہ ہوگا تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔

(مطلب یہ ہے کہ ملنا جلنا، ایک دوسرے کی خیریت پوچھنے کے لئے آنا جانا یہ سب دنیاوی باتیں ہیں اگر خدا کی یاد میں اور آخرت کی تیاری میں لگ کر کسی سے ملنا جلنا ترک ہوگیا تو کیا نقصان ہے)

دوولیوں کی بذریعہ خط بات چیت:

(۲۲۵) فرماتے ہیں: مجھ سے ھارون بن عبداللہ نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سعید بن عامر نے عون بن معمر کے حوالے سے روایت بیان کی (اور کہا): حسن بصریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خط میں لکھا: امابعد! آپ تو گویا ایسے ہوگئے ہیں جیسے موت نے سب سے آخر میں آپ کے پاس آنا طے کررکھا ہو۔

جواب میں عمر بن عبدالعزیز نے لکھا: امابعد! آپ تو گویا کہ ایسے ہوگئے ہیں جیسے اس دنیا میں رہتے ہی نہ ہو بلکہ آخرت ہی میں رہتے ہوں۔

محمد بن واسع کا روزانہ کا آخری جملہ:

(۲۲۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے فہد بن حیان نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن یحییٰ الالج نے روایت بیان کی (اور کہا): محمد بن واسع جب سونے لگتے تو لیٹنے سے پہلے اپنے گھر والوں سے کہتے: میں تم سب کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، ممکن ہے آج ہی رات مجھے موت آجائے کہ میں اٹھ ہی نہ سکوں۔ یہ ان کی سوتے وقت کی عام عادت تھی۔

(یہ کوئی پاگل پن نہیں بلکہ حقیقت کا ادراک ہے کہ انسان کو موت جیسی حقیقت کا اور دنیا سے امید ختم ہونے کا یقین ہوجائے تو اس کا یہی عمل ہونا چاہئے اور بنظر غائر دیکھا جائے تو یہی تقویٰ اور اسلام کا پیغام ہے)

دنیا کی بے ثباتی پر بہترین اشعار:

(۲۲۷) فرماتے ہیں: مجھے ابوعشانہ احمد بن ھارون نے یہ اشعار سنائے:

یابؤس من عرف الدنیا بآماله   کم قد تلاعبت الدنیا بأمثاله

ترجمہ: ''اے تنگی اور بدحالی! جس نے اپنی امیدوں اور خواہشات سے دنیا کو پہچان لیا کہ دنیا اس جیسوں کے ساتھ کتنا کھیلتی ہے''

ینشئی الملح علی الدنیا منیته   بطول ادباره فیھا و اقباله

ترجمہ: ''دنیا میں بہت زیادہ لگنے والا اپنے بہت زیادہ اس میں آنے جانے سے اپنی موت کو پیدا کرتا ہے''

وما تزال مروف الدھر تحثله   حتی تقبضه من جوف سرباله

ترجمہ: ''وقت کی گردش اسے بدحال کرتی چلی جاتی ہے حتی کہ اسے اس کے لباس کے اندر سے چھین کر لے جاتی ہے''

امید خواہش اور بھول بندوں کی مخصوص صفات ہیں:

(۲۲۸) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوجعفر المدنی نے علی بن محمد القرشی کے حوالے سے (اور انہوں نے) موسیٰ بن میمون کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) کہا: میں نے سنا عطاء السلیمی[۱] حسن بصریؒ سے پوچھ رہے تھے: جب انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث کیا جاتا تھا تو کیا خواتین بھی ان کے ساتھ ہوتی تھیں؟ آپؒ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں کچھ ''مخصوص چیزیں'' پیدا کی ہیں۔

میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ یہ ''مخصوص چیزیں'' کیا ہیں؟

---

[۱] عطاء السلیمی البصری، مشہور عبادت گزار شخصیت ہیں۔ صغار تابعین میں سے ہیں، حضرت انس بن مالکؓ حسن بصری اور جعفر بن زیدؒ سے ملاقات ہوئی، عبادت میں مشغولیت کی وجہ سے زیادہ احادیث روایت نہ کر سکے، ہروقت اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے رہتے۔ ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔ دیکھیں سیر اعلام النبلاء: ۸۶/۶، حلیۃ الاولیاء: ۲۱۵/۶، صفۃ الصفوۃ: ۳۲۵/۳-۳۳۱

عطاء نے فرمایا: مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی، میں ان سے خوف زدہ ہوگیا (اس لئے نہ پوچھ سکا)

اس کے بعد میری ملاقات مالک بن دینارؒ سے ہوئی انہیں میں نے صورت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ آپ ان سے پوچھیے کہ یہ ''خاص چیزیں'' کیا ہیں؟

چنانچہ انہوں نے حضرت حسن بصریؒ سے ملاقات کی اور وہی باتیں کیں جو عطاء کر چکے تھے اور پھر خاموش ہوگئے۔ میں نے ان سے کہا: پوچھیے یہ ''خاص چیزیں'' کیا ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: مجھے ان سے ڈر لگتا ہے۔

اس کے بعد میں ابوعبیدۃ الناجی سے ملا اور ان سے یہی درخواست کی، انہوں نے کہا: میں تمہارا کام کردوں گا، چنانچہ وہ میرے ساتھ حسن بصریؒ کی خدمت میں پہنچے لیکن وہاں پہنچ کر مجھ سے معذرت کرلی۔

آخر ایک دن حضرت حسن بصریؒ نے خود ہی فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں بعض خاص چیزیں پیدا کی ہیں۔ موت، خواہش وامید اور بھول۔ اگر یہ سب چیزیں نہ ہوتیں تو انبیاء کرام علیہم السلام اور حضرات اہل علم ہرگز عورتوں کی طرف مائل نہ ہوتے۔

(یعنی انبیاء کرام جو دنیا کی بے ثباتی پر کامل یقین رکھتے تھے اور کامل علم رکھنے والے حضرات ان مخصوص صفات کی وجہ سے دنیا میں کچھ ان چیزوں کو برتتے رہے ہیں)

(۲۲۹) فرماتے ہیں: ہم سے ابوعلی العبدی حسن بن عرفہ نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے زافر بن سلیمان[۱] نے اسرائیل[۲] کے حوالے سے (انہوں نے) شبیب بن بشر کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حدیث بیان کی (انہوں نے) فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(گھریلو اور ضروری) خرچہ سارا کا سارا اللہ کے راستے میں ہوتا ہے، علاوہ ان تعمیرات کے، ان میں کوئی بھلائی نہیں''

---

۱ زافر بن سلیمان الایادی ابوسلیمان القھستانی، رَیّ میں رہے پھر بغداد منتقل ہوگئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بجستان کے قاضی تھے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ان کے پاس مرسل روایات اور وہم ہیں۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں: یہ ثقہ تھے اور نہایت نیک آدمی تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں: ضعف کے باوجود ان کی احادیث لکھی جاسکتی ہیں۔ تہذیب الکمال: ۲۶۷/۹

۲ ابویوسف اسرائیل بن یونس الھمدانی السبیعی

(یعنی جو خرچ کریں وہ نیکی اور بھلائی کے لئے خرچ ہو اونچی عمارتیں بنانے اور جائیداد بنانے میں کوئی بھلائی نہیں ہے وہ بنانے والے کے کچھ کام نہیں آئیں گی)

نیکی میں خرچ کرنے والے کے مال کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے:

(۲۳۰) فرماتے ہیں: ہم سے عمر[۱] بن یحییٰ بن نافع الثقفی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالحمید ابن الحسن الھلالی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن المنکد ر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حدیث بیان کی (انہوں نے) فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جو خرچ بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد بچ رہنے والے خرچ کے (یا اس خرچ کی وجہ سے ہونے والی کمی کے) ضامن بن جاتے ہیں بشرطیکہ یہ خرچہ تعمیرات یا گناہ کے کام میں نہ کیا ہو[۲]

نیکی اور بھلائی میں خرچ نہ کیا گیا مال:

(۲۳۱) فرماتے ہیں: سعید بن سلیمان الواسطی نے کہا: ہم سے عبدالاعلی بن ابی المساور[۳] نے خالد الاحول[۴] کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث بیان کی (انہوں نے) فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی بندے کے مال میں برکت نہ دی گئی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے (مال کو) پانی اور مٹی (کیچڑ) میں ملا دیتے ہیں۔[۵]

---

[۱] ایک نسخے میں عمر کے بجائے عمرو ہے۔

[۲] الدر المنثور: ۲۳۹/۵ کے مطابق شعب الایمان للبیہقی میں ہے، السنن الکبری للبیہقی: ۲۴۲/۱۰ اس سے زیادہ طوالت کے ساتھ ہے۔

[۳] عبدالاعلی بن ابی المساور الزھری ابو مسعود الجرار الکوفی، مدائن میں آ کر رہے۔ حافظ ابو زرعہ کہتے ہیں: یہ نہایت ضعیف ہیں۔ امام بخاری نے انہیں منکر الحدیث کہا ہے۔ ابن ماجہ نے ان کی روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۳۶۶/۱۶

[۴] عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا اور ان سے منصور بن المعتمر نے روایت کی ہے، ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے سنا تھا۔ الجرح والتعدیل: ۳۶۳/۳، رقم: ۱۶۴۶۔

[۵] کنز العمال: ۴۰۵/۱۵، رقم: ۴۱۵۷۸، مشکاۃ المصابیح: ۱۴۳۷/۳، رقم: ۵۲۰۹

تعمیرات میں خرچہ کروانا رب کی طرف سے ذلت کیلئے ہے:

(۲۳۲) فرماتے ہیں: ہم سے عبد المتعال بن طالب القنطری[۱] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ ابن وہب[۲] نے خالد بن حمید[۳] کے حوالے سے (انہوں نے) سلمۃ بن شریح کے حوالے سے (انہوں نے) یحیٰ بن محمد بن بشیر الانصاری کے حوالے سے (انہوں نے) اپنے والد[۴] کے حوالے سے (اور انہوں نے) بیان کیا کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ فرمالیتے ہیں تو اس کا مال تعمیرات میں خرچ کرواتے ہیں یا پانی اور مٹی میں ملوادیتے ہیں''[۵]

مال کا حق ادا نہ کرنے کا وبال:

(۲۳۳) فرماتے ہیں: مجھ سے یعقوب بن عبید نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہمیں عوام بن حوشب نے ابراھیم التیمی[۶] کے حوالے سے بتایا (انہوں نے) فرمایا: اگر کوئی شخص مال دار ہو اور وہ اپنے مال کا حق ادا نہ کرے تو اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے مال کو مٹی اور پانی میں خرچ کر دے۔

---

[۱] تہذیب الکمال: ۲۶۷/۱۸ میں عبد المتعالی بن طالب الانصاری الظفری ابو محمد البغدادی لکھا ہے۔ ایک قول کے مطابق بلخ کے تھے، نہایت نیک متقی پرہیزگار تھے۔ ثقہ تھے۔ ۲۲۶ھ میں وفات پائی۔

[۲] عبداللہ بن وہب بن مسلم القرشی النصری ابو محمد، ثقہ ہیں، ان سے جماعت نے روایت کی ہے۔ ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۲۷۷/۱۶

[۳] خالد بن حمید المھری ابو حمید الاسکندرانی، ابو حاتم کے مطابق ان میں کوئی حرج نہیں ہے، امام بخاری نے الادب المفرد اور امام ابن ماجہ نے التفسیر میں ان کی روایت لی ہے۔ ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۳۹/۸

[۴] مراد ابو بشیر الانصاری الساعدیؓ ہیں۔ ابن سعد کے مطابق ان کا نام قیس بن عبید ہے...... اور صحابہ میں سے نہیں ہیں، ابو بشیر کوئی اور ہیں۔ واقعہ حرہ کے بعد انتقال ہوا، بہت طویل عمر پائی، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ان کا صحیح نام معلوم نہیں ہوسکا۔ تتمۃ الحدیث فی تہذیب التہذیب: ۳۰۰/۶

[۵] المعجم الاوسط للطبرانی جیسا کہ منذری نے ترغیب: ۲۱/۳ میں اشارہ کیا ہے، ھیثمی نے مجمع الزوائد: ۷۲/۴ میں کہا ہے: یہ روایت طبرانی نے معجم میں ذکر کی ہے، لیکن اس میں ایسا راوی ہے جو مجھے معلوم نہیں۔ اور میزان الاعتدال للذھبی: ۷۷/۲، رقم: ۲۸۹۲

[۶] ابراہیم بن یزید بن شریک التیمی ابو اسما

تعمیرات پر رسول اکرمؐ کی ناپسندیدگی:

(۲۴۴) فرماتے ہیں: ہم سے ابوخیثمہ زہیر بن حرب الحرشی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے اسود بن عامر[۱] نے شریک[۲] کے حوالے سے (انہوں نے) عبدالملک بن عمیر[۳] کے حوالے سے (انہوں نے) ابوطلحہ[۴] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ''ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ کے راستوں پر آپؐ کے ساتھ جارہا تھا کہ آپ کو کچی اینٹوں کا بنا ہوا ایک گنبد سا دکھائی دیا، آپؐ نے پوچھا: یہ گنبد نما گھر کس کا ہے؟ کسی نے بتایا کہ فلاں صاحب کا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا: سنو! قیامت کے دن ہر تعمیر مالک پر بوجھ ہوگی، علاوہ اس تعمیر کے جو مسجد میں ہو یا مسجد کی تعمیر ہو''[۵]

پھر فرمایا: اسی طرح آپؐ اسی جگہ سے دوبارہ گزرے اور وہاں وہ گنبد نما مکان نہ دیکھا تو دریافت فرمایا: اس گھر کا کیا ہوا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، اس گھر کے مالک کو آپ کے ارشاد کے بارے میں معلوم ہوا تھا لہٰذا اس نے وہ گھر گرادیا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم فرمائے''[۶]

(گویا تعمیرات میں خرچ کرنے کو رب تعالیٰ اور اس کے رسول ناپسند فرماتے ہیں اصل خرچ تو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہے۔ یہ وہ تعمیرات ہیں جو انسان اپنی خواہش اور نیا کے لئے کرتا ہے۔ اگر تعمیرات رب تعالیٰ کی خوشنودی اور نیکی اور بھلائی کے کام میں کی جائیں تو وہ نیکی کا کام ہی شمار ہوں گی)

---

[۱] ابوعبدالرحمن اسود بن عامر بن شاذان، یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ابوحاتم نے ان کو صدوق اور صالح کہا ہے۔ جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۲۰۸ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۲۲۶/۳

[۲] شریک بن عبداللہ النخعی۔ ان کا ترجمہ روایت نمبر ۱۶۶ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

[۳] عبدالملک بن عمیر بن سوید القرشی ابوعمرو الکوفی المعروف بالقبطی۔

[۴] مراد ابوطلحہ الاسدی ہیں۔

[۵] یہاں اسود بن عامر کی طرف سے شک واقع ہوا ہے جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔

[۶] مسند احمد: ۲۲۰/۳، البانی کہتے ہیں: اس روایت میں شریک القاضی ہے جو ضعیف ہے، اور ابوطلحہ کے بارے میں کہا کہ اس کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ: ۲۱۲/۱، رقم: ۱۷۶

باب: تعمیرات اوران کی مذمت کے بارے میں

پانی اور مٹی خائن کے ساتھ دو امین ہیں:

(۲۳۵) فرماتے ہیں: ہم سے سعید بن سلیمان[۱] نے عباد بن العوام کے حوالے سے (انہوں نے) سعید[۲] کے حوالے سے (اور انہوں نے) قتادہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: مجھ سے عمر نے کہا: ہر خیانت کرنے والے کے ساتھ دو امانت دار بھی ہوتے ہیں: پانی اور مٹی۔

(مطلب یہ ہے کہ مٹی اور پانی خیانت کرنے والے کا مال خود وصول کر لیتے ہیں اور اس کے ظاہر ہے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک طریقہ جائیداد بنانا اور خریدنا ہے)

تعمیر میں جو خرچ کیا جائے وہ بے برکت ہے:

(۲۳۶) فرماتے ہیں: مجھ سے حسن بن عبدالعزیز نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو مسہر[۳] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سلیمان بن عتبہ نے روایت بیان کی اور کہا: ہر خرچے میں برکت دی جاتی ہے علاوہ تعمیراتی خرچے کے۔

(یعنی رب تعالیٰ تعمیر میں خرچ کئے جانے والے مال میں برکت عطا نہیں فرماتے)

ذاتی تعمیرات پر خرچ کرنے پر اجر نہیں:

(۲۳۷) فرماتے ہیں: ہم سے حمید بن زنجویہ نے حدیث بیان کی (اور کہا) مجھ سے عمرو ابن الربیع بن طارق نے حدیث بیان کی (اور کہا) مجھ سے یحییٰ بن ایوب نے عبیداللہ بن زحر کے حوالے سے (انہوں نے) علی بن یزید[۴] کے حوالے سے (انہوں نے) قاسم بن عبدالرحمٰن[۵] کے حوالے سے (اور انہوں نے) ابو امامہ الباھلی کے حوالے سے بیان

---

[۱] سعید بن سلیمان الواسطی جو سعدویہ کے نام سے معروف تھے۔ [۲] مراد سعید بن ابی عروبہ ہیں۔

[۳] عبدالاعلیٰ بن مسہر الغسانی مراد ہیں۔ [۴] علی بن یزید الالھانی، ابو حاتم کے مطابق ضعیف الحدیث ہیں اور ان کی احادیث مناکیر ہیں اگرچہ قاسم سے ان کی روایات صحیح ہیں۔ امام بخاری نے بھی ان کو منکر الحدیث اور ضعیف کہا ہے، نسائی نے کہا ہے کہ یہ ثقہ نہیں ہیں، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۱/ ۱۷۸

[۵] ابو عبدالرحمٰن قاسم بن عبدالرحمٰن الشامی الدمشقی۔ ۱۱۲ھ میں وفات ہوئی، ان کو بعض لوگ ثقہ اور بعض ضعیف کہتے ہیں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۳/ ۳۸۳

کیا (انہوں نے) کہا: میں اور میرے ساتھ کچھ اور لوگ حضرت خباب بن الارت[۱] رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے فرمایا: میں نے سنا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن جس (حلال) مد میں خرچ کرتا ہے، اسے اس خرچ پر اجر دیا جاتا ہے علاوہ اس خرچ کے جو اس نے مٹی (تعمیرات) کے لئے کیا ہو'' [۲]

(تعمیرات کرنا بے برکت ہونے کے باوجود حلال مد ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ حلال ہونے کا مطلب پسندیدہ ہونا نہیں بلکہ یوں ہے جیسے طلاق دینا حلال ہے مگر بہت زیادہ ناپسندیدہ)

تعمیرات پر فخر و تکبر کرنا علامات قیامت سے ہے:

(۲۳۸) فرماتے ہیں: ہم سے داؤد بن عمرو الضبی نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابن ابی الزناد [۳] نے اپنے والد [۴] کے حوالے سے (انہوں نے) اعرج [۵] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ تعمیرات پر فخر و تکبر کا اظہار نہ کریں'' [۶]

(یہ ایک علامت شاید اس زمانے میں پوری ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ اس علامت پر پورا اترنے سے ہمیں بچائے رکھے۔ آمین)

قیامت میں ہر تعمیر وبال ہوگی:

(۲۳۹) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوداؤد [۷] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مؤمل بن الفضل نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ولید بن مسلم نے عیسیٰ بن عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن ابی فروۃ کے حوالے سے (انہوں نے) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے

---

[۱] جلیل القدر صحابی ہیں پورا نام ابویحییٰ خباب بن الارت التیمی، سابقین اولین میں سے ہیں، ۳۷ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ [۲] المعجم الکبیر للطبرانی: ۴/۵۷، رقم: ۳۶۲۰-۳۶۳۲-۳۶۳۳ اور ۳۶۳۵۔

[۳] عبدالرحمٰن بن ابی الزناد القرشی [۴] ان کا نام عبداللہ بن ذکوان القرشی، ابوالزناد۔

[۵] عبدالرحمٰن بن ھرمز ابوداؤد۔ [۶] بخاری، فتن، باب حدثنا مسدد: ۸/۱۰۱ الادب المفرد باب التطاول فی البنیان: ۱۶۰، رقم: ۴۴۹ میں مستقل ذکر کیا ہے۔ [۷] الامام الحافظ سلیمان بن الاشعث صاحب السنن

(انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، فرمایا: ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ نے ایک جگہ سے گزرتے ہوئے ایک اونچے سے گھر کو دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ گھر کس کا ہے؟ میں نے عرض کیا: انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر تعمیر اپنے مالک پر وبال ہوگی علاوہ..........۱

اس بات کی اطلاع ان صحابی کو ہوگئی، چنانچہ انہوں نے اپنا گھر گرا دیا، آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائیں۔۲

اس روایت کا ایک اور طریق:

(۲۴۰) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوداؤد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے احمد بن یونس۳ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے زہیر۴ نے عثمان بن حکیم۵ کے حوالے سے (انہوں نے) ابراہیم بن محمد بن حاطب۶ کے حوالے سے (انہوں نے) ابوطلحہ الاسدی۷ کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہی روایت بیان کی۔۸

---

۱ دونوں مخطوطوں میں یہاں بات واضح نہ تھی۔

۲ ابن ماجہ، الزھد، باب فی البناء والخراب: ۲/ ۱۳۹۳، رقم: ۴۱۶۱

۳ احمد بن عبداللہ بن یونس الیربوعی التمیمی الکوفی ابوعبداللہ کبھی ان کی نسبت دادا کی طرف بھی کی جاتی تھی جیسا کہ سند میں ہے، فضیل بن عیاض کے آزاد کردہ غلام بھی کہا جاتا ہے۔ ثقہ اور متقی تھے۔ ۲۲۷ھ میں کوفہ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱/ ۳۷۵

۴ زہیر بن معاویہ بن حدیج الجعفی الکوفی ابوخیثمہ، جزیرہ میں رہے، ثقہ اور ثبت ہیں ۱۷۷ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۹/ ۴۲۰۔

۵ عثمان بن حکیم بن عباد الانصاری الدوسی ابوسہل۔ ثقہ اور ثبت ہیں، امام بخاری نے ان سے استشہاد کیا ہے، الادب المفرد میں روایت بھی لی ہے باقی حضرات نے بھی روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۹/ ۳۵۵

۶ ابراھیم بن محمد بن حاطب القرشی الجمحی الکوفی، ابوداؤد نے ان سے روایت لی ہے اور حاشیہ میں ذکر ہے کہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ تہذیب الکمال: ۲/ ۱۷۰

۷ ابوطلحہ الاسدی، کوفہ کے محدث تھے۔ حضرت انس، ابن عباس اور ابی عمرو الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کی۔ امام ابوداؤد نے ان سے ایک حدیث لی ہے، ابن حجر نے ان کو مقبولین میں شمار کیا ہے۔ تہذیب الکمال: ۳۳/ ۴۳۹

۸ اس سند کے ساتھ امام ابوداؤد نے اپنی سنن: ۴/ ۳۶۰، رقم: ۵۲۳۷ میں بیان کیا ہے۔ البانی نے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ: رقم: ۱۷۶ پر ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ذکر کیا ہے اباطلحہ الاسدی کو کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا، اور ابن حجر کی مقبولیت کے قول کا مطلب یہ ہے ان کی روایات متابعات میں قبول ہیں وگرنہ یہ لین الحدیث تھے۔

باب: تعمیرات اوران کی مذمت

جھونپڑی بناتے دیکھنے پر رسول اکرمؐ کا ردعمل:

(۲۴۱) فرماتے ہیں: ہم سے عبدالرحمٰن بن صالح الازدی اور ابوھشام الرفاعی[۱] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حفص بن غیاث نے اعمش کے حوالے سے (انہوں نے) ابوالسفر[۲] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت عبداللہ بن عمرو[۳] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ میں بانس اور درختوں کی شاخیں وغیرہ جمع کر کے کٹیا بنا رہا تھا کہ جناب نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عبداللہ بن عمرو! یہ کیا ہے؟ موت تو اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے''[۴]

تعمیرات کے کام سے صحابہ کی عدم دلچسپی:

(۲۴۲) فرماتے ہیں: ہم سے عباس بن جعفر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے احمد بن یعقوب المسعودی نے روایت بیان کی (اور کہا) اسحاق بن سعید نے ہم سے حدیث بیان کی (اور کہا) میں نے سنا میرے والد[۵] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرما رہے تھے (فرمایا): جناب نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی کٹیا بنائی تاکہ بارش اور تیز دھوپ سے محفوظ رہ سکوں۔ لیکن میرے اس کام میں کسی نے میری مدد نہ کی۔[۶]

---

[۱] ان کا نام محمد بن یزید تھا۔ [۲] سعید بن محمد (احمد بن کہا جاتا ہے) الھمدانی الکوفی، عبداللہ کے والد، تابعی اور ثقہ ہیں۔۱۱۲ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۱۰۱/۱۱

[۳] ایک مخطوطے میں عمرو کے بجائے عمر ہے۔

[۴] الادب المفرد للبخاری، باب من بنی: ۱۶۲، رقم: ۴۵۶، ترمذی، الزھد، باب ماجاء فی قصر الأمل: ۱۳۹۳/۴، رقم: ۲۳۳۵ اور کہا حدیث حسن اور صحیح ہے، ابن ماجہ، الزھد، باب فی البناء والخراب: ۱۳۹۳/۲، رقم: ۴۱۶۰

[۵] سعید بن عمرو بن سعید بن العاص القرشی ابوعثمان، مدنی الاصل ہیں، جب دمشق پر قبضہ ہوا تو یہ اپنے والد کے ساتھ تھے، جب ان کے والد شہید ہوئے تو عبدالملک بن مروان نے انہیں ان کے گھر والوں سمیت حجاز بھجوا دیا تھا، پھر کوفہ میں مقیم ہو گئے، ترمذی کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۸/۱۱

[۶] ایک مخطوطے میں پوری روایت مٹی ہوئی تھی، اس کے علاوہ دیکھیں ابن ماجہ، الزھد، باب فی البناء والخراب: ۱۳۹۳/۲، رقم: ۴۱۶۲

زمانہ نبویؐ اور اس کے بعد کے گھروں کا رقبہ:

(۲۴۳) فرماتے ہیں: مجھ سے ابو اسحاق بن الحارث نے روایت بیان (اور کہا) ہم سے محمد بن مقاتل[1] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں عبداللہ بن المبارک نے بتایا (اور کہا) ہمیں داؤد بن قیس[2] نے بتایا (اور کہا): میں نے ایسے گھر دیکھے ہیں جو باہر سے شاخوں اور اونی چادروں سے ڈھکے ہوئے ہوتے تھے، میرا خیال ہے کہ ان کی چوڑائی حجرے کے دروازے سے لے کر گھر کے دروازے تک چھ یا سات ہاتھ ہوا کرتی تھی۔ اور میں نے گن کر دیکھا کہ گھر کے اندرونی حصے کی چوڑائی پانچ ہاتھ اور چھت کا فاصلہ سات یا آٹھ ہاتھ ہوا کرتا تھا۔ پھر میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ دیکھا جس کا رخ مغرب کی طرف تھا۔

صحابہ اور امہات المومنین کے گھروں کی اونچائی:

(۲۴۴) فرماتے ہیں: مجھ سے ابو اسحاق نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن مقاتل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حریث بن السائب کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: میں نے سنا حسن بصری فرما رہے تھے: میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں امہات المومنین کے گھروں میں جایا کرتا تھا (جب میں ہاتھ اونچے کرتا تو) میرے ہاتھ ان گھروں کی چھتوں تک پہنچ جاتے تھے۔

(حضرت حسن بصری کی والدہ محترمہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ تھیں اور حسن بصری کی پرورش حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں ہوئی یہ اس وقت نوعمر لڑکے تھے جب کی بات بتا رہے ہیں)

---

[1] محمد بن مقاتل نام کی دو شخصیات ہیں جو ابن المبارک سے روایت کرتے ہیں، محمد بن مقاتل المروزی الکسائی، ان کا لقب رخ تھا، ۲۲۶ھ میں وفات پائی اور محمد بن مقاتل العبادانی ابوجعفر، ۲۳۶ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۶۶/۴۹۱-۴۹۵

[2] داؤد بن قیس الغرا الدباغ ابوسلیمان امام شافعی نے ثقہ اور حافظ کہا ہے، ابن سعد قعنبی کے حوالے سے کہتے ہیں: میں نے مدینہ میں دو آدمیوں داؤد بن قیس اور حجاج بن صفوان سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔

ضرورت سے زائد عمارت بنانے کا وبال:

(۲۴۵) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوجعفر الصباد احمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے مسیّب بن واضح نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے یوسف بن اسباط نے سفیان ثوری کے حوالے سے (انہوں نے) سلمۃ بن کُہیل کے حوالے سے (انہوں نے) ابوعبیدۃ[۱] کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا: فرمایا: رسول اللہ نے فرمایا: ''جس نے ایسی عمارت تعمیر کی جو اس کی ضرورت سے زیادہ تھی، قیامت کے دن اس شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ اس زمین کو ساتویں تہہ تک اٹھائے''[۲]

(اس حدیث کو پڑھ کر لگژری گھروں میں بلا ضرورت رہنے والوں کو غور وفکر کرنا چاہئے اور انہیں بھی جو بلا ضرورت عمارتیں اور جائیدادیں بنا رہے ہیں)

گھروں کی تعمیر ضرورت ہے اگرچہ بے برکت ہے:

(۲۴۶) فرماتے ہیں: ہم سے علی بن الجعد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے شعبہ نے اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے (انہوں نے) قیس بن ابی حازم[۳] کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) فرمایا: ہم حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت دیوار بنا رہے تھے، انہوں نے کہا: مسلمان کو ہر کام پر اجر وثواب دیا جاتا ہے علاوہ ان اخراجات کے جو مٹی گارے میں خرچ ہوں، اور اگر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں موت کی دعا مانگنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ضرور دعا کرتا۔[۴]

---

[۱] عامر بن عبداللہ بن مسعودؓ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں لیکن براہ راست سماعت نہیں کی، یہ ابھی سات برس کے ہی تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا انتقال ہوگیا۔ جماعت نے ان سے روایت لی ہے۔۸۱ھ میں انتقال ہوا۔تہذیب الکمال: ۶۱/۱۴

[۲] حلیہ الاولیاء: ۲۴۶/۸، اور کہا کہ یہ سفیان ثوری کی غریب حدیث ہے، اس میں مسیّب عن یوسف تفرداً ہے۔ حافظ عراقی نے کہا ہے: طبرانی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں نرمی اور انقطاع ہے۔ احیاء علوم الدین: ۳۴۲/۴۔ کشف الخفاء: ۲۳۷/۲۔۲۳۸۔ اور کتاب الزہد للامام احمد: ۲۳۹

[۳] ابوعبداللہ قیس بن ابی حازم بن عوف البجلی الاحمسی الکوفی، جاھلیت میں پیدا ہوئے اور آپ سے بیعت کرنے کے لیے روانہ ہوئے لیکن ابھی راستے ہی میں تھے کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ ابوحازم کا نام حُصین ہے، یہ صحابی بھی ہیں اور ثقہ ہیں۔ جماعت نے ان کی روایت لی ہے۔۸۴ھ میں انتقال ہوا۔تہذیب الکمال: ۱۰/۲۴

[۴] دیکھیں بخاری، المرضی، باب تمنی المریض الموت: ۱۰/۷، الادب المفرد، باب من بنی: ۱۶۱۔۱۶۲ رقم: ۴۵۵، ابن ماجہ، الزھد، باب فی البناء والخراب: ۱۳۹۴/۲، رقم: ۴۱۶۳

مال کی زکوٰۃ نہ دینے کا وبال:

(۲۴۷) فرماتے ہیں: ہم سے خالد بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوعوانہ[1] نے قتادۃ کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) فرمایا: جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ روک لیتا ہے (نہیں دیتا) اسے مٹی پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

(یعنی زکوٰۃ نہ دینے والے اپنا مال عموماً جائیداد بنانے اور عمارتیں بنانے میں خرچ کرتے ہیں چنانچہ ایسا مال بے برکت اور بے اجر مد میں خرچ ہو جاتا ہے)

ضروری تعمیرات کرنے میں گناہ ہے نہ ثواب:

(۲۴۸) فرماتے ہیں: ہم سے عبدالرحمٰن بن صالح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محاربی نے سفیان ثوری کے حوالے سے (اور انہوں نے) عبید المکتب[2] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: میں نے ابراھیم نخعی سے پوچھا کہ وہ تعمیرات جن کے بغیر گزارا نہ ہو سکے ان کا کیا حکم ہے؟ تو آپؒ نے فرمایا: نہ کوئی ثواب ملے گا نہ کچھ گناہ ہوگا۔

(ضروری تعمیرات سے وہ تعمیرات مراد ہیں جو اپنی رہائش کے لئے ضروری طور پر کرنا پڑتی ہیں چنانچہ ایسی تعمیرات پر ثواب بھی نہیں گناہ بھی نہیں)

سات ہاتھ سے بلند تعمیر پر منادی غیب کی پکار:

(۲۴۹) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن بکار نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مروان بن معاویہ نے محمد بن زکریا[3] کے حوالے سے (انہوں نے) عمار بن ابی عمار[4] کے حوالے سے بیان کیا، فرمایا: جب کوئی شخص کسی عمارت کو سات ہاتھ سے زیادہ بلند تعمیر کرتا

---

[1] الوضاح بن عبداللہ الیشکری۔ [2] عبید بن مہران المکتب الکوفی۔ ثقہ ہیں، امام مسلم نے ان سے روایت لی ہے، علاوہ ازیں ابوداؤد نے الناسخ والمنسوخ میں اور امام نسائی نے بھی ان سے روایت لی ہے: تہذیب الکمال: ۱۹/ ۲۳۴

[3] دونوں مخطوطوں میں اسی طرح ہے حالانکہ تہذیب الکمال: ۲۱/۱۹۹ کے مطابق راوی کا نام محمد بن ابی زکریا ہے۔

[4] ابوعمرو عمار بن ابی العمار المکی، بنوھاشم کے موالی میں سے تھے، ثقہ تھے، عراق میں خالد بن عبداللہ القسری کی حکومت کے زمانے میں انتقال ہوا۔ امام بخاری کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۱/۱۹۸

ہے تو ایک پکارنے والا پکارتا ہے: اے فاسقوں کے (بڑے) فاسق، آخر کہاں تک اس عمارت کو بلند کرے گا؟[۱]

حضرت نوحؑ نے اپنا گھر نہیں بنایا:

(۲۵۰) فرماتے ہیں: ہم سے مجاہد بن موسیٰ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن ثابت نے ابوالمہاجر الرقی[۲] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال بالوں (اون) سے بنے گھر میں گزار دیئے، کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ گھر ہی بنا لیجئے! آپؑ نے فرمایا: "میں آج مرجاؤں گا یا کل" (تو گھر بنانے کا کیا فائدہ)

(انبیاء کرام کی یہی شان تھی کہ انہوں نے کبھی ان چیزوں کو قابل اعتناء نہیں سمجھا اہل خانہ کی ضرورت کے لئے عارضی گھر نما رہائش بنائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اہل خانہ تھے ہی نہیں تو انہوں نے گھر بھی نہیں بنایا)

حضرت نوحؑ کا بیٹوں کو جواب:

(۲۵۱) فرماتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن ابی بدر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ولید بن مسلم نے اسماعیل بن صالح الہاشمی[۳] کے حوالے سے بیان کیا: حضرت نوحؑ کے بیٹوں نے آپؑ کو خیمہ بناتے دیکھا تو عرض کیا: آپ اگرچہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکے ہیں لیکن اپنے اور اپنے بیٹے کے لیے ایک گھر تو بنا دیجئے! آپؑ نے فرمایا: جو شخص موت سے بچنے کی امید رکھتا ہو وہ رکھتا ہوگا، اس کے لیے یہ خیمہ بہت ہے۔

---

[۱] جامع العلوم والحکم: ۱/۸۶-۸۷

[۲] سالم بن عبداللہ الجزری الرقی، سالم بن ابی المہاجر یہی ہیں جو بنو کلاب کے آزاد کردہ غلام تھے۔ امام احمد کہتے ہیں: یہ حدیث میں ثقہ تھے اور نہایت نیک اور متقی تھے۔ ابوحاتم نے کہا ہے: ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ابن ماجہ نے ان سے ایک روایت لی ہے۔ ۱۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۲/۱۵۸

[۳] اسماعیل بن صالح بن علی الہاشمی العباسی مصر کے نائب تھے، پھر حلب کا عہدہ ملا، نہایت نفیس طبیعت کے تھے، ھارون الرشید ان کا بہت احترام کرتا تھا، ان کے چند بھائی بھی تھے جن کا شمار امراء میں ہوتا تھا اور یہ سب منصور کے چچازاد تھے۔ سعید بن عفیر کہتے ہیں: میں نے اس منبر پر ان سے بڑا خطیب کوئی نہیں دیکھا۔

جس کو مرنا ہو اس کے لئے عارضی گھر بہت ہے:

(۲۵۲) فرماتے ہیں: مجھ سے حسن بن صباح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن شقیق نے عبداللہ بن المبارک کے حوالے سے (انہوں نے) وھیب بن الورد[1] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام نے بانسوں سے اپنی کٹیا بنائی۔ کسی نے عرض کیا: اگر آپ اس سے ذرا بہتر گھر بنالیں تو زیادہ اچھا ہو۔ آپؑ نے فرمایا: جس کو آخر کار مر جانا ہو اس کے لئے یہ بھی بہت ہے۔"[2]

فرمایا: میں آج یا کل مر جاؤں گا:

(۲۵۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالوھاب بن عطاء نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوخشرم نے وھب بن منبہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں رہے اور دین کی دعوت دیتے رہے، لیکن کوئی گھر نہ بنایا۔ کسی نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اگر آپ اپنی ضرورت کے لئے ایک گھر بنالیں تو کیا ہی اچھا ہو! آپؑ نے فرمایا: "میں آج یا کل میں مر جاؤں گا" آپؑ یہی فرماتے رہے لیکن گھر نہ بنایا یہاں تک کہ آپؑ کا انتقال ہو گیا۔

گذرے ہوئے لوگوں کا انجام کافی ہے:

(۲۵۴) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں یحییٰ بن یمان نے اشعث بن اسحاق[3] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: کسی

---

[1] وھیب بن الورد القرشی ابوعثمان، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ ایسے عبادت گزار تھے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کو چھوڑ رکھا تھا اور پوری طرح آخرت کی طرف متوجہ تھے۔ ادریس بن محمد الروزی کہتے ہیں۔ میں نے کبھی ان سے زیادہ عبادت گزار شخص نہیں دیکھا۔ محمد بن یزید بن خنیس کہتے ہیں: سفیان ثوری جب حدیث بیان کر لیتے تو فرماتے: چلو اب طبیب کے پاس چلیں وھیب کے پاس۔ ۱۵۳ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب التہذیب: ۱۶۹/۳۱

[2] حلیۃ الاولیاء: ۱۴۵/۸ اور احیاء علوم الدین: ۳۴۲/۴ [3] اشعث بن اسحاق بن سعد الاشعری القمی

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: اگر آپ گھر بنالیں تو کتنا اچھا ہو! آپؑ نے فرمایا: ہمارے لئے ہم سے پہلے کے پرانے (گزرے ہوئے) لوگ ہی کافی ہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا انجام کہ وہ دنیا سے چلے گئے سب یہاں رہ گیا ہمارے لئے اس انجام کی دید کافی ہے کہ ہم ان کی طرح یہ نہیں کر سکتے)

انبیاء کرام کو دنیاوی حوالہ ناپسند تھا:

(۴۵۵) فرماتے ہیں: مجھ سے عبدالرحمٰن بن صالح نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن فضیل نے عطاء بن السائب کے حوالے سے (انہوں نے) میسرۃ[۱] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی اپنا گھر نہ بنایا تھا: عرض کیا گیا: آپ اپنا گھربار کیوں نہیں بنالیتے؟ آپؑ نے فرمایا: میں اپنے بعد دنیا کی ایسی کوئی چیز چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا جس کے حوالے سے مجھے یاد کیا جائے۔

چار سو سال عمر کم ہے گھروں میں کیا رہیں؟

(۴۵۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن العباس نے ھیثم بن الجمیل کے حوالے سے (انہوں نے) بکر بن خنیس[۲] کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کسی نبی کی طرف وحی بھیجی کہ آپ کی قوم کی عمریں چار سو سال تک ہوا کریں گی۔

ان لوگوں نے اس عمر کو بہت کم سمجھا اور کہنے لگے: (اگر عمر اتنی ہی کم ہے تو) ہم گھروں میں رہ کر کیا کریں گے۔ لہٰذا وہ لوگ صحراؤں میں نکل گئے اور خیموں میں رہ کر عبادت کرنے لگے، یہاں تک کہ اسی حال میں ان سب کا انتقال ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے بعد ان کی نسل بھی نہ بڑھی۔

---

[۱] میسرہ نامی دو شخصیات ہیں جو عطاء بن ابی السائب سے روایت کرتی ہیں، اور دونوں حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ میسرہ بن یعقوب الطھوی اور میسرۃ نے ان سے روایت لی ہے، تہذیب الکمال: ۱۹۷/۲۹۔ لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں میسرہ سے مراد ابن یعقوب الطھوی ہی ہیں، کیونکہ زہد میں انہی سے روایات ہیں۔

[۲] بکر بن خنیس الکوفی العابد، بغداد میں آکر رہنے لگے تھے، زہد و عبادت کے ساتھ مشہور تھے، جہاد میں بھی حصہ لیتے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں: یہ صالح الحدیث ہیں ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ عموماً ضعیف رواۃ سے روایت کرتے ہیں، رقاق میں ان کی روایات لی جا سکتی ہیں، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے تہذیب الکمال: ۲۰۸/۴۔ ۱۷۰ھ کی حدود میں تھے۔

(سوچنے کی بات ہے کہ ان لوگوں نے اپنی چار سو سال تک کی عمروں کو بھی کم سمجھا اور گھروں کے بجائے صحراؤں میں نکل گئے تاکہ عبادت کریں۔ ہمارے دور کی عمریں کیا ہیں؟ ہم ذرا غور کریں)

حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابودرداءؓ:

(۲۵۷) فرماتے ہیں: ہم سے عبداللہ بن ابی زیاد[1] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سیار[2] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے جعفر بن سلیمان نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ثابت[3] نے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ[4] نے اپنی گنجائش کے مطابق گھر بنایا، ایک دن وہاں سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، فرمایا: یہ کیا؟ کیا آپ ایسا گھر آباد کر رہے ہیں جس کی تباہی کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے؟ مجھے آپ کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ کو گندگی میں لوٹ پوٹ ہوتے دیکھنا زیادہ پسند ہے بنسبت اس کے کہ میں آپ کو اس میں رہتے دیکھوں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی مروان کو نصیحت:

(۲۵۸) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن عباد بن موسیٰ نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ہوذۃ[5] نے عوف[6] کے حوالے سے (انہوں نے) ابوالسلیل[7] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: مروان اپنا گھر بنوا رہا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ کا وہاں سے گزر

---

[1] عبداللہ بن الحکم بن ابی زیاد القطوانی   [2] ابوسلمہ سیار بن حاتم العنزی البصری

[3] ابومحمد ثابت بن اسلم البنانی البصری، بہت بڑے امام تھے۔ حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ امام احمد فرماتے ہیں: وہ قصہ گوئی کرتے تھے......اور ثقہ محدث بھی تھے۔ بکر المزنی کہتے ہیں: جو شخص اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گزار شخص کو دیکھنا چاہے وہ ثابت البنانی کو دیکھ لے، ہم نے ان سے زیادہ متقی کوئی نہیں دیکھا۔ اور جو سب سے بڑے حافظ کو دیکھنا چاہے وہ قتادۃ کو دیکھ لے۔ ۱۲۷ھ میں وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء: ۲۲۰/۵

[4] بہت جلیل القدر صحابی ہیں اصل نام عویمر بن مالک الانصاری الخزرجی۔ ۳۲ھ میں شام میں وفات پائی۔

[5] ہوذۃ بن خلیفہ بن عبداللہ البکراوی البصری الاصم ابوالاشھب۔ ۲۱۵ھ میں انتقال ہوا۔

[6] عوف بن ابی جمیلہ العبدی الھجری ابوسہل البصری المعروف بالاعرابی حالانکہ اعرابی نہ تھے، ابوجمیلہ کا نام بندویہ تھا ثقہ اور ثبت تھے، صدوق بھی کہا گیا ہے، جماعت نے ان سے روایت کی ہے، ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۴۳۷/۲۲

[7] پورا نام اس طرح ہے: ضریب بن نقیر بن سمیر القیسی الجریری البصری، امام بخاری کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے روایت لی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے ان کی روایت نہیں لیکن پھر بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ تہذیب الکمال: ۳۰۹/۱۳

ہوا، آپؓ نے فرمایا: اے ابوعبدالقدوس![1] خوب مضبوط گھر بناؤ، خوب لمبی لمبی امیدیں رکھو، تھوڑا سا زندہ رہو خوب کثرت و وسعت رکھو (بہرحال) خاتمہ یقینی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کا وقت مقرر ہے۔

(حضرت ابوہریرہؓ نے اسے اجازت نہیں دی بلکہ تحقیقی پیرائے میں حقیقت اس کے سامنے رکھی کہ کچھ بھی کرلو آخرت موت ہے)

حضرت ابودرداء کی نصیحت:

(۲۵۹) فرماتے ہیں: ہم سے محمود بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عمار بن محمد الثوری نے عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے (انہوں نے) وجاء بن حیوۃ کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کیا (انہوں نے) فرمایا: اے دمشق کے رہنے والو! اپنے ایسے بھائی کی نصیحت سن لو جو تمہارا بھلا چاہتا ہے۔

فرمایا: حضرت ابوالداراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر سب لوگ ان کے ارد گرد جمع ہوگئے۔ آپؓ نے فرمایا: کیا ہوگیا ہے (تم لوگوں کو) میں دیکھ رہا ہوں تم لوگوں کو، تم لوگ ایسے ٹھکانے بناتے ہو جن میں تم نے ہمیشہ نہیں رہنا، تم لوگ وہ چیزیں جمع کرتے ہو جنہیں ہمیشہ نہیں کھا سکتے، تم لوگ ایسی چیزوں کی خواہشات کرتے ہو جنہیں تم پا نہیں سکتے، تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی بہت مضبوط ٹھکانے بنائے، خوب دور دور کی سوچی، بہت کچھ جمع کیا، لیکن انجام کار ان کی سوچیں دھوکہ ثابت ہوئیں، ان کی جمع پونجی تباہ و برباد ہوگئی اور ان کے ٹھکانے قبروں میں بن گئے۔[2]

---

[1] یہ غالباً صحیح نام نہیں بلکہ اس میں تحریف ہوئی ہے عبدالملک کی جگہ عبدالقدوس ہوگیا، مراد اس سے مروان بن الحکم ہے، حضرت معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں کئی مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر بنائے گئے۔ ۶۵ھ میں انتقال ہوا، الکامل لابن اثیر: ۳۴۸/۳

[2] ابونعیم نے یہی روایت اس سے زیادہ طویل اور عمدہ عبارت کے ساتھ بیان کی ہے جو یہ ہے۔ "اے دمشق والو! تم لوگ ایک دوسرے کے دینی بھائی ہو اور علاقے کے لحاظ سے پڑوسی ہو، اور دشمن کے خلاف ایک دوسرے کے لئے مددگار ہو، میری محبت سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے۔ میرا بوجھ تم پر تو نہیں، کیا ہوا تمہارے علماء ختم ہوتے جارہے ہیں اور جاہل لوگ علم کی طرف متوجہ نہیں ہورہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسی چیزوں کی طرف متوجہ ہورہے ہو جو تم تک پہنچانے کی ذمہ داری لی جاچکی ہے اور ان چیزوں کو چھوڑتے جارہے ہو جن کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے! سنو! ایک قوم ایسی بھی گزری ہے جنہوں نے مضبوط عمارات بنائیں، بہت سا مال جمع کیا اور لمبے لمبے منصوبے بنائے، لیکن ان کی عمارات قبروں میں تبدیل ہوگئیں، ان کی منصوبہ بندی دھوکہ ثابت ہوئی اور ان کی جمع پونجی بے کار ہوگئی، سنو! علم حاصل کرو اور دوسروں تک پہنچاؤ، کیونکہ عالم اور علم سیکھنے والا اجر و ثواب میں برابر ہیں، ان کے بعد لوگوں میں کوئی بھلائی نہیں۔ حلیۃ الاولیاء: ۲۱۳/۱

(دنیا کی ساری ترقی دھوکا ہے یہ سب لوگوں کو تباہی و بربادی کے دہانے پر لے جارہی ہے۔ اور دھوکہ دے رہی ہے ایک دن رب کے سامنے پیش ہونا ہے مرکر سب کچھ دنیا میں چھوڑ جانا ہے یہ سب کچھ جو آخرت کی یاد بھلا دیتا ہے)

قوم عاد کے انجام سے سبق سیکھو:

(۲۶۰) فرماتے ہیں: ہم سے عبدالرحمٰن بن یونس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حاتم بن اسماعیل نے محمد بن عجلان کے حوالے سے (انہوں نے) اوس بن یزید اللخمی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ''ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق سے روانہ ہوئے اور غوطہ نامی شہر میں پہنچے، آپؓ نے دیکھا کہ شہر روز بروز ترقی کررہا ہے، نہریں بنائی جاچکی ہیں، باغات لگائے جاچکے ہیں اور بڑے بڑے گھر تعمیر ہوچکے ہیں، یہ دیکھ کر آپؓ دمشق کی طرف واپس تشریف لائے اور فرمایا: اے دمشق کے رہنے والو! (لوگ آپؓ کی آواز سن کر آپؓ کے اردگرد جمع ہوگئے) آپ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو حیا نہیں آتی (تین مرتبہ فرمایا)؟ تم اتنا جمع کررہے ہو جتنا تم کھا نہیں سکتے، ایسے منصوبے بنارہے ہو جنہیں تم پورا نہیں کرسکتے، اور ایسے ٹھکانے بنارہے ہو جن میں تم ہمیشہ رہ نہیں سکتے! سنو! تم سے پہلے وقتوں میں بھی ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے خوب جمع کیا اور محفوظ کیا، لمبی لمبی منصوبہ بندی کی، نہایت مضبوط ٹھکانے بنائے، لیکن ان کی جمع پونجی تباہ و برباد ہوگئی، ان کے منصوبے خاک میں مل گئے اور قبریں ان کا ٹھکانہ ٹھہریں!

سنو! قوم عاد نے عدن سے لے کر یمن تک کے علاقے کو قسم قسم کے مال اور نعمتوں سے بھر دیا تھا۔ کوئی ہے جو قوم عاد کا مال و دولت اور نعمتیں مجھ سے دو درہم کے بدلے خرید لے۔[۱]

جھونپڑوں میں رہنے والوں کو حضرت علیؓ کی خوشخبری:

(۲۶۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابراہیم بن مہدی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے صالح بن عمر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عاصم بن کلیب[۲] نے اپنے والد[۳] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے)

---

[۱] دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۱/۲۱۷ [۲] عاصم بن کلیب بن شہاب بن المجنون الجرمی الکوفی

[۳] کلیب بن شہاب بن المجنون الجرمی، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عباس، حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عمرؓ وغیرھم سے روایت کی۔ امام بخاری نے اپنی کتاب ''رفع الیدین فی الصلاۃ'' میں اور امام مسلم کے علاوہ باقی حضرات نے ان کی روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۴/۲۱۱

فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محلے کے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی، اس وقت محلے کے گھر جھاڑیوں اور بانسوں کی بنی ہوئی جھونپڑیوں پر مشتمل ہوا کرتے تھے، آپؓ نے فرمایا: ان گھروں میں رہنے والے لوگوں کو تکبر کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جائے گا۔

(یعنی ایسے لوگ تکبر میں مبتلا نہیں ہوتے لہٰذا تکبر کی وجہ سے عذاب کا شکار نہ ہوں گے لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق عذاب کی نفی نہیں فرمائی کیونکہ اگر دوسرے اعمال کے سبب وہ لوگ عذاب میں مبتلا ہوئے تو عذاب دوسری وجہ سے ہوگا تکبر کی بنا پر نہیں)

بلند و بالا اور پکی عمارتیں فرعون کا عمل تھا:

(۳۶۲) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان بن عیینہ نے روایت بیان کی (اور کہا): حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ کسی نے پکی اینٹوں کا گھر بنایا ہے۔ یہ سن کر آپؓ نے فرمایا: میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ اس امت میں بھی فرعون جیسے لوگ ہوں گے۔ (فرماتے ہیں): حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد سورۃ غافر کی آیت نمبر ۳۶ تھی: ''اِبْنِ لِیْ صَرْحًا''

ترجمہ: ''اے ھامان! میرے لیے بلند و بالا محل تعمیر کراؤ''

(مطلب یہ ہے کہ پکی عمارتیں اور بلند عمارتیں دراصل فرعون کا عمل تھا جو اب ساری دنیا میں رائج ہو گیا (چاہے ضرورتاً ہی اس کا رواج ہوا ہو)

پکی اینٹوں سے گھر وغیرہ نہ بنائے جائیں۔ فرمان فاروق اعظم:

(۲۶۳) فرماتے ہیں: ہم سے داؤد بن عمرو الضبی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سعید بن حنظلہ[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا): حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کوفہ کے نام خط لکھا اور اس میں حکم دیا کہ پکی اینٹوں سے گھر وغیرہ تعمیر نہ کریں۔

---

[۱] ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۱۴/۴) میں لکھا ہے: سعید بن حنظلہ العائذی، مازن ابن عبداللہ العائذی سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے محمد بن اسماعیل بن رجاء نے روایت بیان کی ہے۔ میں (محشی) کہتا ہوں کہ الجرح والتعدیل (۳۹۴/۸) میں ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے بھی روایت کی ہے۔

(خلفائے راشدین انبیاء کرام کے سچے جانشین تھے اس لئے انہوں نے ہر پہلو سے انبیاء کرام کے طرز عمل کی پیروی فرمائی اور اسی کے مطابق احکام جاری کئے)

دجال نے پوچھا کیا پکی اینٹوں سے گھر بننے لگے؟

(۲۶۴) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا سفیان کہہ رہے تھے: مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ دجال نے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا اب پکی اینٹوں سے تعمیرات شروع ہو چکی ہیں؟

(یہ ان صحابی کی گفتگو کی جانب اشارہ ہے جن کی کسی جزیرے میں دجال سے ملاقات ہوگئی تھی اور اس نے ان سے چند سوالات پوچھے تھے)

حضرت عمرؓ کا حضرت ابودرداءؓ کو نصیحت بھرا خط:

(۲۶۵) فرماتے ہیں: ہم سے حسن بن الصباح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان بن عیینہ نے احوص بن حکیم کے حوالے سے (انہوں نے) راشد بن سعد[۱] کے حوالے سے روایت کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص میں ایک کٹیا بنائی ہے تو آپؓ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خط لکھا اور فرمایا: امابعد، اے عویمر! کیا آپ کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ اہل روم نے دنیا کی سجاوٹ اور رونق کے لیے جو تعمیرات کی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تباہی و بربادی کا فیصلہ کر رکھا ہے؟ جیسے ہی آپ کو میرا خط ملے آپ فوراً حمص سے دمشق منتقل ہو جائیں۔ سفیان کہتے ہیں کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے سرزنش تھی۔

حضرت عمرؓ کا پکے گھروں سے خطاب:

(۲۲۶) فرماتے ہیں: مجھ سے یعقوب بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حبان بن موسیٰ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں عبداللہ بن المبارک نے بتایا (اور

---

[۱] راشد بن سعد المقرائی الحمصی۔ ثقہ ہیں۔ غلابی کہتے ہیں: راشد کا تعلق بنوحمیر سے تھا، شام کے مستند ترین آدمی تھے حمص کے رہنے والے تھے۔ ۱۰۸ھ میں ھشام بن عبدالملک کے زمانہ حکومت میں وفات ہوئی۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام مسلم کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۸/۹

کہا) ہمیں نافع بن یزید نے یونس [1] نے زہری کے حوالے سے بیان کیا (اور انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی شخص کے دو گھروں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے، آپؓ نے فرمایا: تمہیں تمہارے بھائی (یعنی مالک) نے خوب پکایا یہاں تک کہ تم خوب پک گئے (پکی اینٹوں کے بن گئے) اور اب تم اسی طرح راکھ ہو جاؤ گے۔

زبید الیامی کی ایک نوجوان کو نصیحت:

(۲۶۷) فرماتے ہیں: محمد بن الحسین نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن صالح بن مسلم نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھے شیخ .... [2] نے روایت بیان کی (اور کہا): زبید الیامی [3] نے ایک شخص کو دیکھا جسے اپنے باپ سے ورثے میں گھر ملا تھا اور وہ اسے دوبارہ تعمیر کروا رہا تھا: آپ نے اس سے فرمایا: کیا تجھے یہ گھر تعمیر کرنے سے یہ بات کافی نہیں کہ تو اپنے باپ کو بھی پیچھے چھوڑ چکا ہے (یعنی تجھ سے پہلے تیرا باپ بھی اسے بنایا کرتا تھا لیکن آج وہ زندہ نہیں)

فرماتے ہیں: زبید الیامی کی یہ بات سن کر اس نوجوان کو حیا آ گئی اور اس نے اپنے گھر کی تعمیر رکوا دی۔

(یعنی جو گھر ہم لوگ بنوا رہے ہیں ہم سب ایک دن اپنے اپنے گھر چھوڑ جائیں گے اور بعد کو اس میں رہنے والے بھی چھوڑ جائیں گے۔ دنیا کی فکر چھوڑ کر آخرت کی تیاری اور اس میں اعلیٰ گھر کی محنت کرنی چاہئے)

دنیا کا گھر آخرت کے لئے روانگی کا اسٹیشن ہے:

(۲۶۸) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین البرجلانی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے مشرع بن نباتہ العکامی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا زید بن الزرقاء [4]

---

[1] یونس بن یزید بن ابی النجاد الدیلی ابو یزید۔ ۱۵۹ھ میں وفات ہوئی۔ [2] لفظ عربی نسخے میں پڑھے جانے کے قابل نہ تھا بظاہر ''مزغنی'' معلوم ہو رہا تھا۔ [3] ابو عبدالرحمٰن زبید بن الحارث الیامی۔ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو پایا جن میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ وغیرھم شامل ہیں۔ ۱۲۲ھ میں وفات پائی۔ صفۃ الصفوۃ: ۹۸/۳ [4] زبید بن ابی الزرقاء (ان کا نام یزید تھا) التغلبی الموصلی ابو محمد، رملہ آکر رہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ غریب احادیث بیان کرتے تھے، بہت صاحب فضیلت شخصیت تھے، ۱۹۳ھ میں موصل میں ہونے والے فتنے کی وجہ سے ہجرت کر کے رملہ چلے گئے تھے وہیں انتقال ہوا۔ حصول علم کی خاطر خوب اسفار کیے، جہاد میں قید بھی ہوئے۔ امام ابوداؤد اور نسائی نے ان سے روایت لی ہے۔ ۱۹۴ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۷/۱۰

کسی بڑے آدمی کے سامنے ذکر کررہے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا گھر بنوا رہا ہے تو انہوں نے اس شخص سے کہا: اے فلاں! تو بھی اس منزل پر آ اترا ہے جہاں سے لوگ آخرت کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔

ایک نوجوان کو خواب میں نصیحت:

(۲۶۹) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن مسلم بن زیاد الھمدانی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا عمر بن ذر کہہ رہے تھے: ایک محلے میں ایک نوجوان کو اپنے باپ دادوں کی طرف سے ایک گھر ورثے میں ملا، اس نے وہ گھر گروا کر نیا اور خوب مضبوط گھر تعمیر کروایا، ایک رات وہ سویا تو اس نے دیکھا کوئی اس سے کہہ رہا ہے:

ان کنت تطمع فی الحیاۃ فقد تری أرباب دارک ساکنوا لاموات

ترجمہ: ''اگر تو زندگی کی حرص رکھتا ہے تو تو دیکھتا ہی ہے کہ تجھ سے پہلے تیرے گھر کو بنانے والے سب موت کے منہ میں جا سوئے ہیں''

انی تحس من الاکارم ذکرھم خلت الدیار و بادت الاصوات

ترجمہ: ''اب تو کہاں ان نیک اور شریف لوگوں کا ذکر سن سکتا ہے جن سے گھر خالی ہوگئے اور آوازیں بند ہوگئیں''

چنانچہ اگلی ہی صبح وہ نوجوان اپنے بہت سے منصوبوں سے باز آیا اور اس نے اپنے نفس کی نگرانی شروع کردی۔ (یعنی اپنے نفس کو رب تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانے کی تگ ودو شروع کردی)

بصرہ کے ایک شہزادے کو نصیحت:

(۲۷۰) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سلیمان ایوب نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا عباد بن عباد المھلبی [1] ذکر کررہے

---

[1] عباد بن عباد بن حبیب بن المھلب بن ابی صفرۃ العتکی البصری، ابومعاویہ، ثقہ ہیں، ان کی احادیث سے احتجاج کیا جاسکتا ہے، کبھی کبھی خطا بھی ہوجاتی تھی، جماعت نے ان سے روایت کی ہے، بغداد میں ۱۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱۴/۱۲۸

تھے کہ: بصرہ کے حکمران خاندان کا ایک فرد حج پر گیا اور حج وغیرہ سے فارغ ہو کر دوبارہ حکومت اور دنیاداری میں مشغول ہوگیا۔ چنانچہ اس نے ایک زبردست اور مضبوط گھر بنایا اس میں خوب بہترین اور عمدہ قالین اور بچھونے بچھوائے، دعوت کا انتظام کیا اور لوگوں کو دسترخوان پر کھانے کی دعوت دی۔

لوگ آتے، کھاتے، پیتے، اس کے محل نما مکان کو دیکھتے، تعجب کا اظہار کرتے تعریف کرتے اور دعائیں دیتے ہوئے چلے جاتے، چند دن یہ سلسلہ چلتا رہا۔

پھر اس شخص نے اپنے کچھ خاص دوستوں کو بلوایا اور ان سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ میں اپنے اس گھر میں کتنا خوش ہوں اور میرے جی میں آ رہا ہے کہ میں اپنے تمام بیٹوں کے لیے ایسے ہی گھر بنواؤں، لہٰذا کچھ دن میرے پاس رہو، گپ شپ لگاؤ اور مشورہ دو کہ میں کس طرح اپنے بیٹوں کے لئے ایسے عمدہ عمدہ گھر بناؤں؟

اس کے مہمان اور مخصوص دوست احباب اس کو مختلف مشورے دیتے اور اس کے پاس مقیم رہے۔ اسی دوران ایک رات انہوں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو گھر کے بالائی حصے سے پکار رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

یا أیها الباني الناسي منیته　　لا تأمنن فان الموت مکتوب

ترجمہ: ”اے بنانے والے اور اپنی موت کو بھول جانے والے، خود کو محفوظ مت سمجھ کیونکہ موت تو لکھی جا چکی ہے“

علی الخلائق ان سروا و ان فرحوا　　فالموت حتف لذی الامال منصوب

ترجمہ: ”تمام مخلوقات کے لیے خواہ وہ خوش ہوں یا غمگین، کیونکہ موت تو اچانک آجانے والی ہے اور امیدوں اور خواہشات کے ساتھ ہی کھڑی ہے“

لا تبنین دیار ألست تسکنها　　وراجع لنفسک فیما یغفر الحوب

ترجمہ: ”تو ایسے گھر ہرگز مت بنا جن میں تو رہ نہیں سکتا، اپنے نفس کے لئے ایسی جگہ رجوع کر جہاں گناہوں کی معافی ملتی ہے“

فرماتے ہیں: یہ آواز سن کر سب لوگ گھبرا گئے، اس شخص نے اپنے احباب سے پوچھا:

کیا تم نے بھی وہ آواز سنی جو میں نے سنی ہے؟

انہوں نے کہا: ہاں

اس نے پھر پوچھا: کیا تمہارا ابھی وہی حال ہے جو میرا ہے؟

انہوں نے پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اپنے دل میں ایک چبھن کا احساس ہو رہا ہے، میرا خیال ہے یہی میری موت کا سبب ہوگا۔

انہوں نے کہا: ہرگز نہیں ہمارا تو یہ حال نہیں بلکہ خیر و عافیت ہے۔

فرماتے ہیں: پھر وہ شخص رونے لگا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: تم لوگ میرے دوست احباب ہو، میرے اپنے ہو تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟

انہوں نے کہا: تو بتا کیا چاہتا ہے؟

''چنانچہ اس نے حکم دیا کہ شراب بہا دی جائے اور کھیل تماشے کے آلات ضائع کر دیئے جائیں۔ اس کے حکم پر عمل کیا گیا، اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور یوں دعا کی: اے اللہ! میں آپ کو اور آپ کے بندوں میں سے جو یہاں موجود ہیں ان سب کو گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں تمام گناہوں سے، اپنی زندگی میں جو کچھ میں کرتا رہا اس پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرتا ہوں، پس آپ ہی سے میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی ذات کی طرف متوجہ فرما کر مجھ پر اپنی نعمتیں تمام فرما دیجئے، اور اگر میری موت قریب ہے تو اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دیجئے۔

فرماتے ہیں: اس کے بعد حالت بگڑتی گئی اور وہ شخص ہر وقت یہی کہتا رہتا: موت، موت، اللہ کی قسم! موت۔ یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے بارے میں فقہاء کرام کی رائے یہی تھی کہ اس کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔

ابن مطیع کا حال:

(۲۷۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن یزید ابن خنیس نے وھب بن الورد کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک

مرتبہ ابن مطیع [1] نے اپنے گھر کی طرف دیکھا تو اپنے گھر کی خوبصورتی انہیں بہت اچھی لگی، یہ دیکھ کر ابن مطیع رونے لگے اور اپنے گھر سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! اگر موت نہ ہوتی تو میں تجھ سے بہت خوش تھا اور اگر قبر کی تنگیاں سامنے نہ ہوتیں تو میں دنیا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔

فرماتے ہیں: پھر ابن مطیع اس شدت سے رونے لگے کہ ان کی آواز بلند ہوگئی۔

حضرت علیؓ نے پکا گھر نہ بنوایا:

(۲۷۲) فرماتے ہیں: ہم سے ابوزید النمیری نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابونعیم [2] نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا سفیان بن عیینہ کہہ رہے تھے: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ کبھی پکی اینٹوں سے تعمیر کی اور نہ کبھی بانسوں، شاخوں وغیرہ سے۔

حضرت عمار بن یاسر کی نصیحت:

(۲۷۳) فرماتے ہیں: ہم سے ابوزید النمیری نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان بن عیینہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوسنان [3] نے ابن ابی الھذیل [4] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھر میں ایک کمرہ بنوایا اور

---

[1] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبداللہ بن مطیع بن الاسود القرشی المدنی، جناب نبی اکرمؐ کی حیات مبارکہ میں ولادت ہوئی اور آپؐ کی خدمت میں لائے گئے، آپؐ نے تحنیک کی اور برکت کی دعا دی۔ یہ قریش کے بہت زبردست اور بہادر آدمی تھے، عبداللہ بن الزبیر نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا تھا۔ مختار بن ابی عبید نے ان کو وہاں سے نکال دیا تھا اور تیاری کے لیے ایک لاکھ درہم دیئے تھے۔ امام بخاری نے ان سے ادب المفرد میں، امام مسلم نے ایک روایت اور امام ابوداؤد نے مراسیل میں ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۶/۱۵۲

[2] اس نام کے دو افراد ہیں جن کی کنیت ابونعیم ہے، دونوں سفیان بن عیینۃ سے روایت کرتے ہیں۔ (۱) عبید بن ھشام الحلبی اور (۲) الفضل بن دکین۔ تہذیب الکمال: ۱۱/۱۸۶

[3] ضرار بن مرۃ الکوفی الشیبانی الاکبر۔

[4] عبداللہ بن ابی الھذیل العنزی الکوفی ابوالمغیرۃ، حضرت خباب حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں، ثقہ ہیں امام بخاری نے ان سے قرأۃ خلف الامام اور الادب المفرد میں اور امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۶/ ۲۴۴

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ نے بہت مضبوط کمرہ بنایا، لمبا منصوبہ بنا لیا حالانکہ جلد ہی آپ کی وفات ہو جائے گی۔[۱]

اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ صحابہ کرامؓ دنیا میں لگے تھے انہوں نے ایک کمرہ گارے کی مٹی کا ہی بنوایا تھا وہ بھی کسی ضرورت سے۔ لیکن صحابہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے اس لئے عمار رضی اللہ عنہ نے ٹوک دیا)

قیامت کی ایک علامت:

(۲۷۴) فرماتے ہیں: ہم سے ابوعبداللہ محمد بن منصور النیساپوری نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حفص بن عبداللہ نے ابراھیم بن طھمان کے حوالے سے (انہوں نے) موسیٰ نے عقبہ کے حوالے سے (انہوں نے) ابو الزناد[۲] کے حوالے سے (انہوں نے) عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان فرمایا (انہوں نے) فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ عمارتیں بنا کر آپس میں فخر وتکبر کا اظہار نہ کریں۔[۳]

بڑی تعمیرات اور نو عمروں کی امارت قیامت کی علامات ہیں:

(۲۷۵) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن یحییٰ الواسطی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یزید بن ھارون[۴] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں یمان بن المغیرۃ[۵] نے بتایا (اور کہا) مجھ سے ابن جودان[۶] نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا

---

[۱] حلیۃ الاولیاء: ۱/۱۴۲ [۲] عبدالرحمٰن بن ابی الزناد القرشی

[۳] حدیث نمبر ۲۳۸ کے ذیل میں اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[۴] یزید بن ھارون بن زاذان السلمی۔ اصحاب ستہ نے ان سے روایت لی ہے۔ ۲۰۶ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب الکمال: ۳۵/۱۶۱ [۵] یمان بن المغیرۃ العنزی (العبدی بھی کہا جاتا ہے) ابو حذیفہ البصری، یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ان کی حدیث کی کوئی حیثیت نہیں، ابوزرعہ ان کو ضعیف الحدیث کہتے ہیں اور امام بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۳۲/۴۰۷

[۶] ایک مخطوطے میں ابن جودان کے بجائے ابو جودان تحریر ہے۔ صحیح وہی ہے جو ہم نے درج کیا ہے، ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، کوفہ میں رہے امام ابو داؤد نے مراسیل میں اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۵/۱۶۱

(انہوں نے) فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے میرے کندھے پر تھپکی دی یا میری ران پر تھپکی دی اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب تمہیں تین قسم کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا اور میں تمہیں ان حالات سے بچانے کے لیئے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ پر آپ قربان ہوں وہ کیا حالات ہوں گے؟

آپ ؐ نے فرمایا: بڑی بڑی تعمیرات کرنا، نوعمروں کی امارت، اور زمانے کی سختی۔[۱]

قیامت کی کچھ قریبی علامات:

(۲۸۶) فرماتے ہیں: مجھ سے عبدالرحمٰن بن صالح الکوفی[۲] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ابواسامۃ [۳] نے سعد بن اوس[۴] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا مجھ سے بلال بن یحییٰ العبسی [۵] نے روایت بیان کی (اور کہا) ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دن نبی کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا: اس وقت آپ لوگوں کا کیا حال ہوگا جب دین خراب ہونے لگے گا، خون بہایا جانے لگے گا، زیب و زینت ظاہر ہونے لگے گی، اور عمارات بلند ہونے لگیں گی، بھائیوں میں اختلافات ہونے لگیں گے اور بیت اللہ کو جلا دیا جائے گا۔[۶]

---

[۱] دیلمی مسند الفردوس: ۳۴۷/۴، رقم: ۸۳۸۹ [۲] عبدالرحمٰن بن صالح الازدی العتکی ابومحمد، یحییٰ بن معین کہتے ہیں: تمہارے پاس کوفہ سے ایک شخص آئے گا جسے عبدالرحمٰن بن صالح کہتے ہیں، یہ ثقہ اور صدوق ہیں، ان کا آسمان سے گر جانا زیادہ پسند ہے بنسبت اس کے کہ میں ان کی کسی بات کی تصدیق کروں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان صاحب نے صحابہ کرامؓ کی مخالفت میں ایک کتاب لکھی۔ ۲۳۵ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱۷۷/۱۷ [۳] حماد بن اسامہ، ثقہ ہیں، ان کا ترجمہ نمبر ۱۸۴ کے تحت گزر چکا ہے۔

[۴] سعد بن اوس العبسی الکوفی الکاتب، ابومحمد، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۵۴/۱۰ [۵] ایک مخطوطے میں بلال بن اوس تحریر ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ سعد بن اوس سے بلال بن یحییٰ العبسی الکوفی، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے، یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ان سے روایت بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ تہذیب التہذیب: ۳۱۷/۱، ہم نے معجم طبرانی: ۱۰/۲۴ سے تحقیق کر کے نقل کیا ہے۔ مسند احمد: ۳۳۳/۶ میں بلال العبسی ہے اور طبرانی ہی میں ایک مقام پر بلال بن یحییٰ العنسی تحریر ہے۔ [۶] دیکھیں مسند احمد: ۳۳۳/۶ اس میں ''وظهرت الرغبة'' کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ اور معجم طبرانی الکبیر: ۱۰/۲۴ رقم: ۱۴، یہاں ''وظهرت الزينه'' کے الفاظ ہیں جیسا کہ کنزل العمال ۱۸۷/۱۱، رقم: ۳۱۱۵۵، اور طبرانی کے حوالے سے ''واختلف الاخوان'' کے الفاظ ہیں، اور کہا ہے کہ ایک روایت میں ''واختلف الاحبار'' کے الفاظ ہیں۔ ھیثمی کہتے ہیں: اس کے رجال ثقہ ہیں۔

عرفہ بن حارث کی نصیحت:

(۲۷۷) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوبکر بن محمد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے احمد بن شبویہ نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے سلیمان نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عبداللہ[۱] نے حرملہ بن عمران کے حوالے سے (انہوں نے) کعب بن علقمہ کے حوالے سے روایت بیان کی (اور کہا): عبداللہ بن سعد بن ابی سرح[۲] نے گھر بنایا تھا اور دکھانے کے لیے عرفہ بن الحارث[۳] کو بلوایا۔ عرفہ نے کہا: ایسا نہ کیجئے، کیونکہ اس سے غم دور نہیں ہوتے۔ عبداللہ نے پوچھا: میری اس تعمیر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ عرفہ نے کہا: میں کیا کہوں؟ اگر آپ نے اپنے مال سے بنایا ہے تو اسراف (فضول خرچی) کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے، اور اگر آپ نے یہ اللہ کے مال سے بنایا ہے تو اللہ کے مال میں خیانت کی ہے اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو بھی پسند نہیں کرتے۔

فرماتے ہیں: عبداللہ بن سعد نے جب یہ باتیں سنیں تو کہا:

انا للہ و انا الیہ راجعون.

ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور ہمیں اس کی طرف واپس جانا ہے۔

خلیفہ عبدالملک کی نصیحت:

(۲۷۸) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوبکر نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے احمد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سلیمان نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عبداللہ نے حضرت مالک بن انس کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک شخص عبدالملک بن مروان کے پاس گیا اور اس کے نہایت عمدہ اور سجے ہوئے کمرے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگا، عبدالملک بھانپ گیا اور پوچھا: کیا تجھے یہ اچھا لگتا ہے؟

۱۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن حرملہ التجیبی ہیں۔

۲۔ ابو یحییٰ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بن الحارث القرشی العامری، سالار لشکر، حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے، حدیث بھی روایت کی صحابی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں مصر کے گورنر بنائے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ صفین میں بھی شریک ہوئے تھے اور پھر اس سے الگ ہو گئے تھے اور رملۃ کی طرف چلے گئے تھے، افریقہ کے جہاد میں شرکت کی اور وہاں کے بادشاہ جرجیر کو قتل کر دیا، پھر ذات صواری میں رومیوں سے زبردست جنگ کی۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں انتقال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۳

۳۔ عرفہ بن الحارث کے بارے میں تفصیلات ہمیں نہیں مل سکیں۔

امام مالک فرماتے ہیں: عبدالملک کا مزاج نرم ہوگیا اس نے آنے والے شخص سے کہا: اس طرح کی چیزوں کو دیکھ کر زیادہ پسندیدگی کا اظہار مت کرنا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چالیس سال امیر رہے لیکن آج آپؓ کی قبر پر گھاس پھوس آئی ہوئی ہے۔

اہل آخرت تجھے ناپسند کرتے ہیں:

(۲۷۹) فرماتے ہیں: مجھے صالح بن مالک نے بتایا (اور کہا) ہم سے ابوعبیدۃ الناجی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا حسن بصریؒ فرما رہے تھے: تم خوب عمارتیں وغیرہ تعمیر کرتے ہو، اور ان میں خوب سجاوٹ کا اہتمام کرتے ہو اور پھر لوگوں کو بلاتے ہو کہ لوگو! آؤ اور دیکھو۔ ہم نے دیکھ لیا جو دیکھنا تھا اے سب سے بڑے فاسق! اہل دنیا نے تو تجھے دھوکے میں ڈالے رکھا اور اہل آخرت تجھے ناپسند کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کا عمارات سے اظہار ناپسندیدگی:

(۲۸۰) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم بن راشد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابوربیعہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن سلمہ نے شعیب بن الحبحاب کے حوالے سے (انہوں نے) ابوالعالیہ[۱] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب نے ایک مرتبہ کمرہ بنایا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کو گرا دیجئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا: یارسول اللہ کیا میں (اس کو بیچ کر) اس کی قیمت اللہ کے راستے میں خرچ نہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو گرا دیجئے۔[۲]

---

[۱] رفیع بن مہران ابوالعالیہ الریاحی البصری، زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ابوبکر بن ابی داؤد کہتے ہیں: صحابہ کے بعد قرآن جاننے والوں میں سب سے بڑے ابوالعالیہ ہیں ان کے بعد سعید بن جبیر، ان کے بعد سدی اور ان کے بعد سفیان الثوری۔ ابوعبیدۃ ابوداؤد سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ابوالعالیہ کا علم ختم ہوگیا، ان کے علم کا کوئی راوی نہیں، ان کی ثقاہت پر اجماع ہے۔ ۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۹/ ۲۱۴

[۲] حافظ عراقی کہتے ہیں: طبرانی نے ابوالعالیہ کی روایت سے اس طرح بیان کیا ہے کہ ''حضرت عباسؓ نے ایک کمرہ بنایا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: اسے گرا دیجئے۔'' یہ روایت منقطع ہے۔ احیاء علوم الدین: ۴/ ۱۳۴۱ حاشیہ۔ امام منذری کہتے ہیں: یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند جید ہے۔ الترغیب والترھیب: ۳/ ۲۱ حافظ ھیثمی بھی فرماتے ہیں: کہ یہ روایت مرسل ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ مجمع الزوائد: ۴/ ۷۳

احنف بن قیس کی توبہ:

(۲۸۱) فرماتے ہیں: ہم سے سوار بن عبداللہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مرحوم بن عبدالعزیز نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے قعقاع بن عمرو نے روایت بیان کی (اور کہا) ایک مرتبہ احنف بن قیس[1] کسی کام سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھے، اسی دوران آپ کی نظر پڑوسی کے گھر پر پڑی، آپ گھبرا گئے اور اپنے آپ سے کہنے لگے: برا ہو تیرا! ستیاناس! بغیر اجازت اپنے پڑوسی کے گھر جھانک رہا ہے۔ پھر کہا: میں آئندہ کبھی بھی اس گھر کی چھت پر نہ چڑھوں گا۔

ام طلق رح کا نیچا گھر:

(۲۸۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن صالح الخیاط نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوعبیدۃ الحداد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے علی بن مسعود[2] عبداللہ الرومی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: میں ام طلق[3] کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے گھر کی چھت بہت پست تھی میں نے عرض کیا: اے ام طلق! آخر کیا بات ہے کہ آپ کے گھر کی چھت اتنی پست ہے؟ فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خط لکھا اور اس میں نصیحت کی تھی کہ اپنے گھروں کو زیادہ اونچا نہ بنائیں، کیونکہ یہ ہمارے بدترین دنوں میں سے سمجھا جائے گا۔[4]

---

[1] یہ وہی شخصیت ہیں حلم و بردباری میں جن کی مثالیں دی جاتی ہیں، بصرہ میں پیدا ہوئے، جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں پیدا ہوئے لیکن دیدار نہ کر سکے۔ ۷۲ھ میں وفات پائی۔

[2] دونوں مخطوطوں میں اسی طرح تھا حالانکہ صحیح ''مسعدۃ'' ہے جیسا کہ بخاری کی سند میں ہے، علاوہ ازیں حافظ مزی نے تہذیب الکمال: ۱۲۹/۲۱ میں بھی ''مسعدۃ'' ہی لکھا ہے اور کہا ہے: علی بن مسعدۃ الباہلی ابو حبیب البصری قوی نہیں ہیں۔

[3] ام طلق بغیر کسی نسبت کے ہیں جیسا کہ عورتوں کے تراجم میں حافظ مزی نے لکھا ہے۔ ان کی بعض تفصیلات ابن الجوزی نے صفۃ الصفوۃ: ۳۷/۴ پر تحریر کی ہیں۔ فرماتی تھیں: اگر تم نے نفس کی بات مانی تو وہ تمہارا بادشاہ بن جائے گا اگر اس کو اپنے پیچھے چلایا تو غلام بن جائے گا۔ بصرہ کی نہایت عبادت گزار خاتون تھیں، کثرت سے نماز و تلاوت کا اہتمام کرتیں۔

[4] دیکھیں بخاری کی الادب المفرد، باب التطاول فی البنیان: ۱۶۱، رقم: ۴۵۲ اور حضرت عمرؓ کا قول جامع العلوم والحکم: ۸۶/۱

قبہ بنانے کی ممانعت:

(۲۸۳) فرماتے ہیں: ہم سے عبدالرحمٰن بن صالح العتکی[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محاربی[۲] نے ابن ابی خالد[۳] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) اس شخص کے حوالے سے جس نے انہیں بیان کیا تھا (اور اس نے) ربیع بن انس[۴] کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ جناب نبی کریم ﷺ کا گزر ایک گنبد نما مکان کے پاس سے ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا: اے انس! یہ قبہ کس کا ہے؟ میں نے عرض کیا! فلاں فلاں صاحب کا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر تعمیر، تعمیر کرنے والے کے لیے وبال ہوگی علاوہ اس مسجد کے جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہو یا گھر کے (اور اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس گھر والے سے ملا اور اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً اس گھر کو گرا دیا۔

کچھ عرصے بعد آپ کا گزر دوبارہ اسی جگہ سے ہوا، آپؐ نے دریافت فرمایا: اے انس! کیا یہ وہی جگہ نہیں جہاں ایک گنبد نما مکان تھا؟ میں نے عرض کیا! جی ہاں! مگر میں نے اس گھر والے کو آپ کے ارشاد گرامی سے مطلع کر دیا تھا چنانچہ انہوں نے اس گھر کو گرا دیا۔

(یہ سن کر) آپؐ فرمانے لگے: اسے کیا ہو گیا تھا، اللہ اس پر رحم کرے، اسے کیا ہو گیا

---

[۱] ثقہ اور صدوق ہیں روایت نمبر ۲۷۶ پر ان کا ترجمہ گزرا ہے۔

[۲] عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد، ثقہ ہیں۔ جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ نسائی کہتے ہیں ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ۱۹۵ھ میں وفات ہوئی۔ تہذیب الکمال: ۳۸۶/۱۷

[۳] اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی، پانچ صحابہ کرامؓ سے روایت سنی۔ آٹا پینے کا کام کرتے تھے، ثقہ ہیں۔ ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ تہذیب الکمال: ۶۹/۳

[۴] ربیع بن انس البکری البصری ثم الخراسانی۔ عجلی اور ابو حاتم نے ان کو صدوق کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں: ان کی روایات میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت انسؓ نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی حالانکہ ام المومنین سے ملاقات ثابت نہیں، علاوہ ازیں حسن بصری سے بھی روایت کی۔ ابو جعفر المنصور کے زمانہ حکومت میں انتقال ہوا۔ ابو بکر بن ابی داؤد کہتے ہیں: مرو کے قید خانے میں انتقال ہوا۔ تیس سال قید میں رہے۔

اللہ اس پر رحم کرے۔

(یعنی وہ گھر جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا رہے وہ بھی قیامت وبال سے مستثنیٰ ہے)

کس تعمیر پر اجر ہے؟

(۲۸۴) فرماتے ہیں: ہم سے علی بن الجعد نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہمیں قیس بن الربیع نے بتایا (اور کہا) ہمیں ابو حمزہ[۱] نے ابراھیم النخعی کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ تمام اخراجات جو ایک مسلمان خرچ کرتا ہے، اسے ان پر اجر دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ اپنے آپ پر خرچ کرے، یا اپنے گھر والوں پر، یا اپنے دوست پر، یا اپنے جانور پر (علاوہ ان اخراجات کے جو تعمیرات پر خرچ ہوتے رہیں) لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی مسجد وغیرہ بنوائی تو اس میں بھی اجر ملے گا۔[۲]

حضرت موسیٰؑ کے گھر کی چھت:

(۲۸۵) فرماتے ہیں: ہم سے حسن بن حماد الحضرمی (المعروف بالسجادۃ) نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالرحیم بن سلیمان نے اسماعیل بن مسلم کے حوالے سے (انہوں نے) حسن بصریؒ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: جب نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی تعمیر کرنی شروع کی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھرپور مدد فرمائی، آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا مبارک سینہ غبار آلود ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: چھت ایسی بنانا جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چھت تھی۔

فرماتے ہیں: ہم نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چھت کیسی تھی؟ فرمایا: جب وہ اپنے ہاتھ بلند کرتے تو چھت تک پہنچ جاتے تھے۔

(یہ معیار بیشتر صحابہ نے اپنایا جن میں خلفاء راشدین حضرت سلمان فارسی اور دیگر صحابہؓ ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنا گورنر ہاؤس تو اس سے بھی نیچی چھت کا بنوایا تھا)[۳]

---

[۱] ابو حمزۃ میمون الاعور القصاب التمار الکوفی۔ ابراھیم النخعی سے روایت کرتے ہیں، ضعیف اور متروک ہیں، ابن عدی نے کہا ہے: ان کی روایات خصوصاً جو ابراھیم النخعی سے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہیں، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ تہذیب الکمال: ۲۹/۲۳۷

[۲] مراد ابراھیم النخعی ہی ہیں۔

[۳] دیکھئے سو بڑے زاہدین

دکھاوے کے لئے مسجد کی تعمیر:

(۲۸۶) فرماتے ہیں: ہم سے خالد بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابوعوانہ نے قتادۃ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ہر وہ تعمیر جو دکھاوے کے لئے کی گئی وہ تعمیر والے کے لیے وبال ہے علاوہ اس کے جس نے دکھاوے کی نیت سے مسجد بنوائی ہو تو وہ نہ تعمیر کروانے والے کے لئے باعث ثواب ہے نہ گناہ۔

(یعنی مسجد بننے پر ثواب ہوتا ہے لیکن اگر مسجد بنانے میں ریاکاری کا عنصر شامل ہو جائے جیسا کہ آج کل مساجد کو خوبصورت بنانے میں فخر ومباحات کا رواج پڑ گیا ہے تو اس روایت کے بموجب اس میں ثواب نہ ہوگا)

(۲۸۷) فرماتے ہیں: ہم سے عبدالرحمٰن بن صالح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محاربی [۱] نے سفیان الثوری کے حوالے سے (انہوں نے) عبید المکتب [۲] کے حوالے سے بیان کیا اور کہا: مسروق نے فرمایا: مومن کو ہر چیز میں اجر دیا جاتا ہے علاوہ مٹی کے۔

(یعنی ایسے کام جن میں مٹی استعمال ہو رہی ہو۔ اس سے یہ اعتراض نہ ہونا چاہئے کہ آج کل کی تعمیرات مٹی سے نہیں ہوتیں بلکہ جن چیزوں سے ہوتی ہیں وہ مٹی ہی کی جنس سے ہیں)

حضرت عیسیٰؑ کا کھنڈرات سے مکالمہ:

(۲۸۸) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن ادریس [۳] نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عبدالعزیز [۴] نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے مالک بن انس نے بیان کیا (اور کہا): مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے علاقے سے گزرے جو تباہ و برباد ہو چکا تھا، نہریں خشک ہو چکی تھیں۔ آپؑ نے دریافت فرمایا: اے کھنڈرات کی سرزمین! تجھ میں رہنے والے کہاں گئے؟ کسی نے جواب نہ دیا، آپؑ نے تین بار یہی سوال دھرایا، چنانچہ جواب دیا گیا، وہ لوگ یہاں رہے، اور پھر زمین ان کی ضامن بن گئی، ان کے اعمال قیامت کے دن تک کے لئے ان کے گلوں میں لٹکا دیئے گئے، لہٰذا جلدی جلدی نیک

---

[۱] عبدالرحمٰن بن محمد بن زیاد الکوفی
[۲] عبید بن مہران الکوفی
[۳] الامام الحافظ محمد بن ادریس بن ابی حاتم الرازی
[۴] یعنی عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ الدویسی ابوالقاسم

اعمال کا اہتمام کر لیجئے اے عیسیٰ! (علیہ الصلاۃ والسلام)

عمران بن حصینؓ کا کمرہ:

(۴۸۹) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن حمید المروزی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں عبداللہ بن المبارک نے بتایا (اور کہا) ہمیں جعفر بن النضر السلمی نے بیان کیا (اور کہا) مجھ سے میری والدہ نے روایت بیان کی (اور کہا) حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ [1] کمرے بنانے کو بہت ناپسند کرتے تھے، خود انہوں نے صرف اپنی الماری رکھنے کے لیے ایک کمرہ بنایا تھا۔ جعفر کہتے ہیں: وہ بھی اس وجہ سے کہ کہیں وہ الماری لوگوں کے سامنے نہ پڑی رہے۔

(۲۹۰) فرماتے ہیں: ہم سے ابن جمیل نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن سلمہ نے شعیب بن الحبحاب کے حوالے سے (اور انہوں نے) ابوالعالیہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے فرمایا) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک کمرہ بنایا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کو گرا دیجئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا میں اس کی قیمت اللہ کے راستے میں نہ خرچ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا: اسے گرا دیجئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا میں اس کی قیمت اللہ کے راستے میں نہ خرچ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا: اسے گرا دیجئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پھر دریافت فرمایا: کیا میں اسکی قیمت اللہ کے راستے میں نہ خرچ کر دوں۔[2]

(یہ آخری جملہ شاید اضافی ہے کیونکہ تین مرتبہ سے زائد سوال کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

---

[1] جلیل القدر صحابی ہیں، عمران بن الحصین بن عبید الخزاعی ابو نجید، حضرت عمرؓ نے اہل بصرہ کو فقہ سکھانے کے روانہ فرمایا تھا، وہیں ۵۲ھ میں انتقال فرمایا، ۷ھ خیبر کے سال مسلمان ہوئے۔ الاعلام: ۲۳۲/۵

[2] یہ روایت ذرا مختلف طریقے سے نمبر ۲۸۰ پر گزر چکی ہے، اس سند میں ابن جمیل ہیں جن سے ابن ابی الدنیا نے روایت بیان کی ہے۔

کے طریقے کے خلاف تھا اور جب کہ آنحضرت ﷺ تین مرتبہ جواب دے چکے اور اس کے بعد جواب بھی مرقوم نہیں) (واللہ اعلم بحقیقۃ)

پکی اینٹیں فرعون کے زمانے میں قبر میں استعمال ہوتی تھیں:

(۲۹۱) فرماتے ہیں: مجھ سے مثنی بن معاذ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مؤمل [۱] نے سفیان الثوری کے حوالے سے (انہوں نے) منصور [۲] کے حوالے سے (انہوں نے) ابراھیم النخعی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا، آیت:

"یَاهَامَانُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا" (الغافر:۳٦)

ترجمہ: "اے ہامان! میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کرو"

میں جس بلند و بالا عمارت کی تعمیر کا ذکر ہے وہ انہوں نے پکی اینٹوں سے بنائی تھی۔

ابراھیم کہتے ہیں: وہ لوگ پکی اینٹوں سے تعمیر کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور پکی اینٹ صرف قبروں میں استعمال کرتے تھے۔

(یعنی اس زمانہ میں لوگوں کا عام معمول دنیا کے گھروں میں پکی اینٹ استعمال کرنے کا نہ تھا فرعون نے پہلی مرتبہ استعمال کرایا۔ اور موجودہ زمانے میں زمانہ فرعون کے دونوں طریقے مستعمل ہو گئے ہیں)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا گھر:

(۲۹۲) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن اسماعیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن فضیل نے لیث [۳] کے حوالے سے (اور انہوں نے) طاؤس [۴] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا: اگر آپ حکم دیں تو یہ شجر و حجر یہاں سے منتقل کر کے جگہ صاف کر دی جائے اور یہاں ایک مسجد بنا دی جائے؟ تو آپؓ نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ قیامت کے دن یہ سب

---

[۱] مؤمل بن اسماعیل القرشی العدوی البصری، ابوعبدالرحمن۔ ۲۰۵ھ میں وفات ہوئی۔

[۲] منصور بن المعتمر السلمی ابوعتاب۔ ۱۳۲ھ میں وفات ہوئی۔

[۳] ابوعبدالرحمن طاؤس ابن کیسان، اکابر تابعین میں سے ہیں، فارسی النسل تھے، یمن میں نشو ونما پائی۔ ۱۰٦ھ میں انتقال ہوا۔ حلیۃ الاولیاء: ۳/۴ اور صفۃ الصفوۃ: ۲۸۴/۲

میں اپنی پشت پر اٹھاؤں۔

گھر کی تعمیر اور اس کے مستقبل پر بہترین اشعار:

(۲۹۳) فرماتے ہیں: مجھے احمد بن موسیٰ الثقفی[۱] نے اشعار سنائے:

یا بانیا داره یشیدها یرفع طبقاتها و یعقدها

ترجمہ: ''اے گھر بنانے والے اور اسے مضبوط کرنے والے، جو اس کی منزلیں بڑھاتا ہے اور مضبوط باندھتا ہے۔

ابن فان الخواب مدعدها یا لیت شعری لمن تجددها

ترجمہ: ''بنالے جو بناتا ہے، کیونکہ انجام کار اس نے بھی کھنڈر ہو جانا ہے، ہائے افسوس جو اسے پھر سے بنا رہا ہے''

نفسک ان تعطها محبتها تطلب منک الذی تعودها

ترجمہ: ''اگر تو اپنے نفس کو اس کی پسندیدہ چیزیں دے گا تو وہ تجھ سے وہ کام کروائے گا جن کا تو اسے عادی بنا رہا ہے''

فاثنها علی ذالک ینفعها فان ریب المنون یرصدها

ترجمہ: ''تو بھی اس کے ساتھ اس کام میں شامل ہو جا اس کو فائدہ ہوگا، کیونکہ خواہشات کے شکوک وشبہات کے دھوکے اس کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہیں''

ان سرها یومها و لیلتها وأعجباها یسوؤها غدها

ترجمہ: ''اگر اس کا آج اور امید اس کو خوش کرتا ہے اور اچھا لگتا ہے، تو اس کا کل اس کو برا کر دے گا''

محل کے ایک باسی کی داستان اور سائل:

(۲۹۴) فرماتے ہیں: مجھے احمد بن موسیٰ نے اشعار سنائے:

جهول لیس تنهاه النواهی ولا تلقاه الاوهو ساهی

[۱] ابونعیم کہتے ہیں: یہ بہت بڑے شاعر اور ادیب تھے۔ ایک واقعہ کے بعد دنیا سے کنارہ کش ہو گئے اور آخرت کی تیاری کرنے لگے دنیا اور اس کے دھوکوں کی مذمت میں ان کے اشعار بھی ہیں۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۳۸/۱۰

ترجمہ: ''جاہل ہے جسے منع کرنے والی آیات واحادیث بھی منع نہ کرسکیں، اور جب بھی یہ چیزیں اس تک پہنچیں اسے غافل ہی پایا''

یسر بیومہ لعبا و لھوا — ولا یدری و فی غدہ الدواھی

ترجمہ: ''آج وہ کھیل کود کر خوش ہورہا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ کل کیا مصیبتیں آنے والی ہیں''

مررت بقصرہ فرأیت أمرا — عجیباً فیہ مزد جرّ و ناھی

ترجمہ: ''میں اس کے محل کے پاس سے گزرا تو میں نے ایک عجیب معاملہ دیکھا، وہاں مختلف گناہوں وغیرہ سے منع کیا جارہا تھا اور سخت وعیدیں سنائی جارہی تھیں''

بدا فوق السریر فقلت من ذا؟ — فقالوا: ذلک الملک المباھی

ترجمہ: ''اس کے جنازے کی چارپائی ظاہر ہوئی تو میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ وہی بادشاہ ہے جو فخر وتکبر میں مبتلا تھا''

رأیت الباب اسود و الجواری — ینحن و ھن یکسرن الملاھی

ترجمہ: ''میں نے دروازے کو سیاہ دیکھا وہاں باندھیاں کھڑی نوحہ کررہی تھیں اور لہو ولعب کے آلات توڑ رہی تھیں''

تبین ای دار انت فیھا — ولا تسکن الیھا وادرماھی

ترجمہ: ''اب بتا کہ تو کس گھر میں ہے؟ تو اپنے محل کی طرف واپس نہ جاسکے گا اسی کو سمجھ کہ یہ کیا ہے؟

دنیا کی حاضر مثال:

فرماتے ہیں: مجھ سے ابو محمد السمسار قاسم بن الھاشم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالوھاب ابن نجدۃ الحوطی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے بقیۃ بن الولید نے ابوالحجاج المھری[1] کے حوالے سے (اورانہوں نے) ابو میمون[2] اللخمی کے حوالے سے بیان

[1] رشدین بن سعد بن مفلح المھری ابوالحجاج المصری۔ ابوسعید بن یونس کہتے ہیں: ۱۱۰ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۸۸ھ میں انتقال ہوا۔ بہت نیک اور صالح شخص تھے اسی لیے حدیث میں خلط ہوجاتا تھا، بعض نے ان کو ضعیف اور بعض نے متروک قرار دیا ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۹۱/۹

[2] دونوں مخطوطوں میں اسی طرح تھا جبکہ حافظ عراقی نے ابومیمون کے بجائے ابن میمون تحریر کیا ہے۔

کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ آپؐ کچرے کے ڈھیر کی طرف آئے اور فرمایا: آؤ دنیا کی طرف۔ پھر اس کچرے کے ڈھیر سے بوسیدہ کپڑے کا ٹکڑا اور بوسیدہ ہڈی اٹھائی اور فرمایا: ''یہ دنیا ہے''۔[۱]

دنیا کی کچرے کے ڈھیر سے مثال:

(۲۹۶) فرماتے ہیں: مجھ سے میرے والدؒ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں روح بن عبادۃ نے ابوالاشھب[۲] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) حسن بصریؒ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کچرے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے تو وہیں ٹھہر گئے، یوں لگ رہا تھا جیسے آپؓ کے ساتھیوں کو کچرے سے اذیت ہو رہی ہو، آپؓ نے فرمایا: یہ وہ تمہاری دنیا ہے جس پر تم لوگ روتے ہو اور جس کی ہوس دل میں پالتے ہو۔

کچرے کا ڈھیر تمہاری آخرت ہے:

(۲۹۷) فرماتے ہیں: مجھ سے میرے والد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں روح بن عبادۃ نے شعبہ کے حوالے سے (انہوں نے) سماک[۳] کے حوالے سے (انہوں نے) ابوالربیع[۴] کے حوالے سے (انہوں نے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: یہ کچرے کا ڈھیر (آپؓ کے سامنے کچرے کا ڈھیر تھا) تمہاری دنیا کی ہلاکت اور تمہاری آخرت ہے۔

---

[۱] دیکھیں ذم الدنیا: ۱۸، رقم: ۱۹، حافظ عراقی کہتے ہیں: ابن ابی الدنیا نے ''ذم الدنیا'' میں امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسی سند سے بیان کی ہے، اس میں بقیۃ بن الولید ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے اور ہے بھی مدلس۔ احیاء علوم الدین: ۲۹۹/۳ (حاشیہ)

[۲] جعفر بن حیان السعدی العطاردی الخراز۔ ۱۶۵ھ میں وفات پائی۔

[۳] سماک بن حرب بن اوس الذھلی البکری ابوالمغیرۃ۔ ۱۲۳ھ میں وفات ہوئی۔

[۴] ابوالربیع المدنی، ان کی احادیث کوفہ میں مشہور تھیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں: یہ صالح الحدیث تھے، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام ترمذی نے ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۳۰۴/۳۳

بشیر بن کعبؒ کی نصیحت:

(۲۹۸) فرماتے ہیں: ہم سے خالد بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن زید نے علی بن زید[1] کے حوالے سے بیان کی (اور کہا) بشیر بن کعب[2] کہا کرتے تھے: چلو چلو میں تمہیں دنیا دکھاؤں، انہیں ایک بازار کے پاس لایا گیا جو پہلے کچرے کا ڈھیر ہوا کرتا تھا، انہوں نے فرمایا: دیکھو ان کی مرغیوں، بطخوں اور پھلوں کی طرف۔[3]

خونریز مفاد پرست دنیا کا انجام:

(۲۹۹) فرماتے ہیں: مجھ سے علی بن الحسین بن موسیٰ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سعید بن منصور نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یعقوب بن عبدالرحمٰن نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے حمزۃ بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا (اور کہا): مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسروق نے ایک مرتبہ اپنے بھتیجے کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر کوفہ کے ایک کچرے کے ڈھیر پر جا چڑھے اور فرمایا: کیا میں تجھے دنیا دکھاؤں؟ یہ ہے دنیا جسے ان لوگوں نے کھالیا اور فنا کر دیا، پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا، سوار ہوئے اور کمزور کر دیا، اس میں یہ خون بہاتے ہیں، حرام کو حلال سمجھتے ہیں اور قطع رحمی کرتے ہیں۔[4]

دنیا ہمارے پیچھے ہے:

(۳۰۰) فرماتے ہیں: ہم سے ھارون بن عبداللہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم

---

[1] علی بن زید بن جدعان القرشی التیمی ابوالحسن

[2] ابوایوب بشیر بن کعب بن ابی الفقیہ الحمیدی العدوی البصری العابد، مخضرمین میں سے ایک تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ نے ان کو بعض معاملات کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابوذر، حضرت ابوالدرداء، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ اور ان سے عبداللہ بن بریدہ، قتادہ، طلق بن حبیب، علاء ابن زیاد، ثابت بنانی اور ایک جماعت نے روایت لی ہے۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ زبردست قاری اور زاہد و متقی شخصیت تھے۔ سیر اعلام النبلاء: ۳۵۱/۴

[3] ابن ابی الدنیا نے یہ روایت اپنی کتاب ''ذم الدنیا'': ۳۰، رقم: ۶۲ میں بھی روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں دیکھیں احیاء علوم الدین: ۳۱۹/۳

[4] دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۹۶/۲۔۹۷

سے محمد بن بشر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مسعر نے ابراھیم بن محمد بن المنتشر[۱] کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) فرمایا: ہر جمعہ کے دن مسروق مجھے اپنے خچر پر اپنے ساتھ بٹھاتے اور حیرۃ کے پرانے کچرہ گھر کی طرف آتے اور خچر کو کچرے کے ڈھیر پر چڑھادیتے اور فرماتے: دنیا ہمارے نیچے ہے۔[۲]

ضرورت سے زیادہ تعمیر باعث عذاب ہے:

(۳۰۱) فرماتے ہیں: ہم سے ابراہیم بن راشد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابوربیعہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے حماد بن سلمہ نے ابوحمزۃ[۳] کے حوالے سے (انہوں نے) ابراھیم نخعی کے حوالے سے (اور انہوں نے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: انسان کا اپنے آپ پر، اپنے گھر والوں پر، اپنے دوست پر اور اپنے جانور پر خرچ کرنا باعث اجر ہے، لیکن تعمیرات میں خرچ کرنا باعث گناہ ہے، لیکن مسجد وغیرہ تعمیر کرنا باعث گناہ نہیں۔

کسی نے عرض کیا: اگر تعمیر بقدر ضرورت ہو تو؟

فرمایا: نہ اس کے لیے باعث ثواب ہے اور نہ باعث عذاب۔

کسی نے عرض کیا: اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو؟

فرمایا: یہ باعث عذاب ہے، اس پر خرچ کرنے کا اس آدمی کو کوئی ثواب نہ ہوگا۔

کھنڈرات کے باسیوں کا کیا بنا؟

(۳۰۲) فرماتے ہیں: مجھ سے ابومحمد بن ھاشم[۴] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابراھیم بن ھراسۃ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے زجر بن ایوب الموصلی نے

---

[۱] جلیل القدر بزرگ تابعی ہیں پورا نام اس طرح ہے محمد بن المنتشر بن الاجدع الھمد انی الکوفی۔ مسروق کے بھتیجے تھے، ثقہ اور صالح تھے جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ جعفر الاحمد کہتے ہیں: اپنے زمانے میں ہم نے انہیں کوفہ کا سب سے افضل ترین شخص دیکھا۔ تہذیب الکمال: ۱۸۳/۲

[۲] حلیۃ الاولیاء: ۹۶/۲ اور ذم الدنیا لابن ابی الدنیا: ۳۰۔۴۱، رقم: ۹۵

[۳] میمون الاعور القصاب مراد ہیں۔ [۴] ایک مخطوطے میں ھاشم کے بجائے ھشام ہے۔

روایت بیان کی (اور کہا): عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک گورنر نے آپؒ کو خط لکھا: سلام علیک امابعد! ہم جس علاقے میں رہتے ہیں وہاں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، اگر امیرالمومنین مجھے اجازت دینا مناسب سمجھیں تو میں اپنے علاقے کے قریب ہی موجود کھنڈرات کی طرف چلا جاؤں؟

عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں لکھا، سلام علیک، امابعد! (کھنڈرات کی طرف چلے جاؤ) جب کھنڈرات کی طرف پہنچو تو ان کھنڈرات سے ان لوگوں کے بارے میں ضرور پوچھنا جو وہاں رہا کرتے تھے۔ والسلام۔

گھر کھنڈر ہونے کے لئے بنائے جاتے ہیں:

(۳۰۳) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے بدل بن المحبر الیربوعی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ھشام بن زیاد نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم ایک جنازے میں شریک تھے میں نے سنا حسن بصریؒ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ سابق البربری پر رحم فرمائیں، اس نے کیا خوب کہا ہے:

وللموت تغدو ......لذاته...... کمالخراب الدهر تبنی المساکن[۱]

ترجمہ: ''......جیسے زمانے کے برباد کھنڈرات کے لئے ٹھکانے بنائے جاتے ہیں''
(یعنی گھر کھنڈر ہونے کے لئے بنائے جاتے ہیں)

محل کے دو عیب:

فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے[۲] ابواسحاق الطالقانی[۳] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے بقیہ نے سلمہ بن خالد کے حوالے سے

---

[۱] ہمارے پاس موجود تمام مخطوطوں میں اس شعر کے الفاظ اس طرح تھے یعنی بیچ بیچ میں سے مٹے ہوئے تھے، صرف بامعنی کلمات کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ [۲] ابراھیم بن اسحاق بن عیسیٰ البنانی، مرو میں آکر ٹھہرے، کبھی ان کی نسبت ان کے دادا کی طرف بھی کی جاتی ہے۔ ثقہ تھے امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمے اور ابوداؤد و ترمذی نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ ۲۱۵ھ میں مرو ہی میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۳۹/۲
[۳] یہاں حدثنا یعنی جمع کے صیغے کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا گیا ہے جیسا کہ کتاب میں تھا، جبکہ ایک نسخے میں حدثنا کے بجائے حدثنی ہے یعنی واحد کے صیغے کے ساتھ، اس صورت میں ترجمہ اس طرح ہوگا: مجھ سے اسحاق الطالقانی نے روایت کی۔۔۔۔۔ الخ۔ (مترجم)

بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک بادشاہ نے بہت عمدہ محل بنوایا اور لوگوں سے کہا: اس محل کو اچھی طرح دیکھو اور اگر اس میں کوئی عیب دیکھو تو مجھے بتاؤ، میں اس کے بدلے دو درہم دوں گا۔

بادشاہ کا یہ اعلان سن کر ایک شخص حاضر ہوا اور کہا: اس میں دو عیب ہیں۔

سرکاری کارندوں نے پوچھا: وہ کیا عیب ہیں؟ اس شخص نے کہا: میں یہ عیب بادشاہ کو ہی بتاؤں گا۔ لہٰذا اسے بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے ان دو عیبوں کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا: ایک عیب تو یہ ہے کہ بادشاہ کا انتقال ہو جائے گا۔ اور دوسرا عیب یہ ہے کہ محل بھی بالآخر کھنڈر ہو جائے گا، ہمیشہ باقی نہ رہ سکے گا۔

اس کی بات سن کر بادشاہ نے کہا: تو نے سچ کہا۔ اور پھر بادشاہ اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہو گیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا گھر:

(۳۰۵) فرماتے ہیں: ہم سے حسن بن یحییٰ[1] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں عبدالرزاق نے بتایا (اور کہا) ہمیں معمر نے یزید بن ابی زیاد کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے ابوعبداللہ! کیا ہم آپ کے لیے ایک ٹھکانہ نہ بنا دیں؟ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیوں؟ کیا آپ مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہیں، یا میرے لئے ایسا گھر بنانا چاہتے ہیں جیسے آپ کے مدائن میں ہیں؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہم آپ کے لئے بانسوں کا ایک گھر بنا دیں گے جس کی چھت نرکل کے پودوں جیسے ایک پودے کی ہو، جب آپ اس میں کھڑے ہوں گے تو آپ کا سر اس کی چھت تک پہنچنے لگے گا، اور جب آپ لیٹیں گے تو تنگی کی وجہ سے آپ کے پہلوؤں تک پہنچنے لگے گا۔

یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں بھی یہی چاہتا تھا۔[2]

---

[1] حسن بن یحییٰ، اس نام کے دو افراد ہیں جن سے ابن ابی الدنیا روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں حضرات عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے پورے نام اس طرح ہیں۔ (۱) حسن بن یحییٰ بن الجعد العبدی ابوعلی۔ (۲) اور حسن بن یحییٰ بن کثیر العنبری المصیصی۔ تہذیب الکمال: ۶/ ۳۳۴، ۳۳۶

[2] حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۲۰۲

(''الزھاد مائۃ'' میں یہ واقعہ یوں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو بہت مجبور کیا تو آپ نے فرمایا میری منشا کے مطابق بنانا تو لوگوں نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ کھڑے ہوں تو سر سیدھا نہ ہو سکے لیٹیں تو ٹانگیں سیدھی نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے صحیح سمجھا میں یہی چاہتا تھا)

ابو عبد الرحمٰن العمری کا وعظ:

(۳۰۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن حرب المکی نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک مرتبہ معروف زاہد ابو عبد الرحمٰن العمری[1] ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم سب جمع ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے، مکہ مکرمہ کے بڑے اور معزز حضرات بھی ان سے ملنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اچانک انہوں نے سر اٹھایا اور اونچے اونچے گھروں کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے کہنے لگے: اے اونچے اونچے مضبوط محلات میں رہنے والو، قبروں کی وحشت انگیز تاریکی کو یاد کرو، اے ناز ونعمت میں مزے کرنے والو! کیڑوں، پیپ اور لہو، اور مٹی میں بوسیدہ ہوتے ہوئے جسموں کو یاد کرو۔

فرماتے ہیں: پھر ان کی آنکھیں بھر آئیں اور وہ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔[2]

حسن بصری کا گھر اور ان کی نصیحت:

(۳۰۷) فرماتے ہیں: مجھ سے حسن بن عبد الرحمٰن نے عصمۃ بن سلیمان کے حوالے سے بیان کیا (اور کہا) ہمیں رستم ابو یزید نے بتایا (اور کہا): میں حسن بصریؒ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا: اے ابو سعید! میں نے گھر بنایا ہے، اگر آپ میرے ساتھ میرے گھر تشریف لائیں اور برکت کی دعا کر دیں تو عین نوازش ہوگی۔

---

[1] عبد اللہ بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب القرشی العدوی العمری الزاھد المدنی، اپنے زمانے کے متقی ترین شخص تھے، فرماتے تھے: قبر سے زیادہ نصیحت کرنے والی کوئی چیز نہیں، تنہائی سے زیادہ محفوظ اور کتاب سے زیادہ بہترین دوست کوئی نہیں۔ ''ثقہ تھے ۱۸۴ھ میں انتقال ہوا۔ حلیۃ الاولیاء: ۸/ ۲۸۳، تہذیب الکمال: ۱۵/ ۲۴۱

[2] حلیۃ الاولیاء: ۸/ ۲۸۵

فرماتے ہیں: کہ حسن بصری اس شخص کے ساتھ روانہ ہو گئے، ہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے، جب آپؒ نے گھر دیکھا تو فرمایا: تجھے دنیا والوں نے دھوکے میں مبتلا کر دیا، آسمان والے تجھ سے ناراض ہو گئے، تو نے اپنے گھر کو کھنڈر بنا دیا اور اپنے گھر کو کسی اور کے لیے بنا دیا۔ فرماتے ہیں: پھر وہ واپس چل پڑے، ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے، آپؒ اپنے گھر تک پہنچے، ہم نے دیکھا کہ آپؒ کے گھر کی ایک دیوار گرنے والی ہے، کسی نے عرض کیا: اے ابو سعید! اگر آپ اس کی مرمت کروالیں تو بہتر ہے ورنہ یہ گر پڑے گی۔ تو فرمایا: ارے ارے! موت اس سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔

حسن بصریؒ کی نصیحت اور خوف آخرت:

(۳۰۸) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے محمد بن ذکوان [۱] کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: ہم سب حضرت بصریؒ کے گھر کی سیڑھیوں کے پاس جمع ہوئے (جو بہت پرانی اور بوسیدہ ہو چکی تھیں) اور وہاں سے ان کے بیٹے کے گھر کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپؒ نے فرمایا: ارے بچو! ٹھہر جاؤ۔ لہٰذا ہم سب حضرت کے گھر میں داخل ہو گئے اور چھت پر جمع ہو گئے، چھت کچھ کمزور سی تھی چنانچہ آپؒ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں یہ مضبوط ہے۔

پھر فرمایا: اگر دنیا سے سفر کر کے آخرت کی طرف منتقل ہونے کا وقت قریب نہ ہوتا تو ہم تمہاری باتیں سننے اور تمہاری ملاقات کے شوق کی خاطر اس گھر کو دوبارہ بنوا لیتے، ہمیں اس عمارت کا نہیں بلکہ تمہارا ڈر ہے، لہٰذا جمع خاطر رکھو۔

مالداروں کو ایک نصیحت:

(۳۰۹) فرماتے ہیں: ہم سے علی بن الجعد نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھے ابو اسحاق الشیبانی [۲] نے عباد بن راشد [۳] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے فرمایا): ایک

---

[۱] محمد بن ذکوان الازدی الطاحی البصری۔ بعض لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے اور بعض نے اس کے برعکس کہا ہے۔ ابن ماجہ نے ان سے دو احادیث لی ہیں۔ تہذیب الکمال: ۱۸۰/۲۵

[۲] اس نسبت کے ساتھ اس کنیت کا اطلاق سلیمان بن ابی سلیمان الکوفی پر ہوتا ہے جن کا انتقال ۱۲۹ھ میں ہوا۔ لیکن ہمیں ان کے ترجمے میں یہ نہیں ملا کہ انہوں نے عباد سے روایت کی ہو۔ اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ علی بن الجعد نے ان سے روایت کی ہو۔ دیکھیں تہذیب الکمال: ۴۴۴/۱۱ (دیکھیں بقیہ حوالہ ۱۳ اگلے صفحہ پر)

مرتبہ ہم حضرت حسنؒ کے ساتھ چلے جا رہے تھے کہ آپؒ کی نظر مہلب بن ابی صفرۃ سے تعلق رکھنے والے بعض لوگوں پر پڑی تو آپؒ نے فرمایا: یا سبحان اللہ! ان لوگوں نے مٹی کو بلند کر دیا اور دین کو پست کر دیا، عجمی گھوڑوں اور خچروں پر سوار ہونے لگے ہیں اور باغ باغیچے بنانے لگے ہیں، اور کاروباری اور مال دار لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ چھوڑ دو، عنقریب ان کا حشر دیکھ لو گے۔[۱]

ضیغمؒ کا بشر بن منصورؒ سے سوال:

(۳۱۰) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن عبدالرحمٰن نے مالک بن ضیغم الراسبی کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ بشر بن منصورؒ[۲] نے ضیغمؒ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنا نیا بنا ہوا گھر دکھانے لے گئے۔ ضیغمؒ نے بشر سے کہا: اے بشر! اس گھر میں وہ جگہ کہاں ہے جہاں تجھے (مرنے کے بعد) غسل دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: یہ سن کر بشر رونے لگے۔

ایک بوڑھی قریشی خاتون کا گھر:

(۳۱۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن عباد بن موسیٰ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مروان بن ماویہ الفزاری نے عبدالرحمٰن بن الحکم کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) کہا: مکہ مکرمہ میں ایک قریشی بوڑھی خاتون رہا کرتی تھیں، وہ ایک سرنگ نما گھر میں رہا کرتی تھیں اس کے علاوہ ان کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا: کیا آپ اس سرنگ میں رہنے پر راضی ہیں؟ اس بوڑھی خاتون نے جواب دیا: کیا یہ گھر اس شخص کے لئے کافی نہیں

(بقیہ حوالہ) [۳] عباد بن راشد التمیمی البصری البزاز بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے تو ابو حاتم نے اس کی مخالفت کی ہے، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور امام بخاری ہی نے کسی اور واسطے سے ان کی روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۱۱۶/۱۴

[۱] سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۳ کی طرف اشارہ ہے جس میں فرمایا ہے: چھوڑ دیجئے انہیں کھائیں اور مزے لیں اور امیدیں ان کو کھلاتی رہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ (الحجر: ۳)

[۲] ابو محمد بشر بن منصور السلیمی البصری امام احمد فرماتے ہیں: ثقہ ہیں ثقہ ہیں عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں: میں ورع اور نرم دلی میں کسی کو بشر بن منصور پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔ ایک حصے میں نماز پڑھتے، ایک میں دعا مانگتے اور ایک میں سوتے۔ ۱۸۰ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱۵۱/۴

ہے جس کو بہر حال مر جانا ہے؟![1]

دنیا کے گھروں میں مستقل قیام۔۔۔ ہے کوئی؟

(۳۱۲) فرماتے ہیں: مجھے حسین بن عبدالرحمن نے یہ شعر سنایا:

بنوا مقاصير فى الدنيا مشيدة　　فمن لهم بخلود في المقاصير

ترجمہ: ''لوگوں نے دنیا میں مضبوط محل وغیرہ بنالیے ہیں، لہٰذا کوئی ہے جو ان لوگوں کے ہمیشہ ان محلات میں رہنے کا انتظام کر سکے''

دنیا زائل ہونے والا سایہ ہے:

(۳۱۳) فرماتے ہیں: ہم سے احمد بن ابراھیم[2] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے خلف بن تمیم نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے محمد بن طلحۃ القرشی[3] نے روایت بیان کی (اور کہا): وہ ایک مرتبہ مصیصہ[4] نامی جگہ پر ایک مریض کی عیادت کے لئے گئے تو مریض کو یہ شعر پڑھتے سنا:

يادرب الدار ذاالمال الذى　　جمع الدنيا بحرص مافعل؟

ترجمہ: ''اے گھر کے شوقین! مال والے جس نے دنیا کو اپنی حرص کے لیے جمع کر رکھا ہے کیا ہوا؟''

فرماتے ہیں: میں نے اس کو جواب دیا:

كان فى دار سواهاداره　　عللته بالمنى ثم انتقل

ترجمہ: ''وہ ایک جس گھر میں تھا وہ اس کا گھر نہ تھا بلکہ اس کا گھر کوئی اور تھا، موت نے اسے کمزور کردیا اور پھر وہ منتقل ہو گیا''

---

[1] دیکھیں صفۃ الصفوۃ: ۲۸۱/۲　[2] احمد بن ابراھیم، اس نام کے دو افراد ہیں جو خلف بن التمیم التمیمی الدارمی سے روایت کرتے ہیں۔ احمد بن ابراھیم بن آدم اور احمد بن ابراھیم بن کثیر الدارمی۔ تہذیب الکمال: ۲۷۶/۸　[3] محمد بن طلحۃ بن یزید بن رکانہ القرشی المطلبی الحجازی۔ ثقہ ہیں۔ ھشام بن عبدالملک کی خلافت کے ابتدائی دور میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

[4] دریائے جیحوں کے کنارے، شام کے سرحدی علاقوں اطاکیہ اور روم کے درمیان طرسوس کے قریب ایک شہر تھا۔ معجم البلدان لیاقوت الحموی: ۵۵۷/۴

فرماتے ہیں: احمد بن ابراھیم کے علاوہ اس روایت کے راویوں نے یہ بھی اضافہ کیا ہے:

لم یمتع بالذی کان حوی   من حطام المال اذحل الاجل

ترجمہ: ''وہ شخص جس نے خوب مال کے ڈھیر جمع کیے تھے، جب موت آ گئی تو کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا''

انما الدنیا کفی زائل   طلعت شمس علیه فاضمحل

ترجمہ: ''دنیا تو ایک سائے کی مانند ہے جو زائل ہو جاتا ہے، اگر اس پر سورج کی روشنی پڑنے لگے تو کمزور ہو جاتا ہے''

تعمیر کرنے والا اسی مٹی میں غائب ہو جائے گا:

(۳۱۴) فرماتے ہیں: مجھ سے اسماعیل بن عبداللہ بن میمون العجلی نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک شخص نے کسی حکمران کی عمارت کی طرف دیکھ کر کہا:

یموت الذی یبنی و یبقی بناء ة   الیس تراباً...... فی ذاک غیبة

ترجمہ: ''تعمیر کرنے والا مر جائے گا، اس کی تعمیر باقی رہے گی، کیا وہ مٹی ہی نہیں جس میں وہ غائب ہو جائے گا''

فیاغافلا عن نفسه این من بنی   مدائد امحت بعده الیوم قفرة

ترجمہ: ''اے اپنے آپ سے غافل! کہاں ہے بلند عمارات بنانے والا آج وہ تنہاء پڑی ہیں''

رمت بهم الایام فی عرضة البلی   کأن لم یکونوا زینة الارض مرة

ترجمہ: ''گزرتے دنوں نے انہیں بوسیدگی کے مقام پر لا ڈالا ہے جیسے کبھی ایک مرتبہ بھی وہ زمین کی زینت و رونق تھے ہی نہیں''

ومازال هذا الموت یغشی دیارهم   یکر علیهم کرة ثم کرة

ترجمہ: ''یہ موت اسی طرح ان کے گھروں کو گھیرتی رہتی ہے اور ایک کے بعد ایک کو اچک کر لے جاتی ہے''

فأ جلا هم منها جمیعا فاصبحت   مساکنهم فی الارض لحدا و حفرة

ترجمہ: ''اور سب ہی کو وہاں سے نکال باہر کیا اور آخر کار ان کے گھر گڑھے اور کھنڈروں کی صورت میں رہ گئے''

اونچے محلات والے گڑھوں میں اتر گئے:

(۳۱۵) فرماتے ہیں: قریش سے تعلق رکھنے والے ایک اموی شخص نے کہا:

رب قـــوم رأيتهـــم ليـس فـي عيشهـم كـدر

ترجمہ: ''تم بعض لوگ ایسے بھی دیکھو گے جن کی زندگی میں کبھی کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی''

فـي ريـاض سـمـاء هـا تـمـطـر السؤل بـالـدرر

ترجمہ: ''وہ ایسے باغ میں رہتے ہیں جس کا آسمان ان پر موتیوں کی بارش بہاتا ہے''

ليـس يـخشـون حـاذراً قـدنـأى عـنهـم الـحـذر

ترجمہ: ''انہیں کسی ڈرانے والے کا خوف نہیں ہوتا ڈرانے والے ان سے دور ہو چکے ہیں''

أوطـنـوا مـنـزل الـغـرو روسـاعـدهـم الـقـدر

ترجمہ: ''انہوں نے دھوکے کی قیام گاہ کو اپنا ٹھکانہ بنا لیا ہے، اور تقدیر نے اس پر ان کا ہاتھ بٹایا ہے''

فـي مـقـاصيـر تـخـدت و قبـاب عـلـى السرر

ترجمہ: ''وہ لوگ بڑے بڑے محلات اور قبوں میں تکیے لگائے خوشی سے براجمان ہیں''

وبسـاتيـن فـي الـمـقـاصيـر يـضـحـكـن بـالـزهـر

ترجمہ: ''محلات وغیرہ میں باغ ہیں جہاں پھول مسکراتے رہتے ہیں''

و حـوار كـانهـن الـ مـصـابيـح و الـصـور

ترجمہ: ''اور ایسی گفتگو ہے جیسے خوش نما صورتوں اور چراغوں میں بیٹھے ہوں''

بيـنـمـا الـقـوم يـجتـنـون جـنـى الـلهـو والثـمـر

ترجمہ: ''اسی حال میں لوگ ابھی کھیل کود اور خوش گپیوں کے پھلوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے''

صاحت الحادثات فيهم بصوت له غير

ترجمہ: ''اچانک ان کے درمیان بدلتے دنوں میں آنے والے حادثات نے چیخنا شروع کردیا''

فتولوا من القصور الى مظلم الحفر

ترجمہ: ''اور پھران لوگوں کا رخ محلات سے اندھیرے گڑھوں کی طرف ہوگیا''

مضبوط گھر بنانے والے نے قبر کو مسکن بنالیا:

(۳۱۶) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن علی الصدائی اور ھارون ابن عبداللہ وغیرہ نے روایت بیان کی (اور سب نے کہا) ہم سے جعفر بن عون نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا مسعر بن کدام [۱] کہہ رہے تھے:

ومشيد دارا يسكن داره سكن القبور و داره لم يسكن

ترجمہ: ''اور اپنے گھر کو مضبوط بنانے والا (یہ سوچتا ہے کہ) وہ اس گھر میں رہے گا، لیکن اس نے قبر میں رہائش اختیار کرلی اور اس گھر میں نہ رہ سکا''

ایک بہترین شعر:

(۳۱۷) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن ابی رجاء القرشی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں ایک زیر تعمیر گھر کے قریب سے گزرا، میں نے کہا:

ترى لمن يبنى الدار يبغى نزولها فما يبلغ البنيان أويسكن القبر

---

[۱] ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر، سفیان ثوری کہتے ہیں: ان کے زمانے میں کوئی ان جیسا نہ تھا۔ ایک شخص نے ان سے کہا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ کوئی آپ کو آپ کے عیوب سے آگاہ کرے، آپ نے جواب میں فرمایا: اگر وہ مجھے نصیحت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تب تو بہت خوب ہے لیکن اگر وہ مجھ پر طنز کرنا چاہتا ہے تو پھر نہیں۔ جلیل القدر تابعین سے مسند روایات کیں اور ۱۵۲ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ ان کی والدہ نہایت عبادت گزار تھیں وہ چٹائی اٹھائے ان کے ساتھ چلا کرتے تھے اور مسجد میں چھوڑ کر ان کے لئے چٹائی بچھاتے اور وہ اس پر نماز پڑھتیں اور وہ خود مسجد کے اندرونی حصے میں چلے جاتے اور نماز پڑھتے پھر وہ بیٹھ جاتے اور لوگ جمع ہوجاتے اور وہ احادیث بیان کرتے، پھر اپنی والدہ کی طرف متوجہ ہوجاتے اور ان کی چٹائی لپیٹتے اور ان کے ساتھ گھر واپس چلے آتے۔ صفۃ الصفوۃ: ۱۲۹/۳۔ ۱۸۸

ترجمہ: ''تو اس شخص کو دیکھے گا جو گھر بنا رہا ہے اور اس میں رہنا چاہتا ہے، وہ گھر آباد ہو جائے گا یا وہ قبر میں جا سوئے گا''

منادی غیب کا سوال:

(۳۱۸) فرماتے ہیں: محمد بن الحسین نے کہا: مجھ سے مسکین ابوزید صوفی نے روایت بیان کی (اور کہا): فتنہ کے زمانے میں ایک شخص تھا جو کبھی قبرستان کی طرف نکل جاتا اور کبھی بیابانوں کی طرف، کبھی وہ دن بھر غائب رہتا اور کبھی رات بھر، وہاں روتا رہتا یا ذکر کرتا رہتا۔

(فرمایا) اسی طرح ایک رات میں بیابانوں میں گھوم رہا تھا کہ آدھی رات کے وقت اچانک مجھے یہ اشعار سنائی دیئے:

قف بالقصور علی دجلة حزینا فقل این اربابها

ترجمہ: ''ٹھہر! اور دجلہ کے کنارے بنے ہوئے محلات میں غم زدہ حالت میں رک جا اور پوچھ کہ ان کے مالک اور بنانے والے کہاں گئے؟''

أین الملوک ولاة العهو درقاة المنابر خطابها

ترجمہ: ''کہاں گئے وہ حکمران جو ولی عہد ہوا کرتے تھے، کہاں گئے منبروں پر چڑھ کر تقریریں کرنے والے''

تجیبک آثارهم عنهم الیک، فقد مات أصجلها

ترجمہ: ''تجھے ان کے باقی ماندہ آثار ونشانات ان کے بارے میں بتائیں گے کہ: غور سے سن وہ سب لوگ مر کھپ گئے''

فرماتے ہیں: میں نے جیسے ہی تنہائی میں یہ اشعار سنے مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

مجھے بھی بوسیدہ کر دیا جائے گا:

(۳۱۹) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن عبدالرحمٰن نے روایت بیان کی (اور کہا): کسی حکیم کا قول ہے کہ: میری آنکھ میں کیسے ٹھنڈک ہو سکتی ہے، میرا زخم کیسے تکلیف نہ

دے، جبکہ میری نظر ایسے ہی گھروں پر پڑتی ہے جو اپنے پہلے رہنے والوں سے خالی ہو چکے ہیں، میری ایسی حالت (خوشی، سکون اور چین کی) پر پڑتی ہے جو تبدیل ہونے والی ہے (بری) حالت کی طرف؟

پھر کہا: لہٰذا اب میں بھی اس شخص کی سی حالت کا منتظر ہوں جو اپنے پیچھے سب کچھ چھوڑ کر چل دیا پر امید ہوں کہ مجھے بھی بوسیدہ کر دیا جائے گا۔

گذرے ہوئے لوگوں سے عبرت کیوں نہ پکڑی:

(۳۲۰) فرماتے ہیں: ہم سے ھارون بن عبداللہ نے روایت کی (اور کہا) ہم سے سیار[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے جعفر بن سلیمان الضبعی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مالک بن دینار نے روایت بیان کی (اور کہا): حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بھی کبھی کسی ایسے گھر کے پاس سے گزرتے جس کے رہنے والے مر چکے ہوتے تھے، وہاں ٹھہرتے اور پکارتے: ارے! ستیاناس ہو تیرے مالکوں کا جو یکے بعد دیگرے وارثت میں تجھے حاصل کرتے رہے، لیکن اے ویران کھنڈر! جو کچھ تو اپنے مالکوں کے ساتھ کرتا رہا جو ان کے گزرے ہوئے بھائی بند تھے، اس کو دیکھ کر بھی ان لوگوں نے عبرت حاصل نہ کی۔ آخر کیوں![۲]

حضرت عیسیٰ ؑ کا کھنڈر سے مکالمہ:

(۳۲۱) فرماتے ہیں: ہم سے ھارون نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سیار نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے جعفر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مالک بن دینار نے روایت بیان کی (اور کہا): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک کھنڈر کے پاس سے ہوا، آپؑ نے کھنڈر سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا: اے کھنڈروں کے کھنڈر تجھ میں رہنے والوں کا کیا بنا؟

اللہ تعالیٰ نے کھنڈر کو حکم دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال کا جواب دے، چنانچہ کھنڈر نے آپؑ کو بتایا: اے روح اللہ! وہ لوگ یہاں رہتے رہے، پھر ان کو اللہ کی حقیقت کا سامنا کرنا پڑا، اللہ تعالیٰ کے تمام معاملات حقیقت ہی تو ہوتے ہیں۔

۱؎ سیار بن حاتم العنزی ۲؎ حلیۃ الاولیاء: ۲/۳۸۵

حضرت ابن عمرؓ کا کھنڈر سے سوال:

(۳۲۲) فرماتے ہیں: ہم سے عبدالرحمٰن بن صالح نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبدالرحمٰن بن محمد ابن زیاد الکوفی المحاربی نے مالک بن مغول کے حوالے سے (اور انہوں) نے مجاہد کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں ایک کھنڈر کے پاس سے گزرے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: اے مجاہد اس کھنڈر سے پوچھ کہ تجھ میں رہنے والوں کا کیا بنا؟

پھر خود ہی مجھے اس کا جواب بتایا کہ کھنڈر کہتا ہے: وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور اب صرف ان کے اعمال باقی ہیں۔

لوگ گزر گئے ان کے اعمال باقی رہے:

(۳۲۳) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن البھلول نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن فضیل نے اپنے والد (فضیل بن غزوان الضبی) کے حوالے سے (اور انہوں نے) ابن ابی نعم [۱] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے فرمایا) کہ ایک مرتبہ ان کا گزر ایک ایسے علاقے سے ہوا جو کھنڈر بن چکا تھا، انہوں نے کھنڈر کو دیکھ کر پوچھا: اے کھنڈر! تجھے کس نے برباد کیا؟ تو انہیں وہاں سے ایک آواز سنائی دی جس میں کہا جا رہا تھا: مجھے اسی ذات نے تباہ و برباد کیا ہے جس نے مجھ سے پہلے ادوار کے علاقوں کو تباہ و برباد کیا تھا۔[۲]

اے شہر تجھے آباد کرنے والے کہاں گئے؟

(۳۲۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن قدامہ الجوھری نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابوالنضر [۳] نے صالح المری کے حوالے سے (اور انہوں نے) جعفر بن زید العبدی کے

---

[۱] ہمارے پاس موجود دونوں نسخوں میں نعیم تھا۔ جبکہ صحیح نعم ہی ہے جیسا کہ ہم نے درج کیا ہے۔ پورا نام اس طرح ہے: ابوالحکم عبدالرحمٰن بن ابی نعم البجلی الکوفی العابد۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے: یہ کوفہ کے ان عبادت گزار لوگوں میں سے تھے جو بھوک برداشت کرتے ہیں، حجاج نے قتل کے ارادے سے ان کو گرفتار کر لیا تھا اور ایک تاریک کمرے میں ۱۵ دن تک بند رکھا تھا۔ پھر جب ان کو دفن کرنے کے لیے نکالا تو دیکھا کہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حجاج نے ان کو رہا کر دیا۔

[۲] حلیۃ الاولیاء: ۷۰/۵

[۳] ھاشم بن القاسم اللیثی البغدادی

حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب مدائن (شہر) کے کسی دروازے پر سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور سوالیہ انداز میں فرماتے: اے شہر! تیرے شہ سوار کہاں گئے؟ اے شہر! تجھے آباد کرنے والے کہاں گئے؟ اے شہر! تیرے خزانے کہاں گئے؟

فرماتے ہیں: ہم ان کے ساتھ کھڑے رہتے حتی کہ وہ خوب روتے اور ہمیں بھی رلاتے۔

گناہوں کو چھوڑ دینا توبہ سے زیادہ آسان ہے:

(۳۲۵) فرماتے ہیں: اور ہم سے الھیثم بن خارجہ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے اسماعیل بن عیاش نے شرحبیل بن مسلم کے حوالے سے (انہوں نے) ابومسلم الخولانی[۱] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ وہ چلتے چلتے کسی کھنڈر کے سامنے جا پہنچے، وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا: اے کھنڈر! اے کھنڈر! تجھ میں رہنے والے لوگ کہاں گئے؟ وہ مر کھپ گئے ان کے اعمال باقی رہ گئے، خواہشات ختم ہوگئیں اور خطائیں باقی رہ گئیں۔ اے ابن آدم! گناہوں کو چھوڑ دینا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے۔[۲]

(اس طرح آسان ہے کہ توبہ تو پھر بھی کرنی پڑتی ہے جو کہ عمل ہے اور گناہ چھوڑ دینے میں کچھ عمل نہیں کرنا پڑتا اس میں تو عمل نہیں ترک ہے)

(۳۲۶) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے قبیصہ[۳] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے سفیان الثوری نے حبیب بن ابی ثابت[۴] کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا گزر ایک کھنڈر کے پاس سے ہوا، آپ نے سوالیہ انداز سے فرمایا: تجھ میں رہنے والے لوگ کہاں گئے؟ پھر خود ہی جواب دیا: وہ لوگ گزر گئے اور ان کے اعمال باقی رہ گئے۔[۵]

---

[۱] جلیل القدر تابعی ہیں عبداللہ بن ثوب۔ ان کا ترجمہ روایت نمبر ۱۹۰ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

[۲] دیکھیں کتاب الزھد للامام احمد بن حنبل: ۲/۲۹۴، حلیۃ الاولیاء: ۲/۱۲۶

[۳] قبیصہ بن عقبہ بن محمد السوائی الکوفی ابو عامر مراد ہیں، ۲۱۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

[۴] ابو یحیٰ حبیب بن ابی ثابت الاسدی الکوفی، ان کو قیس بھی کہا جاتا تھا۔ عجلی کہتے ہیں: کوفی ہیں جلیل القدر تابعی اور ثقہ ہیں، حماد بن ابی سلمہ سے پہلے کوفہ کے مفتی یہی تھے۔ ابو یحیٰ القتات کہتے ہیں: میں حبیب بن ابی ثابت کے ساتھ طائف آیا تو اہل طائف نے حبیب کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جیسے کوئی نبی ان کے پاس آ پہنچا ہو۔ جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۱۱۹ھ میں انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۵/۳۸

[۵] الزھد والرقائق۔ عبداللہ بن المبارک: ۲۲۵، رقم: ۶۳۹

تین عبرت انگیز آیات:

(۳۲۷) فرماتے ہیں: ہم سے خالد بن خداش نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا صالح المری فرما رہے تھے یا ان کے حوالے سے کسی نے بیان کیا (فرمایا) میں مرزبانی کے گھر گیا، وہاں سے مجھے تین آیات ملیں:

"فَتِلْکَ بُیُوْتُھُمْ خَاوِیَۃٌ بِمَا ظَلَمُوْا" (النمل:۵۲)

ترجمہ: "لہٰذا یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں"

"فَتِلْکَ مَسَاکِنُھُمْ لَمْ تسکن مِنْ بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلاً"

(القصص:۵۸)

ترجمہ: "یہ ان لوگوں کے گھر ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم رہا گیا"

"وَلَقَدْ تَرَکْنَا ھَا آیَۃً فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ" (القمر:۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک نشانی بنا کر چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا"

ابھی میں یہ آیات پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک سیاہ (غلام) گھر کے ایک کونے سے میری طرف بڑھا اور کہا: اے صالح! یہ تو مخلوق کی ناراضگی کی صورت میں ہونے والا حال ہے، اگر خالق ناراض ہو جائے تو کیا بنے گا۔[1]

ایک خوشحال گھر کا عبرتناک انجام:

(۳۲۸) فرماتے ہیں: ہم سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے صلت بن حکیم نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا محبوب الزاہد کہہ رہے تھے: ایک مرتبہ میں یہاں (اس طرف) کوفہ کے گھروں کی طرف سے گزرا تو مجھے اندر سے ایک لڑکی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنائی دی:

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۱۶۹/۶ میں اس سے زیادہ وضاحت ہے، فرماتے ہیں: صالح المری مرزبانی کے گھر میں کھڑے تھے جسے حکمران نے مخالفت کی وجہ سے تباہ کر دیا تھا، وہاں انہیں دس سے کچھ زیادہ آیات ملیں، اور غلام نے کہا تھا: یہ تو مخلوق کی مخلوق سے ناراضگی کا حال تو خالق کی ناراضگی کیسی ہوگی؟

ألا يــادارلا يــدخلك حـزن ولا يــودى بشـأنك الـزمـان

ترجمہ: ''اے گھر! سن لے، کبھی کوئی غم تیرے نزدیک نہ آئے گا اور نہ وقت تیری شان کم کر سکے گا''

فرماتے ہیں: کچھ عرصے بعد میں وہاں سے چلا گیا اور کافی عرصے بعد واپس آیا، ایک مرتبہ پھر اسی جگہ سے گزر ہوا تو دیکھا کہ جس گھر سے مجھے لڑکی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنائی دی تھی، اس گھر کے دروازے پر سیاہ پردہ پڑا ہوا تھا اور وحشت و ویرانی ٹپک رہی تھی، میں نے کسی سے پوچھا: کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسا حال بنا رکھا ہے؟ کسی نے بتایا: اس گھر کا مالک مر گیا ہے۔

یہ سن کر میں دروازے پر پہنچا اور دستک دی اور کہا: میں نے ایک مرتبہ یہاں ایک لڑکی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی تھی جو فلاں فلاں شعر پڑھ رہی تھی۔ فرماتے ہیں: میری بات سن کر اندر سے ایک عورت کے رونے کی آواز سنائی دی اور روتے ہوئے اس عورت نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ کے حکم سے اس جہاں میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہیں، اور ہر مخلوق کی انتہاء موت ہی ہے۔

فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! یہ سن کر میں بھی رونے لگا اور وہاں سے واپس آ گیا۔

حضرت عیسیٰؑ کو کھنڈر کی نصیحت:

(۳۲۹) فرماتے ہیں: مجھ سے حسین بن علی بن یزید نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے قعنبی[۱] نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مالک[۲] نے روایت بیان کی (اور کہا) ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک کھنڈر کے پاس سے ہوا تو آپؑ اس کھنڈر سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے کھنڈر! تجھ میں رہنے والے لوگ کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا: پہلے وہ یہاں رہتے تھے وہ زمین میں چلے گئے (یعنی مر کھپ گئے) ان کے اعمال کو ان کے گلوں میں لٹکا دیا گیا، اے عیسیٰ بن مریم! آپ بھی آخرت کی جلدی تیاری کیجئے۔

---

[۱] مراد عبداللہ بن سلمہ القعنبی ہیں۔ [۲] مراد امام مالک بن انسؒ ہیں۔

نوف البکالیؒ کا سوال:

(۳۳۰) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن العباس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد بن بشر نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عمرو بن ابی المقدام نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے محمد علی نے اپنے والد کے حوالے سے روایت بیان کی (اور کہا): ایک مرتبہ نوف[۱] کا گزر ایک تباہ شدہ علاقے کے پاس سے ہوا تو انہوں نے اس علاقے سے پوچھا: اے بستی! تجھے کس نے تباہ کیا ہے؟ بستی نے جواب دیا: مجھے بستیوں کے تباہ و برباد کرنے والے نے تباہ کیا ہے۔[۲]

عامر بن عبد قیسؒ کا ایک سوال:

(۳۳۱) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراھیم بن عبدالملک نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن بکیر نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے ابن وھب نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے امام مالک نے روایت بیان کی (اور کہا) عامر بن عبد قیس جب کبھی کھنڈر کے پاس سے گزرا کرتے تو کھنڈر سے مخاطب ہو کر کئی بار فرماتے: اے کھنڈر! تجھ میں رہنے والے کہاں گئے؟ تجھ میں رہنے والے کہاں گئے؟ پھر خود ہی فرماتے: وہ گزر گئے اور اب جو لوگ رہ گئے ہیں وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے جائیں گے۔ (اس سے وہ اپنی ذات مراد لیتے)

قاسم بن حکم کے اشعار:

(۳۳۲) فرماتے ہیں: مجھے محمد بن الحسین نے بتایا (اور کہا) میں نے سنا قاسم بن الحکم یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں:

......خاویة منازل من ترتجی   هــل......بهــن انســان

---

[۱] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نوف بن فضالہ البکالی الشامی ہیں۔ ان کا تعلق قبیلہ حمیر کی شاخ بنو بکال سے تھا، اپنے زمانے میں دمشق والوں کے امام تھے، علمائے حدیث میں سے تھے، صحیحین میں ان کا ذکر آیا ہے۔ کعب الاحبار کے سوتیلے بیٹے تھے۔ ارشاد الساری: ۲۲۲،۲۱/۷ اور الاعلام: ۳۱/۹، تہذیب الکمال: ۶۵/۳۰

[۲] سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۵۸ پر ارشاد ربانی ہے "ایسا کوئی علاقہ نہیں جسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک نہ کر دیں"

ترجمہ: ''خالی پڑے ہیں گھر ان لوگوں سے جن کی ان گھروں میں موجودگی کی امید کی جاتی تھی۔ جیسے یہاں کبھی کوئی انسان رہا ہی نہ ہو''

أضحت معطلة و كن عوائنا ممن توطنهن بالعمران

ترجمہ: ''آج یہ گھر بالکل بے کار پڑے ہیں جو کل تک آباد کرنے والوں کے لیے آبادی میں معاون تھے''

تسري الهوام الى مصل لحومهم فيها..... الديدان

ترجمہ: ''کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض ان کے گوشت اور جوڑوں میں سرایت کر چکے ہیں''

متدثرين بها الثرى و شعار هم فوق التراب صفائح الصوان

ترجمہ: ''مٹی اوڑھے مٹی کے نیچے پڑے ہیں اور ان کے بال مضبوط پتھروں کی طرح ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں''

سكنوا الثرى و ثو وا بمنزلة البلى في غير..... ولا.....

ترجمہ: ''وہ لوگ مٹی میں رہنے لگے ہیں اور اسی کو ٹھکانہ بنا لیا ہے اور بوسیدگی کی طرف مائل ہوئے جا رہے ہیں''[1]

محل پر سات سو سال سے بیٹھا ایک گدھ:

(۳۴۳) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم بن عبدالملک نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے یحیٰی بن بکیرؒ نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن وهب نے امام مالک کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: بعض محدثین کا خیال ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر ایک محل کے سامنے سے ہوا، اس محل پر یہ عبارت تحریر تھی:

خرجنا من قرى..... الى القصر.....

ترجمہ: ''ہم بستیوں سے نکلے..... محل کی طرف.....

---

[1] ہمارے پاس موجود دونوں نسخوں میں اسی طرح بعض کلمات مٹے ہوئے تھے اور بعض جگہ صفحات پھٹے ہوئے تھے۔

فمن سأل عن القصر فمبنيا وجدناه

ترجمہ: ''اگر کوئی محل کے بارے میں پوچھتا ہے تو اسے بتا دو کہ ہم نے اسے (محل کو) اسی طرح بنا بنایا پایا ہے جیسے وہ تھا''

فرماتے ہیں: اور محل کے اوپر ایک گدھ بیٹھا ہوا تھا، آپؑ نے اس سے پوچھا: تو کب سے اس محل پر ہے؟ اس گدھ نے جواب دیا: میں یہاں سات سو سال سے ہوں اور شروع سے آج تک اس محل کو اسی طرح دیکھ رہا ہوں۔

زمین کے ایک ٹکڑے کی نصیحت:

(۳۳۴) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراھیم بن عبدالملک نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے اسحاق بن محمد الفروی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے عبداللہ بن عمر العمری[۱] نے محمد بن ابی بکر کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) کہا: زمین کے ایک ٹکڑے کے معاملے میں دو آدمی آپس میں الجھنے لگے، زمین نے ان کے جھگڑے کو دیکھ کر کہا: ذرا ٹھہرو! اللہ کی قسم! صحت مند تو ایک طرف رہے، تم دونوں سے پہلے سو اندھے بھی میرے مالک بن چکے ہیں۔

حضرت علیؓ اور ساتھیوں کا مکالمہ:

(۳۳۵) فرماتے ہیں: مجھ سے عبدالرحمٰن بن صالح نے ابوبکر بن عیاش[۲] کے حوالے سے روایت بیان کی (انہوں نے) کہا: جب لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدائن میں داخل ہونے لگے تو آپؓ کے ساتھیوں میں سے ایک نے یہ اشعار پڑھے:

جرت الرياح على مكان ديارهم فكأنما كانوا على ميعاد

---

[۱] مراد عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطابؓ ہیں۔ ۱۷۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

[۲] ابوبکر بن عیاش بن سالم الاسدی الحناط، ان کی دادی حضرت سمرۃ بن جندب الفزاریؓ کی باندی تھیں جو آپؓ کے جاں نثار صحابہ میں سے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: بیٹی! مت رو، کیا تم ڈرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے حالانکہ میں نے اس کونے میں چوبیس ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا ہے۔ امام مسلم نے اپنے مقدمے میں ان سے روایت لی ہے، باقی حضرات نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ ۱۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱۲۹/۳۳

ترجمہ: ''ان کے علاقوں میں ہوا اس طرح چلنے لگی جیسے وہ چند دنوں کے لئے ہی یہاں رہنے آئے تھے (اور اب سب علاقے خالی پڑے ہیں)''

و اذا النعیم و کل مایلھی بہ یرما یصیر الی بلی و نفاد

ترجمہ: ''تمام نعمتیں اور ہر وہ چیز جس سے کھیل کود کی جاتی تھی آج بوسیدگی اور اپنے خاتمے کی طرف بڑھ رہی ہیں''

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس طرح مت کہو، ایسے کہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّ زُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ. وَ نِعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فَاكِهِيْنَ. كَذٰلِكَ وَ أَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ'' (الدخان: ۲۵-۲۷)

ترجمہ: ''وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے۔ (یہ قصہ) اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا وارث بنا دیا'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یعنی یہ قوم آج گزرے ہوئے لوگوں کی وارث ہے اور کل یہ گزر جائیں گے اور دوسری قومیں ان کی وارث ہوں گی۔ ان لوگوں نے حرام کو حلال سمجھنا شروع کر دیا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کا نشانہ بن گئے، لہٰذا تم لوگ حرام کو حلال مت سمجھنے لگنا ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔

حسن بصریؒ کا ایک فرمان:

(۳۳۶) فرماتے ہیں: ہم سے ابوسعید القرشی الرملی [۱] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے ضمرۃ [۲] نے حدیث بیان کی (اور کہا) ہم سے رجاء [۳] نے حدیث بیان کی (اور کہا) حسن بصریؒ نے فرمایا: لوگ مزدوروں کو کام پر لگا لیتے ہیں، جمع کرتے ہیں، خرید و فروخت

---

[۱] یہ غالباً علی بن سعید بن قتیبہ الشامی الرقی ہیں، الرملی بھی کہلاتے ہیں اور ضمرہ سے روایت کرتے ہیں، جیسا کہ تہذیب الکمال: ۳۱۸/۱۳ میں ہے۔

[۲] ضمرۃ بن ربیعۃ الفلسطینی الرملی ابوعبداللہ۔ ۲۰۲ھ میں وفات ہوئی۔

[۳] یعنی رجاء بن ابی سلمۃ الشامی الفلسطینی ابوالمقدام مراد ہیں، ان کا نام مہران تھا۔ ۱۶۱ھ میں وفات ہوئی۔

کرتے ہیں اور تعمیرات کرنے لگتے ہیں اور پھر لوگوں کو دعوت دیتے پھرتے ہیں کہ آؤ دیکھو ہم نے محل بنایا ہے۔ اے بدترین فاسق، اہل زمین نے تجھے دھوکے میں رکھا اور اہل آسمان تجھ سے ناراض ہو گئے۔

ابووائل کا یقین آخرت:

(۳۳۷) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن الحسین نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے یحییٰ بن حماد وغیرہ نے ابوعوانہ [۱] کے حوالے سے (انہوں نے) عاصم [۲] کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: ابووائل [۳] کا ایک جھونپڑی نما گھر تھا، جب آپ جہاد پر جاتے تو اپنے گھر کو توڑ کر لکڑیاں وغیرہ صدقہ کر جاتے اور فرماتے: ان شاء اللہ عزوجل اگر واپس آیا تو میں اور میرا گھوڑا یہیں رہیں گے۔[۴]

رسول اکرمؐ کی سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے:

(۳۳۸) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوعقیل یحییٰ بن حبیب الاسدی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابواسامہ حماد بن اسامۃ نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عیسیٰ بن سنان [۵] نے روایت بیان کی (اور کہا): حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ گھر وغیرہ نہیں بناتے تھے اور فرماتے تھے: جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہے آپؐ نے تعمیر کی نہ اینٹ پر اینٹ رکھی، نہ بانس پر بانس جوڑا۔[۶]

---

[۱] یعنی وضاح بن عبداللہ الیشکری مراد ہیں۔

[۲] عاصم بن بھدلۃ بن ابی النجود الاسدی مراد ہیں، مشہور قاری تھے۔ ۱۲۸ھ میں وفات ہوئی۔

[۳] ابووائل شقیق بن سلمۃ الاسدی مراد ہیں۔ آپ کا مبارک زمانہ پایا لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت عمر، عثمان، علی اور عبداللہ بن المسعودؓ وغیرھم صحابہ کرام سے سماعت کی۔ ہمیشہ تنہائی میں تسبیح پڑھا کرتے۔ اگر کہا جاتا کہ سب کے سامنے آ کر تسبیح پڑھا کریں تو یہ ساری دنیا آپ کو دے دیں گے تو وہ پھر بھی نہ مانتے۔ دیر الجماجم کے واقعے کے بعد حجاج کے زمانے میں انتقال ہوا۔ صفۃ الصفوۃ: ۲۸/۳

[۴] حلیۃ الاولیاء: ۱۰۳/۴ اور صفۃ الصفوۃ: ۲۸/۳۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب واپس آتے تو نئے سرے سے گھر بناتے۔

[۵] ابوسنان عیسیٰ بن سنان الحنفی القسملی الفلسطینی، بصرہ میں قسامل نامی مقام پر رہے لہٰذا اسی کی طرف نسبت کی وجہ سے قسملی کہے جانے لگا۔ ابوحاتم کہتے ہیں: یہ حدیث میں قوی نہ تھے، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ابوداؤد نے القدر میں اور ترمذی وابن ماجہ نے بھی ان سے روایت لی ہے۔ تہذیب الکمال: ۶۰۶/۲۲

[۶] اسی طرح امام حسن بصریؒ نے مرسلاً روایت کی ہے۔

تعمیرات کے لئے اللہ کے مال میں کوئی حصہ نہیں:

(۳۳۹) فرماتے ہیں: مجھ سے ابوعقیل نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے ابو اسامہ نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے عبدالرحمٰن بن الحسن (مکہ میں رہنے والے ایک صاحب) نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھے میرے والد نے بتایا (اور کہا): عدی بن ارطاۃ عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے، بصرہ میں ایک مسجد میں کچھ ٹوٹ پھوٹ ہوگئی تھی جس کے بارے میں عدب بن ارساۃ نے مشورہ کرنے کے لئے عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب دیا: ''آپ نے مجھ سے مسجد کی ٹوٹ پھوٹ اور تعمیر نو کے بارے میں مشورہ مانگا ہے، لہٰذا چند اچھے باشرع نیک لوگوں کو بلا کر دکھادو اور اس ٹوٹ پھوٹ کے بارے میں رائے لے لو، اور زیادہ کام نہ پھیلانا، کیونکہ میرے خیال میں تعمیرات کے لئے اللہ کے مال میں کوئی حق نہیں ہے۔

(حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ مقولہ نادر اور حیرت انگیز عمارات بنانے والے دینداروں مساجد اور مدارس کے احباب کے لئے لمحہ فکر یہ ہے جو ڈیزائن درست نہ ہونے پر پوری عمارت گروادیتے ہیں)

اپنے شہر کو تقوے سے مضبوط کرو:

(۳۴۰) فرماتے ہیں: اور مجھ سے مشرف بن اُبان نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے وکیع بن الجراح نے محمد بن عبداللہ العقیلی کے حوالے سے روایت بیان کی (اور کہا): حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک گورنر نے بذریعہ خط ان کو اطلاع دی کہ ہمارے شہر میں ٹوٹ پھوٹ بہت ہورہی ہے۔تو آپؒ نے جواب دیا: اپنے شہر کو تقوے سے مضبوط کرو اور راستوں کو ظلم سے پاک کرو۔[1]

---

[1] حلیۃ الاولیاء: ۳۰۵/۵ میں یہ روایت اس طرح ہے کہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کسی گورنر نے ان کو خط لکھا کہ: ہمارا شہر کھنڈر ہوتا جارہا ہے، لہٰذا اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو اس کے لیے کچھ مال مقرر کردیں تاکہ شہر کی مرمت وغیرہ ہوسکے۔ آپؒ نے جواب میں لکھا: میں نے تمہارا خط پڑھ لیا اور سمجھ لیا کہ تمہارا شہر کیوں کھنڈر ہوتا جارہا ہے، لہٰذا میرا یہ خط پڑھتے ہی اپنے شہر کو عدل وانصاف کے ذریعے مضبوط کرلو، اس کے راستوں کو ظلم سے پاک کرلو، یہی اس کی مرمت ہے۔ والسلام

(یعنی اس فکر میں پڑنے کے بجائے آخرت کی فکر کرو اور صفائی کرنی ہے تو ظلم کا خاتمہ کر کے معاشرے کو صاف کرو)

سفیان ثوریؒ کا کارنامہ:

(۳۴۱) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن یحییٰ الازدی نے روایت بیان کی (اور کہا) میں نے سنا عبداللہ بن داؤد کہہ رہے تھے میں نے سنا سفیان ثوری کہہ رہے تھے: میں نے کبھی تعمیرات کے سلسلے میں ایک درہم بھی خرچ نہیں کیا۔[۱]

مالک بن یخامر کا جواب:

(۳۴۲) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن ادریس نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں سلیمان بن عبدالرحمٰن نے بتایا (اور کہا) ہم سے محمد بن الحجاج نے یونس بن میسرہ بن حلبس کے حوالے سے روایت بیان کی (اور انہوں نے) مالک بن یخامر السکسکی[۲] کے حوالے سے بیان کیا کچھ لوگ ان کی عیادت کرنے آئے اور کہا: شہر میں آپ کا گھر بہت اچھی جگہ پر ہے لیکن خراب ہو رہا ہے اگر آپ اس کی مرمت کروالیں تو بہت ہی خوب ہو" یہ سن کر آپ نے عیادت کرنے والوں سے فرمایا: ہم لوگ تو مسافر ہیں، سفر کے دوران کچھ دیر کے لئے آرام کرنے ٹھہرتے ہیں، جب دن ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور ہوا چلنے لگتی ہے تو ہم بھی دوبارہ اپنا سفر شروع کر دیتے ہیں، لیکن کچھ علاج وغیرہ نہیں کرواتے یہاں تک کہ روانگی ہو جاتی ہے۔

(یعنی ہر مسلمان کو دنیا میں مسافر کا سا رویہ اختیار کرنا چاہیئے جیسا مالک بن یخامر نے بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم عطا کرے۔ آمین)

زندگی کی شام ہونے والی ہے:

(۳۴۳) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراھیم الاصبہانی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم

---

[۱] دیکھیں بیہقی کی الزھد الکبیر: ۱۴۳، رقم: ۲۸۷ اور حلیۃ الاولیاء: ۲۲/۷

[۲] مالک بن یخامر السکسکی الالھانی الحمصی، ان کو ابن اخامر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ صحابی تھے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، امام مسلم کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے روایت کیا ہے، ۷۰ھ اور ایک روایت کے مطابق ۷۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ تہذیب الکمال: ۱۶۶/۲۷

سے نصر بن علی نے روایت بیان کی (اور کہا) مجھ سے دیان المروزی[1] نے روایت بیان کی (اور کہا): طاؤس سے کسی نے کہا: ''آپ کا گھر تو بہت بوسیدہ ہوا جا رہا ہے'' یہ سن کر طاؤس نے کہا: ''ہماری زندگی کی بھی تو شام ہوئی چاہتی ہے''

(یعنی زندگی اب تمام ہونے والی ہے دنیا کی فکر میں پڑ کر کیا کریں؟ کس لئے دنیا کو سنواریں جہاں جانا ہے وہیں کی فکر کریں وہیں کا گھر سنواریں)

دنیا کا بنگلہ آخرت کی ایک روٹی کے برابر بھی نہیں:

(۳۴۴) فرماتے ہیں: مجھ سے محمد بن یونس القرشی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہم سے مغیرہ بن عبداللہ العتکی نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں زعفرانی کے شاگرد ابو ھاشم عمار نے حسن بصری کے حوالے سے بیان کیا ایک مرتبہ وہ (حسن بصریؒ) اوس کے بنگلے کے پاس سے گزرے تو پوچھا: یہ کس کا بنگلہ ہے؟ کسی نے بتایا یہ اوس کا بنگلہ ہے۔ فرمایا: کیا اوس کو معلوم نہیں کہ یہ بنگلہ آخرت کی ایک روٹی کے برابر بھی نہیں ہے۔

دنیا تو گوبر ہی ہے:

(۳۴۵) فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم بن یعقوب نے موسیٰ بن ایوب کے حوالے سے بیان کیا (انہوں نے) فرمایا: مجھ سے عیسیٰ بن یزید نے روایت بیان کی (اور کہا): ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ مرتع بن المسروق الھوزنی[2] اپنے گھر کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کو

---

[1] ہمارے پاس موجود ایک مخطوطے میں یہ اضافہ ہے کہ: خطیب بغدادی کہتے ہیں: ابن بشران کہتے ہیں: برذلی کی کتاب میں اسی طرح ''دیان'' تحریر ہے اور کسی اور کتاب میں ''حیان'' تحریر ہے۔ جبکہ ایک اور نسخے میں تحریر ہے: ہمیں ابن بشران نے بتایا کہ برذعی کی کتاب میں اسی طرح ہے اور کسی دوسری کتاب میں ''حیان'' ہے۔ لیکن چونکہ اس بحث کا تعلق اصل کتاب سے نہ تھا لہٰذا ہم نے یہ بحث حاشیہ میں ذکر کر دی ہے، علاوہ ازیں حلیۃ الاولیاء میں ''دیان'' اور حبان'' کے بجائے ''دیار'' المراری تحریر ہے۔

[2] ان کی کنیت الوالحسن تھی، ابونعیم نے ان کے بعض حالات تحریر کیے ہیں، اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے بیٹے! خوف رجاء (امید) سے پہلے ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ دونوں پیدا کر دی ہیں، تم جنت میں اس وقت تک نہ جا سکو گے جب تک دوزخ کے اوپر سے ہو کر نہ گزرو'' تابعی ہیں، حضرت معاذ بن جبلؓ سے مسند روایات بیان کی ہیں۔ حلیۃ الاولیا: ۱۵۵/۵

گائے کے گوبر سے پاٹنے کی کوشش کررہے ہیں، کسی نے اس بارے میں کچھ کہا تو فرمایا: دنیا بھی تو گوبر ہی ہے، اسے ہم گوبر ہی سے جوڑ رہے ہیں۔[۱]

ایک گھر کی دیوار پر لکھا ایک شعر:

(۳۵۶) فرماتے ہیں: مجھ سے عمر بن عبداللہ بن محمد العمری نے روایت بیان کی (اور کہا): میں نے عقیق نامی مقام پر عروۃ بن زبیر کے گھر کے برابر میں بنے ہوئے ایک بنگلے کی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا دیکھا:

کم قد توارث هذا القصر من ملک فمات و الوارث الباقی علی الاثر

ترجمہ: ''کتنے ہی لوگ بذریعہ ملکیت اس بنگلے کے مالک بن چکے ہیں، ایک مالک مرجاتا ہے تو اس کے بعد اس گھر کا وارث بننے والا بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا جاتا ہے۔''

گھر اونچا ہونے کی ناپسندیدگی:

(۳۴۷) فرماتے ہیں: ہم سے اسحاق بن ابراھیم نے روایت بیان کی (اور کہا) ہمیں حجاج بن محمد نے مبارک بن فضالہ القرشی کے حوالے سے (انہوں نے) حسن بصریؒ کے حوالے سے بیان کیا فرمایا: لوگ اس بات کو سخت ناپسند کیا کرتے تھے کہ کسی کا گھر اس کے پڑوسی سے زیادہ اونچا ہو جائے اور اس وجہ سے پڑوسی تک پہنچنے والی ہوا نہ رک جائے۔

موسیٰ بن ابی عائشہؒ کا گھر:

(۳۴۸) فرماتے ہیں: ہم سے مسعر بن کدام نے روایت بیان کی (اور کہا) موسیٰ بن ابی عائشہ[۲] کا کوئی گھر بار نہ تھا جہاں وہ رہ سکتے، کہیں ادھر ادھر دیواروں کی چھاؤں وغیرہ میں آرام کرلیا کرتے تھے۔ کسی نے کہا: ''آپ گھر ہی بنالیں؟'' تو فرمایا: ''موت اس سے زیادہ جلدی آنے والی ہے۔''

---

۱ دیکھیں حلیۃ الاولیاء: ۱۵۵/۵

۲ موسیٰ بن ابی عائشہ المخزومی الھمدانی، ابوالحسن الکوفی۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ سفیان ثوری ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں: موسی بن ابی عائشہ کوفی ہیں اور ثقہ ہیں۔ کثرت سے تہجد پڑھنے کی وجہ سے ان کا رنگ بدل گیا تھا۔ عمرو بن قیس کہتے ہیں: میں جب کبھی رات کو اٹھا میں نے موسیٰ کو کھڑے نماز پڑھتے دیکھا۔ صفۃ الصفوۃ: ۱۹۹/۳ اور تہذیب التھذیب: ۵۶۹/۵

دیگر شہروں میں بیت العلوم کے اسٹاکسٹ

﴾ملتان﴿	﴾کراچی﴿	﴾راولپنڈی﴿
بخاری اکیڈمی مہربان کالونی ملتان	ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی	الخلیل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی
کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	بیت القلم گلشن اقبال کراچی	﴾اسلام آباد﴿
بیکن بکس گلگشت کالونی ملتان	کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان	دار القرآن اردو بازار کراچی	المسعود بکس F-8 مرکز اسلام آباد
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	مرکز القرآن اردو بازار کراچی	سعید بک بینک F-7 مرکز اسلام آباد
اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	عباسی کتب خانہ اردو بازار کراچی	پیر بک سنٹر آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد
دار الحدیث بیرون بوہڑ گیٹ ملتان	ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن کراچی	﴾پشاور﴿
﴾ڈیرہ غازی خان﴿	علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	یونیورسٹی بک ڈپو خیبر بازار پشاور
مکتبہ زکریا بلاک نمبر ۱۰ ڈیرہ غازی خان	﴾کوئٹہ﴿	مکتبہ سرحد خیبر بازار پشاور
﴾بہاول پور﴿	مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	لندن بک کمپنی صدر بازار پشاور
کتابستان شاہی بازار بہاولپور	﴾سرگودھا﴿	﴾سیالکوٹ﴿
بیت الکتب سرائیکی چوک بہاولپور	اسلامی کتب خانہ پھولوں والی گلی سرگودھا	بنگش بک ڈپو اردو بازار سیالکوٹ
﴾سکھر﴿	﴾گوجرانوالہ﴿	﴾اکوڑہ خٹک﴿
کتاب مرکز فریئر روڈ سکھر	والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
﴾حیدر آباد﴿	مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	مکتبہ رحیمیہ اکوڑہ خٹک
بیت القرآن چھوٹی گٹی حیدر آباد	﴾راولپنڈی﴿	﴾فیصل آباد﴿
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدر آباد	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی	مکتبۃ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
امداد الغرباء کورٹ روڈ حیدر آباد	فیڈرل لاء ہاؤس چاندنی چوک راولپنڈی	ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد
بھٹائی بک ڈپو کورٹ روڈ حیدر آباد	اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی	مکتبہ اہلحدیث امین پور بازار فیصل آباد
﴾کراچی﴿	بک سنٹر ۳۲ حیدر روڈ راولپنڈی	اقراء بک ڈپو امین پور بازار فیصل آباد
ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی	علی بک شاپ اقبال روڈ راولپنڈی	مکتبہ قاسمیہ امین پور بازار فیصل آباد